خطباتِ صدیقیہ
جلد سوئم
خطیبِ پاکستان
مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد
مکتبہ نوریہ رضویہ
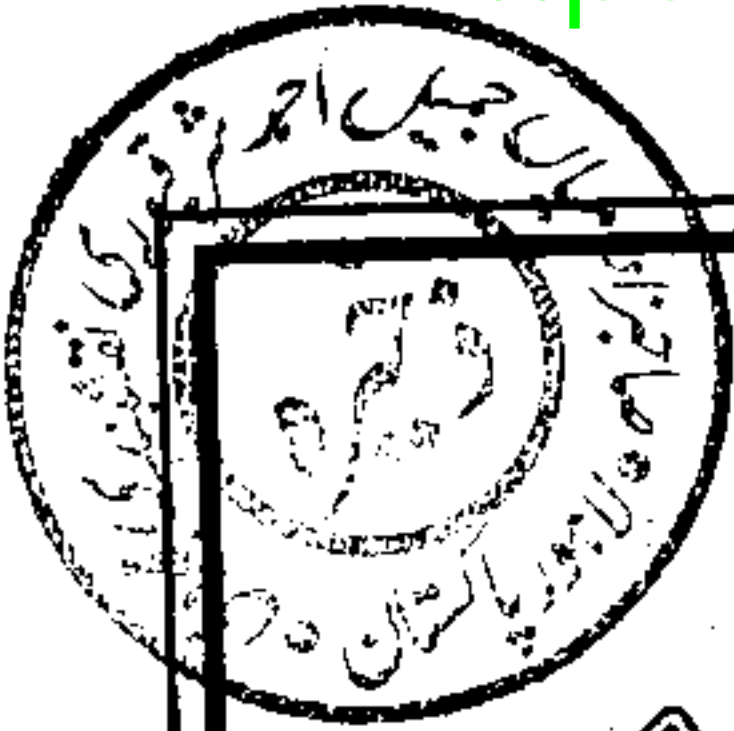
خطباتِ صدیقیہ

جلد سوم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے۔ فیصل آباد

نام کتاب	ــــــــ	خطباتِ صدیقیہ (جلد سوم)
مؤلف	ــــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ــــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ــــــــ	حافظ رب نواز سیالوی
		(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ــــــــ	384
اشاعت	ــــــــ	بار اوّل اگست 2005ء
تعداد	ــــــــ	1100
کمپوزنگ	ــــــــ	غلام محمد یلیین خاں
مطبع	ــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ــــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ــــــــ	روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ○

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

اس آیت پر چند طرح سے بحث ہوگی ملاحظہ فرمائیں:

نمبر 1.

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ الرحمۃ = الرقت والتعطف۔

رقت کا معنی کا کسی کی تکلیف کو دیکھ کر دل کا نرم ہو جانا اور تعطف کا معنی کا احسان یعنی اس تکلیف کو دور کر دینا خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان دونوں چیزوں سے نوازا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ○

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان○

اس آیت پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ میں رقت کا اظہار ہے اور بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ میں احسان کا اظہار ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب آپ اپنے کسی امتی کی تکلیف کو دیکھتے ہیں تو آپ کا دل نرم ہو جاتا ہے اور آپ اس کی تکلیف کو اپنی رحمت سے دور بھی فرما دیتے ہیں چنانچہ بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا ان دونوں آدمیوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا ہر قبر پر ایک ایک کو گاڑ دیا صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دونوں اہل قبور کے عذاب کو دیکھ کر آپ کا دل نرم ہو گیا یعنی آپ پر رقت طاری ہو گئی پھر آپ نے ان پر اس طرح احسان کیا کہ ان کی قبروں پر تر شاخ رکھ دی تا کہ اس کی تسبیح سے ان کا عذاب دور ہو جائے قربان جائیں آپ کی نگاہ پاک کے کہ منوں مٹی کے نیچے کے حالات دیکھ رہی ہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

نمبر 2.

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت اس اعتبار سے ہیں کہ آپ تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق اللہ کے فیض کا واسطہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا نور ساری مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا اور پھر حدیث میں ہے کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي خدا دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض

پہنچا رہے ہیں اور جس طرح کسی درخت کی جڑ تمام شاخوں کو زندگی بخشتی ہے اسی طرح تمام عالموں کے لئے اصل ہیں اور ہر عالم کا ہر فرد گویا شاخ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا آپ عالمین کے تمام افراد کو ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات عطا فرماتے ہیں آپ ہر ایک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسے زندگی کا قیمتی سرمایہ بخشتے ہیں اور کسی دوسرے کو فیض زندگی وہ دے گا جو خود زندہ ہوگا پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم برزخ میں زندہ ہیں۔

حیاۃ النبی پر ایک عجیب دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

خدا نے شہید کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اور ان لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل کیے جائیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی اس زندگی کا شعور نہیں ہے۔

مقام غور ہے کہ شہید کو زندہ کیوں کہا گیا صرف اس لئے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے تو جن کی صرف موت فی سبیل اللہ ہو وہ تو زندہ کہلائیں اور جن کی موت و حیات سب کچھ فی سبیل اللہ ہے وہ کیونکر مردہ ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے رسول کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ بھی اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ
ہو پس پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر 3.

خدا نے فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَo

اس آیت میں عالمین ایسی ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ جس طرح یہاں عالمین عام ہے۔ اسی طرح وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ o میں بھی عالمین عام ہے دونوں جگہ کوئی تخصیص نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ عالم والوں کے لئے رحمت ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی نبوت اور رسالت عام ہو آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو ورنہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آپ پر پختہ ایمان لانے والا اور آپ کے احکام اور سنن کا پورا اتباع کرنے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوشش اکارت اور سارے اعمال ضائع ہو گئے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے کوئی اور نبی تصور کرنا بھی کفر ہے اب ختم نبوت سے متعلق ایک حدیث سماعت فرمائیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْo (بخاری و مسلم)

ترجمہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں وہ مقام حاصل ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا سوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

(۲) حضور سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی کرنے کے لئے فرمایا کیا تم مجھ پر راضی نہیں ہو۔

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا آپ خاتم النبیین ہیں اب ان امور پر بحث ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث سے شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے لیکن اس حدیث کو خلافت بلا فصل سے دور کا بھی تعلق نہیں اس لئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ ہارون فرمایا گیا اس وقت حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اس وقت بنے جبکہ یہ تینوں صحابہ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ گویا دونوں مرتبہ یہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس وقت منتقل ہوئی جبکہ یہ تینوں حضرات موجود نہ تھے نیز اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کاملہ ہوتی تو نماز پر امام بھی آپ ہی کو بنایا جاتا حالانکہ امامت کا فریضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے سپرد فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ نیابت محض گھر والوں

کی حفاظت اور نگرانی کے لئے تھی۔

ازیں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہہ دی تو اسیران بدر کے بارے میں مشورہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے ساتھ تشبیہہ دی ہے اور یہ تشبیہہ حضرت ہارون علیہ السلام کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشبیہہ سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے۔

کیونکہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں اس لحاظ سے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یقیناً افضل ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگر خلافت کے حقدار وہی تھے۔

رہا یہ امر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی کرنے کے لئے فرمایا۔ اَمَا تَرضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةَ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ ہر مومن یہ چاہتا ہے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو جائے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام پوری زمین کے حاکم ہیں ان کا لشکر تین سو میل کے راستے پر چلتا تھا اتنے بڑے بادشاہ ہونے کے باوجود خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ٥

ترجمہ: اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ نیک کام

کروں جس سے تو راضی ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بڑے ہی لاڈلے پیغمبر ہیں قرآن میں سب سے زیادہ انہیں کا ذکر آیا ہے یہ جب اپنی قوم کے ستر سرداروں کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یَامُوْسٰی o قَالَ ھُمْ اُوْلَآءِ عَلٰی اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی o

اے موسیٰ تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب میں تیری طرف جلدی کر کے حاضر ہوا تاکہ تو راضی ہو جائے۔ جس پروردگار کو حضرت سلیمان و موسیٰ علیہما السلام راضی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن اناء اللیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضی o

ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی رضا چاہتا ہے اور خدا مصطفےٰ کی رضا چاہتا ہے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی o

نمبر 4.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی رحمت سب کی حاجت ہے اور حاجت محتاج سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تخلیق سب سے پہلے ہے حدیث میں ہے۔

كُنْتُ اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ٥

ترجمہ: میں تخلیق میں پہلے اور بعثت میں آخری ہوں۔

تخلیق میں پہلے نور ان کا آخر میں ہوا ہے ظہور ان کا
تکوین جہاں ہے ان کیلئے ختم ان پر نبوت ہوتی ہے

پھر یہ بات بھی اپنی جگہ امر مسلمہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات ہیں اور اصل فرع سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ اصل نہ ہوتو فرع کا وجود نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات کا کوئی ذرہ معرض وجود میں نہ آتا چنانچہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اُٹھاؤ انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آیا عرض کی اے میرے پروردگار یہ نور کیا ہے۔ فرمایا۔ هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا٥

(زرقانی ج 1 ص 44)

ترجمہ: یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا آسمانوں میں نام احمد

اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اگر یہ نور نہ ہوتا تو نہ میں تمہیں پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین پیدا کرتا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

نمبر 5.

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ کے تحت لکھا ہے۔ وَكَوْنِهٖ رَحْمَةً لِّلْجَمِيْعِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِیْ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسَبِ الْقَوَابِلِ ٥

ترجمہ: آپ کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ تمام ممکنات پر فیض الٰہی کا آپ واسطہ اور وسیلہ ہیں ان ممکنات کی قابلیت کے مطابق۔

معلوم ہوا کہ جس کو جو فیض نعمت ملی ہے مل رہی ہے یا ملے گی وہ سب صدقہ ہے سرکار دو عالم کا سرکار ابد قرار نے فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِیْ۔ مخلوق خدا میں نعمتوں کو تقسیم کرنے والا میں ہوں اور مجھے اللہ عطا کرتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو نسبتیں ہیں ایک نسبت الی الخالق دوسری نسبت الی الخلق۔

نسبت الی الخالق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خالق سے نعمت حاصل کرتے ہیں اور نسبت الی الخلق یہ ہے کہ خلق میں تقسیم کرتے ہیں ان دونوں نسبتوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی۔ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کا حاجت مند پایا تو اتنا دیا کہ غنی اور مالدار کر دیا پھر نسبت الی الخلق کے بارے میں فرمایا۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○

ترجمہ: اے محبوب اے تقسیم کرنے والے اب اگر آپ کے پاس کوئی یتیم آئے تو اس کے (مانگنے پر) آپ ناراض نہ ہوں اور جو سائل آپ کے دروازہ پر آئے پس اسے خالی نہ موڑیئے اور اپنے رب کی عطاؤں اور نعمتوں کو ہر ایک میں تقسیم کر کے خوب چرچا کرو۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی اور مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ان دونوں آیات پر غور کرو ان دونوں مقامات میں نہ عطا میں تخصیص اور قید ہے اور نہ تقسیم میں مطلب یہ کہ جو بھی مانگو گے وہ ملے گا کیونکہ ہم نے محبوب کو تمہاری ضرورتوں سے زیادہ عطا کر دیا ہے اسی طرح کسی عالم کی بھی قید نہیں لگائی مطلب یہ کہ عالم دنیا میں مانگو عطا ہوگا جب میرا محبوب عالم برزخ میں چلا جائے گا اس وقت مانگو گے عطا ہوگا یعنی خدا کی عطا میں زمان و مکان کی قید نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم میں بھی زمان و مکان کی قید نہیں بلکہ فرمایا۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ یعنی خدا کی عطا کا سلسلہ ہر آن بڑھتا چلا جا رہا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم کا سلسلہ بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

امام ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے۔

هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَ مَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْنِ وَتَحْتَ اِرَادَتِهٖ يُعْطِىْ مِنْهُمَا مَنْ يَّشَاءُ وَيَمْنَعُ

مِنْ یَّشَاءُ ٥

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں خدا کی نعمتوں کے خزانے اور اس کی نعمتوں کے خوان آپ کے ہاتھوں کے مطیع اور آپ کے ارادے کے تحت ہیں ان دونوں میں سے جو نعمت چاہیں کسی کو عطا کردیں اور جس کو چاہیں عطا نہ کریں۔

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

نمبر 6.

امام فخر الدین رازی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر۔ کبیر میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَلَمَّا کَانَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ لَزِمَ اَنْ یَّکُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ کُلِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

ترجمہ: جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1.

حضرت بشر بن شغاف فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن سلام کے پاس بیٹھے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا دنیا کے تمام دنوں سے بڑا دن جمعہ کا دن ہے اس میں تخلیق آدم ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور خدا کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ صاحب عزت ابو القاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بشر نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے۔ فرشتے کہاں گئے بشر فرماتے ہیں عبداللہ بن سلام نے مجھے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے میرے بھتیجے تو جانتا

ہے فرشتے کیا ہیں فرشتے زمین و آسمان بادل پہاڑ ہوا اور ساری مخلوق کی طرح ایک مخلوق ہیں اور ابو القاسم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

(دلائل النبوت ج5ص485)

دلیل نمبر2.

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس کو یہ فرماتے سنا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَضَّلَ مُحَمَّداً عَلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ وَعَلَی الْاَنْبِیَاءِo

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے پوچھا اہل آسمان سے کیسے افضل ہو گئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اہل آسمان کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذَالِکَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ کَذَالِکَ نَجْزِی الظّٰالِمِیْنَo

ترجمہ: اور ان میں جو کوئی کہے میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ اللّٰهُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَo

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

پھر لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آپ انبیاء سے کیسے افضل ہو گئے آپ نے فرمایا ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ٥

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ ٥

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا۔

(شعب الایمان ج 1 ص 173، دلائل النبوت ج 5، ص 486)

دلیل نمبر 3.

ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ٥ (جواھر البھار)

ترجمہ: میں نے زمین کے مشارق و مغارب کی سیر کی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل کوئی نظر نہ آیا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایے کا نہ پایا
.... تجھے یک نے یک بنایا

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام مخلوقات فرشتوں جنوں انسانوں حیوانوں درندوں پرندوں چرندوں نباتات معدنیات مفردات اور مرکبات غرضیکہ کائنات کے ذرے ذرے سے افضل بنایا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا و والا ہمارا نبی

علماء نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے یہاں رحمت سے مراد راحم ہے تو اب مفہوم یہ نکلا کہ: وَمَا اَرْسَلْنَاکَ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّاحَالَ کَوْنِکَ رَاحِماً لِّلْعَالَمِیْنَo

ترجمہ: اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

اس بیان کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام عالمین کیلئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہو گئے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ: اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ o جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

نمبر 1.

سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود درحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رَاحِماً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر 2.

نیز دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا

جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے۔ اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے۔ مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو، اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں، جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت تک وہ اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَاحِمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ہیں تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات ومخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ماکان ومایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رَاحِمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر 3.

تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ

دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے کہ اس کے لئے چلنا پھرنا اور اُٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچا لیں۔ اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لئے ضروری ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لئے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرۂ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حاصل ہے۔

نمبر 4.

چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے

111344

مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوصِ قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرمارہے ہیں اور اس کے حال کے عالم ہیں۔ رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں۔ آپ اپنی حیات، قدرت اختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی ضروری ہے۔

جب آیۂ قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لئے راحم ہونا ثابت ہوگیا تو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت ونورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہوسکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک سے قریب ہوگا تو اس کے علاوہ باقی سب سے دور ہوگا یہ کس طرح ممکن ہے کہ فردِ واحد افراد کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہوگا کہ فرد واحد افراد مختلفہ فی الزمان والمکان سے بیک وقت قریب نہیں ہوسکتا اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہو تو جو لطیف ہوگا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہو

سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب، جنوب و شمال، افریقہ و امریکہ، چین و جاپان میں ہر مسلمان حافظِ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہونے کے باوجود سب سے قریب ہے۔ عالمِ محسوسات میں شکل وصورت اور آواز ہی کو لے لیجئے کہ ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے ایک بولنے والے کی آواز تمام سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے اور ایک ہی شکل وصورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگرچہ حافظانِ قرآن کثیف ہیں اسی طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں، لیکن قرآن شکل و صورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں اس لیے سب کے قریب ہیں کسی سے دور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت اتنی قوی اور ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات ومخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام کا تمام افرادِ ممکنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ ہم کثیف سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لطیف ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے قریب ہونا کوئی امرِ دشوار نہیں۔ آواز کی لطافت کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ہوا جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ ہوا اپنے مقامِ محدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی نہ جا سکے آواز اور ہوا تو کیا یوں کہیے کہ جہاں جبریل امین علیہ السلام کا بھی گزر نہ ہو سکے۔ وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ جاتے ہیں بلکہ جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پائے جاتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو شب معراج کا حال سامنے رکھ لیجئے جس سے آپ کو ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ لطافت ایسی صفت ہے جس کے ہوتے ہوئے قرب اور بعد مکانی کا اشکال باقی نہیں رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے لطیف ہیں کہ تمام کائنات میں کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر لطیف پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد نمبر 3 ص 187 مطبوعہ نولشکور لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ دلیل یہ ہے ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے زیادہ لطیف ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کے برابر کوئی لطیف چیز جہان میں پیدا نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ اس سے زیادہ لطیف ہو۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالموں کے قریب اسی وقت ہو سکتے ہیں کہ جب اعلیٰ درجے کے نورانی، روحانی اور لطیف ہوں۔ چونکہ رَاحِمـاً لِلْعٰلَمِیْنَ ہونے کی وجہ سے ان کا تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کا روحانی، نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہو۔ ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت فرمانے والے ہیں لہٰذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم بھی ہیں اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شئے سے قریب بھی ہیں۔ نیز ایسے روحانی نورانی اور

لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افرادِ عالم سے یکساں قریب ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

نمبر 8.

لفظ رحمت پر کافی بحث ہو چکی اب ذرا لفظ عالمین کو لیجئے ایک لحاظ سے عالمینْ کی دو قسمیں ہیں عالم مجردات اور عالم مادیات۔

عالم مجردات میں فرشتے اور روحیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

فرشتوں کے لئے رحمت:

چار ہزار سال سے چار مقرب فرشتے چار مسائل میں بحث کر رہے تھے جب ان مسائل کا کوئی حل نہ ملا تو انہوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی بعد از بعثت مصطفٰے بارالٰہیہ اپنے محبوب کو آسمانوں پر بلا تا کہ ہماری مشکل حل ہو خدا تعالٰی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات آسمانوں پر بلایا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا خدا تعالٰی نے فرمایا۔ اے محبوب چاروں مقرب فرشتے کن مسائل میں جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کی یا اللہ تو بہتر جانتا ہے پس اللہ تعالٰی نے اپنا یدِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اب پھر خدا نے دریافت فرمایا وہ کونسے مسائل ہیں جن میں چاروں مقرب فرشتے بحث کر رہے ہیں میں نے عرض کی ہاں جانتا ہوں ، چار مسائل کفارات منجیات درجات اور مہلکات ہیں اللہ نے فرمایا تو نے سچ کہا اس کے بعد اللہ نے فرشتوں سے خطاب کر کے فرمایا۔

یَا مَلَائِکَتِیْ وَجَدْتُّمْ حَلَّ الْمُشْکَلَاتِ فَاسْئَلُوْا اَشْکَالَکُمْ o

ترجمہ: اے فرشتوں تم نے مشکلات کا حل پالیا تم اپنے اشکال حل کرالو۔

اس پر حضرت اسرافیل نے عرض کی کفارات کیا ہے یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے سبب اللہ بندوں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تین کام ہیں ایک سخت سردی میں وضو مکمل کرنا دوسرا نماز باجماعت کے لئے پیدل چل کر جانا تیسرا ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پھر میکائیل نے پوچھا درجات کیا ہیں یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے کرنے سے درجات بڑھ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تین کام ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا، لوگوں کو سلام کرنا اور رات کو نوافل یعنی تہجد ادا کرنا۔ پھر جبریل امین نے پوچھا منجیات کیا ہیں یعنی وہ کونسے کام ہیں جن کے کرنے سے انسان نجات پا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تین کام ہیں ظاہراً اور پوشیدہ طور پر خدا سے ڈرنا، فقر و غنیٰ میں میانہ روی اختیار کرنا، غصے اور نرمی میں عدل کرنا پھر حضرت عزرائیل نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہلکات کیا ہیں فرمایا وہ بھی تین کام ہیں کنجوسی کرنا، نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود پسندی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب تم نے سچ کہا۔

(شرح طریقہ محمدیہ ج 2 ص 237)

خدا تعالیٰ خود بھی ان فرشتوں کی مشکلات کو حل فرما سکتا تھا لیکن اس نے یہ کام اپنے حبیب سے کرایا تا کہ ثابت ہو جائے کہ:

(۱) محبوب خدا فرشتوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

(۲) ہمارے پیارے نبی کی بارگاہ میں نوریوں کی مشکلات بھی حل ہوسکتی ہیں تو جس نبی کی بارگاہ میں نوریوں کی مشکلات حل ہوسکتی ہیں۔۔۔

خاکیوں کی مشکلات بھی حل ہو سکتی ہیں۔

روحوں کے لئے رحمت:

شہباز لامکانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ عالم ارواح میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام انبیاء کی ارواح کی تربیت کرتی رہی اس لئے کہ آپ روحوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت پر اپنا ید قدرت پھیر کر تمام انسانی روحوں کو نکالا اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں تو تمام روحوں نے چُپ سادھ لی اور تمام روحوں نے روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھنا شروع کر دیا کہ آج جو روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دے گئی وہی ہم جو اب دیں گے چنانچہ سب سے پہلے روح نبی نے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا بعد میں تمام انبیاء کی روحوں نے پھر اولیاء مومنین اور کفار کی روحوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا عالم ارواح میں آپ کی روح پاک نے تمام انسانی روحوں کی رہنمائی فرمائی اس لئے کہ آپ تمام روحوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

پھر عالم مادیات کی دو اقسام ہیں عالم علوی اور عالم سفلی عالم علوی میں آفتاب مہتاب اور ستارے وغیرہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

آفتاب ومہتاب وانجم کے لئے رحمت:

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دقائق الاخبار میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا جس کا نام شجرۃ الیقین رکھا اس پر پیارے مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو بشکل حور رکھا اس نوری وجود نے ستر ہزار سال تک خدا کی تسبیح کہی بعد ازاں حیاء کا آئینہ بنا کر حضور علیہ السلام کے نوری وجود کے سامنے رکھا آپ کے نوری وجود کو حیاء آ گئی اور آپ کے نور نے عالم انوار میں پانچ سجدے کئے جو بعد میں پانچ نمازوں کی صورت میں فرض ہوئے پھر خدا نے اس نور کی طرف دیکھا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ وَمِنْ عَرَقِ رَأْسِهٖ خَلْقَةُ الْمَلَائِكَةِ ٥ جو سر کو پسینہ آیا اس سے فرشتے پیدا کئے گئے۔

وَمِنْ عَرَقِ وَجْهِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَا فِي السَّمَاءِ ٥

ترجمہ: جو چہرے کو پسینہ آیا اس سے عرش وکرسی لوح وقلم آفتاب مہتاب اور ستارے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے سب کچھ پیدا کیا گیا۔

پتہ چلا کہ آفتاب ومہتاب اور ستاروں کو جو روشنی ملی ہے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوری وجود سے ملی ہے۔ عالم سفلی کی پھر دو اقسام ہیں عالم بحری اور عالم بری۔ عالم بحری میں سمندری مخلوق ہے آپ اس مخلوق کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

سمندری مخلوق کے لئے رحمت:

جب خدا کے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی ترغیب کے نتیجے میں دنیا میں ذکر خدا کی کثرت ہوئی۔ ذکر کی کثرت کی بنا پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اس نتیجہ میں کثرت سے بارش ہوئی برفباری اور اولے برسے جو پگھل کر پانی میں تبدیل ہو گئے۔ دریا بن کر بہنے لگے ان کا پانی سمندر میں آیا آبی جانوروں کی زندگی کا سامان مہیا ہو گیا یہ سب

کچھ اس لئے ہوا کہ آپ سمندری مخلوق کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

عالم بری کی پھر تین اقسام ہیں۔ عالم نباتات، عالم جمادات اور عالم حیوانات آپ ان سب کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

عالم نباتات کے لئے رحمت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب اسلام کافی پھیل چکا ہے اور مسلمان کثیر تعداد میں ہو گئے ہیں اور مختلف ممالک سے آپ کے پاس وفد آتے ہیں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز بنا دی جائے جو بلند ہو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں تا کہ لوگ آپ کو آسانی سے دیکھ سکیں اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری عورت نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک غلام درکھان ہے۔ کیا آپ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس کو حکم دوں کہ وہ آپ کے لئے ایک منبر بنا دے جس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ہاں چنانچہ آپ کے لئے تین درجات کا ایک منبر بنا دیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے لگے وہ کھجور کا تنا اونٹنی کی طرح دردناک آواز میں رونے لگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جو رو کر اپنی ماں کو بلاتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد میں زلزلہ آ گیا اور لوگ بھی رونے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ تنا پھٹ گیا اور حاضرین کو یوں

محسوس ہوا کہ وہ ابھی زمین پر گر جائے گا پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے اُترے اور اس تنے کے قریب جا کر اپنے دست شفقت کو اس پر پھیرا اور پھر اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اس لئے رویا کہ اب اس کے پاس ذکر خدا نہیں ہوتا اگر میں اس کو اپنی آغوش میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ پھر آپ نے اس تنے سے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے دوبارہ اسی باغ میں لگا دیا جائے جس میں تو پہلے تھا تا کہ تیری شاخیں دوبارہ سرسبز و شاداب ہو جائیں اور تو دوبارہ بار آور ہو جائے اور اگر تو چاہے تو تجھے بہشت میں لگا دیا جائے تا کہ اہل جنت تیرا پھل کھائیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے تنے کے ساتھ کان لگائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے آپ نے فرمایا یہ تنا جواب دیتا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے باغ بہشت میں لگا دیا جائے تا کہ اللہ کے دوست میرا پھل کھائیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی آرزو کو پورا فرما دیا۔

کھجور کا تنا نباتات سے ہے پتہ چلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا اسے چپ کرایا وجہ یہ تھی کہ آپ اس کیلئے بھی رحمت بن کر آئے۔

(مدارج النبوت ج1 ص236، دلائل النبوت ص340)

عالم جمادات کے لئے رحمت:

(ا) **زمین:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ جَعَلْتُ الْاَرْضَ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا۔ زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاک کر دی گئی۔

زمین کو تا قیامت مسجد بنا دیا گیا اور پاک کر دی گئی یہ زمین کو اعزاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ملا اس لئے کہ آپ زمین کے لئے بھی

رحمت بن کر تشریف لائے ہیں آپ کی وجہ سے زمین شرک کی آلودگی سے پاک ہو گئی۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ اس کے لئے رحمت بن کر آئے۔ اسلام کے آنے سے مندر کلیسا برباد ہوئے گرجا بے آباد ہو گئے ان کی جگہ مساجد تعمیر ہوئیں جن میں خدا کی عبادت ہونے لگی ذکر خدا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسلام پھیلا تو دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا خدا کی زمین پر قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں آنے لگیں زمین پر تلاوت قرآن حمد خدا اور نعت کے نغمے گونجے یہ سب کچھ اس بنا پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے لئے رحمت بن کر آئے۔

کعبہ: اہل سیر نے لکھا ہے کہ مشرکین نے کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی اور شیطان نے ان بتوں کے پاؤں کو زمین میں محکم کیا ہوا تھا۔ سرور کائنات نے ایک لکڑی کی چھڑی ہاتھ میں لے کر بتوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** ο حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والا ہے۔ بت منہ کے بل گر پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بتوں کی مشرکین عبادت کرتے تو کعبہ نے خدا کی بارگاہ میں شکایت کی یا اللہ تیرے سوا میرے ارد گرد ان بتوں کی پوجا کب تک ہوتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو وحی کی کہ اے کعبہ عنقریب ترے قریب ایک نور پیدا کروں گا اور تری طرف ایک قوم بھیجوں گا کہ وہ مکھیوں اور پرندوں کی طرح آئیں گے اور ترے گرد آواز لگائیں گے۔

(مدارج النبوت ج2ص384)

تین سو ساٹھ سال تک کعبہ کے گرد بتوں کی پوجا ہوتی رہی خدا چاہتا تو خود بھی کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنے محبوب کو بھیج کر کعبہ کو بتوں کی پلیدی سے پاک کرایا تاکہ ثابت ہو جائے آپ کعبہ کے ۔

بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

تیرے آنے سے اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ زور کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

عالم حیوانات کی دو اقسام ہیں عالم حیوانات ارذل اور عالم حیوانات اشرف عالم حیوانات ارذل میں اونٹ ہرنی وغیرہ آپ ان جانوروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔

اونٹ: حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے اونٹ ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تجھے اس کا پھل ملے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی برحق ہے جو ہماری پناہ میں آئے خدا نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور میرے حضور التجا کرنے والا نامرادی سے بَری ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ فرمایا اس کے مالک نے اسے ذبح کر کے کھا لینے کا ارادہ کیا یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا ہے ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک آ گیا جب اونٹ نے انہیں دیکھا وہ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آیا اور آپ کی پناہ لی۔ اس کے مالک نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا یہ اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے آج آپ کے پاس ملا ہے آپ نے فرمایا جانتے ہو اس نے کیا فریاد کی ہے اور وہ بہت بُری

فریاد ہے۔ وہ بولے یہ کیا کہتا ہے فرمایا یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور سردی میں گرم مقام تک کوچ کرتے جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل سے بہت سے اونٹ کر دیئے جو چرتے پھرتے ہیں اب جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کر کے کھا لینا چاہا وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل بات یونہی ہے۔ آپ نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالک کی طرف سے یہ نہیں وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اسے نہ تو فروخت کریں گے اور نہ ہی ذبح کریں گے فرمایا غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تم نے اس کی فریاد نہ سنی اور میں تم سے زیادہ لائق ہوں کہ اس کی فریاد سنوں اور اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں سے رحم نکال لیا ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وہ اونٹ سو روپے میں خرید لیا اور فرمایا اونٹ جا تو آزاد ہے یہ سن کر اونٹ نے اپنی بولی میں کچھ کہا آپ نے فرمایا آمین اس نے دوبارہ آواز نکالی آپ نے پھر آمین کہی اس تیسری مرتبہ آواز نکالی آپ نے پھر آمین کہی اس نے چوتھی بار کچھ آواز نکالی آپ نے گریہ فرمایا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا کہتا ہے فرمایا اس نے کہا اے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اسلام اور قرآن کی طرف سے بہتر جزا دے میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے خوف دور کرے جس طرح آپ نے میرا خوف دور فرما دیا میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کا خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ فرمائے جیسے کہ آپ نے میرا خون بچایا میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کی امت باہمی کشت وخون سے محفوظ رہے اس پر

میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا کر دیں مگر آخری سے منع کر دیا گیا اور مجھے جبریل نے خبر دی کہ میری امت کی فضا تلوار سے ہوگی۔ (الترغیب والترہیب)

اونٹ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے اس کی فریاد رسی کی اور آپ نے منافق مالک سے اونٹ خرید کر اسے آزاد کر کے اسے قتل ہونے سے بچایا اس لئے کہ آپ اونٹ کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

ہرنی: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل میں تشریف لے گئے وہاں ایک ہرنی نے آپ کو پکارا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا تجھے کیا حاجت ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس اعرابی نے قید کر لیا ہے اور میرے دو بچے ہیں اس پہاڑی میں مجھے اتنی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے کہ میں ان کو دودھ پلا آؤں فرمایا ایسا ہی کرے گی نا؟ اس نے عرض کی ہاں آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی تو وہ اعرابی بیدار ہو گیا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیا چاہتے ہیں فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے اس نے فوراً چھوڑ دیا تو وہ فرطِ مسرت میں اچھل کود کر یہ کہتی تھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِo

(شفا شریف ج 1 ص 207)

شانِ رحمت جوش پر آئی چھڑایا قید سے
بیکلی کے ساتھ جب ہرنی پکاری یارسول

حیوانات اشرف کی پھر دو اقسام ہیں جن اور انسان حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

جنوں کے لئے رحمت:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنوں پر قرآن کی تلاوت کروں تم میں سے میرے ساتھ کوئی ایسا آدمی چلے جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر نہ ہو عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں ایک لوٹے میں کھجور کا پانی لے کر آپ کے ساتھ ہولیا آپ نے وہاں پہنچ کر میرے گرد ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا اس کے باہر نہ نکلنا ورنہ قیامت تک نہ تو مجھے دیکھ سکے گا اور نہ میں تجھے دیکھ سکوں گا پھر چلے گئے اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، جب فجر طلوع ہوئی آپ میرے پاس تشریف لائے مجھے دیکھ کر فرمایا تو دائرے کے اندر کھڑا ہے میں نے عرض میں اس اندیشے کے تحت نہ بیٹھا کہ کہیں دائرے سے باہر نہ چلا جاؤں ۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس دائرے سے باہر نکل جاتا تو قیامت تک نہ تو مجھے اور نہ میں تجھے دیکھ سکتا ۔ پھر آپ نے پوچھا ترے پاس وضو کے لئے پانی ہے میں عرض کی کھجور کا پانی ہے فرمایا کھجور بھی پاک ہے اور اس کا پانی بھی پاک ہے پھر آپ نے اس سے وضو فرمایا کہ نماز ادا فرمائی بعد ازاں دو جن کھڑے ہوئے اور عرض کی ہماری خوراک مقرر فرما دیں آپ نے فرمایا گوبر اور ہڈیاں۔

(طبرانی کبیر ج10 ص63)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں کی درخواست پر ان کی خوراک گوبر اور ہڈیاں مقرر فرمائیں ۔ اس لئے کہ آپ جنوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ ○
(طبرانی کبیر ص 77)

ترجمہ: گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔

انسانوں کی چار اقسام ہیں آپ ان سب کے لئے رحمت بن کر تشریف لاتے ہیں۔

(۱) سعید لباس سعادت میں:

ان سے مراد انبیاء کرام اولیاء عظام اور مومنین ہیں۔ آپ ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ تمام انبیاء کے نور کو دیکھو جب آپ کے نور نے تمام انبیاء کے نور کو دیکھا تو آپ کا نور سب انوار انبیاء پر غالب آ گیا انہوں نے حیران ہو کر پوچھا الٰہی یہ کس کا نور ہے جس نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ارشاد ہوا یہ نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اگر تم اس نور پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرف نبوت سے سرفراز کیا جائے گا سارے انبیاء آپ پر ایمان لائے تو خدا نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو جو نبوت ملی تو یہ صدقہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیونکہ آپ ان کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔ قرآن مجید میں خدا نے ارشاد فرمایا۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ ○

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے مومنوں کے لئے رحمت ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ تمام انبیاء اولیاء اور مومنین کے لئے رحمت بن کر

تشریف لائے ہیں۔

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر
سلام اس پر جو آیا صادق الوعد وامین بن کر

(ب) شقی لباس شقاوت ہیں:

یہ وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں مشرک ہیں وغیرہ آپ ان کے لئے بھی رحمت ہے مثلاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا وہ لشکر وہاں سے ان کے سردار کو گرفتار کر کے لے آیا اور لا کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس سردار یمامہ ثمامہ بن اثال سے فرمایا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس نے جواب دیا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر معاف کریں گے تو ایک شاکر کو معاف فرمائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو مال دے دیا جائے۔ آپ نے اسے دوسرے دن تک چھوڑ دیا۔ دوسرے دن آپ پھر پہلے والا سوال کیا اس نے بھی کل ڈالا جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اس کو کھول دو ثمامہ بن اثال مسجد سے نکل کر قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا غسل کیا اور مسجد میں آ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم آپ کے چہرے سے بڑھ کہ میرے نزدیک کوئی چہرہ مبغوض نہ تھا آپ کے دین سے بڑھ کر میرے لئے کوئی دین مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا دین تمام دینوں اور آپ کا شہر تمام شہروں سے مجھے محبوب ہیں میں عمرے کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لشکر نے مجھے پکڑ لیا اب

آپ کی کیا رائے ہے آپ نے اسے عمرے کا حکم دیا جب یہ مکہ پہنچا تو مشرکین نے کہا کیا تو بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور جب تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دیں گے تمہارے پاس نجد سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ثمامہ بن اثال نے یمامہ سے غلے کی ترسیل بند کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا سات سال تک سخت قحط میں گزرے مشرکین نے ابوسفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس نے آ کر حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ کا خیال ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین بن کر آئے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ نے بڑوں کو غزوہ بدر میں تہ تیغ کیا اور چھوٹوں کو قحط میں مبتلا کر دیا وہ فاقوں سے تنگ آ گئے ہیں وہ ہڈیاں چبا رہے ہیں مردار کھا رہے ہیں۔ آخرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو ترسیل غلہ کا حکم صادر فرمایا۔ (دلائل النبوت ج 4 ص 78، سنن کبریٰ ج 9 ص 66)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین مکہ پر رحم کھاتے ہوئے ترسیل غلہ کی اجازت دے دی جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ مشرکین کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔ آج بھی کافر لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے عام عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ o

ترجمہ: اے محبوب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا اس لئے کہ تو ان میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت میں اُٹھا لیا لیکن آپ کی قبر انور زمین پر ہے حکمت یہ ہے کہ کافروں پر عذاب نازل نہ ہو۔

منکر اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ ﷺ کی

(ج) شقی لباس سعادت میں:

اس قسم میں منافقین آتے ہیں حضور سرور کائنات منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کو اپنا قمیص بطور کفن دیا نیز اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی جیسے کہ مسلم شریف کی روایت سے ثابت ہے حالانکہ وہ منافق تھا بلکہ منافقوں کا سرغنہ تھا لیکن محققین علماء نے قمیص عطا فرمانے اور نماز جنازہ پڑھنے میں جو حکمتیں بیان کی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

عطائے قمیص میں حکمتیں:

(۱) عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیش کش کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے اسے قمیص عطا فرمایا۔

(۲) عبداللہ بن ابی کا لڑکا عبداللہ مخلص مومن تھا اس کی دلجوئی کے لئے آپ نے قمیص عطا کیا۔

(۳) کفن کے لئے قمیص عطا نہ کرنا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لئے قمیص عطا فرمایا۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی چیز مانگی جائے تو آپ نا نہیں کرتے بشرطیکہ وہ چیز آپ کے پاس موجود ہو۔

(۵) آپ نے قمیص عطا فرما کر قرآن پر عمل کیا خدا فرماتا ہے۔ وَاَمَّا

السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور سائل کو نہ جھڑکیں۔

(۶) بدر کے دن عبداللہ بن ابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا قمیص پہنایا تھا اس کا بدلہ اتارنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص اسے عطا فرمایا۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ اِنَّ قَمِيْصِيْ لَا يُغْنِيْ عَنْهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يَّدْخِلَ بِهٖ اَلْفًافِي الْاِسْلَامِ ۝

(فتح الباری ج 8 ص 336)

آپ نے فرمایا میرا قمیص اس کو عذاب سے نہ بچا سکے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے قمیص عطا فرمانے کی وجہ سے ایک ہزار منافق مخلص مومن بن جائیں گے۔

(روح المعانی ج 10 ص 154، عمدۃ القاری ج 8 ص 54،
فتح الباری ج 8 ص 336)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص عبداللہ بن ابی کے لئے عطا فرمایا کہ آپ منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے آپ کا قمیص نہ دینا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی تھا۔ اس لئے آپ نے اسے اپنا قمیص بطور کفن دیا۔

نماز جنازہ میں حکمتیں:

(۱) کیونکہ عبداللہ بن ابی بظاہر مسلمان تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی۔

(۳) قوم خزرج کا سردار تھا اس لئے قوم خزرج کی تالیف قلوب مقصود تھی۔

(۴) آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی استغفار بھی اس کے لئے کیا لیکن اس استغفار سے مراد مغفرت نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی ہو جائے۔

(۵) آپ نے رئیس المنافقین کی نماز جنازہ اس لئے پڑھائی کہ آپ منافقوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں۔

(د) سعید شقاوت کے لباس میں:

اس سے مراد وہ کافر ہے جو آخر کار مسلمان ہو کر اس دُنیا سے چلا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے ہیں مثلاً

حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک صحرا میں پہنچے یکا یک ہم نے دیکھا کہ ایک شتر سوار سامنے سے آ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا میں اپنے مال اولاد اور کنبے کے پاس سے آ رہا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتا ہوں آپ نے فرمایا تو پہنچ گیا۔ آپ نے اس کو اسلام سکھایا اس کے اونٹ کا ہاتھ چوہوں کے سوراخ میں واقع ہو گیا اونٹ گر پڑا وہ مرد سر کے بل اونٹ پر سے گرا اور مر گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے دو فرشتوں کو دیکھا اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے ہیں پھر آپ نے اس مرد کو قبر میں داخل کیا اور آپ دیر تک ٹھہرے رہے آپ نے فرمایا کل حور العین اتر کر

آئیں ہر حور یہ کہتی تھی میری شادی اس کے ساتھ کر دیجئے آپ نے قبر سے نکل کر فرمایا میں نے ستر حوروں کو اس کے نکاح میں دے دیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اختیار دیا ہے کہ آپ جس حور کی شادی جس بندۂ مومن سے چاہیں کر دیں۔

(۲) اس شتر سوار نے کوئی نماز نہیں پڑھی کوئی زکوۃ ادا نہیں کی کوئی روزہ نہیں رکھا کوئی حج اور عمرہ ادا نہیں کیا کوئی جہاد نہیں کیا صدقہ و خیرات نہیں دیئے صرف اسلام قبول کرنے سے جنتی ہو گیا۔ کیوں اس لئے کہ اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَهٗ اسلام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر میں اترے تا کہ اس کی قبر آپ کے قدموں سے مشرف ہو جائے اور آپ نے اس کے نکاح میں ستر حوروں کو دیا کیونکہ آپ اس کے لئے رحمت بن کر آئے۔

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا
قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

❁❁❁❁

رسالت

وَاَرۡسَلۡنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ۝

ترجمہ: اور ہم نے تجھے لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا۔

رسول وہ جس کو مرتبہ رسالت پر فائز کیا جائے اور رسالت کے معنے ہیں کچھ دے کر کسی کے پاس کچھ دینے کے لئے بھیجنا۔

کچھ دے کر بھیجنا:

اب دیکھنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کیا دے کر بھیجا ہے۔

(۱) آپ کو کوثر دیا گیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ کوثر سے مراد دنیا اور آخرت کے سارے خزانے ہیں۔ اب آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ ہم نے تمہیں دنیا اور آخرت کے سارے خزانے عطا کر دیئے۔

عطیہ اگر چہ بہت نفیس ہو اور قیمتی ہو لیکن جب تک اس میں دوام اور ہیشگی نہ ہو نعمت کاملہ نہیں بنتا اور جب تک واپس لئے جانے کا احتمال ختم نہ ہو قابل فخر نہیں بنتا اور نہ ہی موجب راحت و سرور تام ہو سکتا ہے۔ اگر اس عطیہ اور ہدیہ کے مقابل کوئی عوض ہو اگر چہ یہ معمولی اور حقیر سا کیوں نہ ہو لیکن اب اسے واپس نہیں لیا جا سکتا اور شرعاً اس میں رجوع جائز نہیں لہٰذا اس صورت میں وہ عطاء نعمت کامل ہو گی اور موجب سرور تام ہو گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دنیا اور آخرت کے تمام خزانے عطا فرمائے اور غیر محدود اور غیر متناہی عطیات سے سرفراز فرما کر ساتھ ہی تھوڑا سا عوض طلب فرما لیا۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۝ اپنے رب کے لئے نماز ادا کر اور قربانی پیش کرتا کہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کہ اب اس ہدیہ اور نعمت میں رجوع نہ ہو گا بلکہ یہ انعام و اکرام ہمیشہ ہمیشہ آپ کو

حاصل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مقام عطا میں یہ نہیں فرمایا کہ کوثر عطا کریں گے بلکہ فرمایا ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوب خدا دنیا میں آنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ کے ہاں تمام خزانوں کے مالک ومختار ہیں اس لئے فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ٥ میں اس وقت بھی ملک رسالت کا تاجدار تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا مجسمہ تیار کیا جا رہا تھا۔

خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اِنَّا اَعْطَیْنَا الرَّسُوْلَ، اِنَّا اَعْطَیْنَا النَّبِیَّ، اِنَّا اَعْطَیْنَا النَّذِیْرَا، اِنَّا اَعْطَیْنَا الْبَشِیْرًا۔ اگر ایسا ہوتا تو مطلب یہ ہوتا کہ خدا نے جو خزائن بھی آپ کو عطا کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ آپ نبی، رسول اور بشیر و نذیر ہیں بلکہ اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرْ کہہ کر صرف اس طرف اشارہ کیا کہ کسی وصف کا لحاظ کئے بغیر صرف تمہاری ذات پر یہ کرم ہوا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کو نبی ورسول یا بشیر ونذیر نہ بھی بنایا جاتا تو بھی یہ سارے خزانے تیرے لئے تھے۔

(ب) خدا تعالیٰ نے آپ کو تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے اس پر آسمان سے سخت آواز آئی فرمایا جبریل یہ کیا عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی جو کلام آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا۔ فَبَعَثَنِیْ اِلَیْکَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ٥ مجھے خدا نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونا اور چاندی بنا دوں۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کام میں ابھی کردوں آپ کو اختیار ہے آپ بادشاہ نبی بنیں یا نبی بندے بنیں جبریل نے تواضع اختیار کرنے کو کہا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی کبیر ج10 ص288)

مالک دین و دنیا ہو کر دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں کا مالک و مختار بنایا ہے۔ اس لئے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک المفاتیح صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بَیْنَ اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِیْٓ ءَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ o

ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحُ الْاَرْضِ o** (مسند امام احمد)

ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اُوْتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَ نِیْ بِهٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ قَطِیْفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ o

ترجمہ: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش تھا۔ (دلائل النبوت)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضہ کر لیا۔ پھر ایک اور ابر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر روشنی ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز رنگ کا لپٹا ہوا کپڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹھی مبارک میں ہے اور کوئی منادی کہہ رہا ہے واہ واہ۔

قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهٖ ٥

ترجمہ: ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضے میں آ گئی، زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (الامن والعلیٰ)

شہنشاہ زمانہ باہزاراں کروفر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ ملک میں سب خشک و تر آئے

حضور پُر نور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن پلصراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینے پر کھڑا ہو جائے گا

اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے مجھے نہ پہچانا تو سنو میں مالک جہنم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کروں۔ ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینے پر آ کر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا اے گروہ مسلمان جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان جنت ہوں، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دوں اور ان کا حکم ہے کہ میں یہ کنجیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں۔

(نزہتہ المجالس ج 2 ص 346)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خزانوں کی کنجیاں، زمین و آسمان کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں اور دوزخ کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ اب امام الوہابیہ کا اقرار سنیئے۔

تقویت الایمان ص 17 پر لکھتا ہے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے قبضۂ اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے اور جب چاہے نہ کھولے۔ چونکہ مذکورہ تمام خزانوں کی کنجیاں خدا نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دی ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں جس کو جب چاہیں جس خزانے سے چاہیں عطا کر دیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

(مولانا حسن رضاؒ)

کیوں نہ عالم پہ ہوا احسان احمد مختار کا

ہے وہ مالک خالقِ کونین کی سرکار کا

(ظفر)

کس کی طرف بھیجا:

خدا فرماتا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ ہ

ترجمہ: اے لوگوں تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آیا۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ہ

ترجمہ: تم فرما دو اے لوگوں میں تم سب کی طرف رسول ہوں۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ہ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ہ

ترجمہ: اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ اس کے ذریعے میں تمہیں ڈراؤں اور اسے جسے یہ پہنچا۔

مسلم شریف میں حدیث موجود ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً o
میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

جب تمام انسانوں کے نبی ہیں تو تمام انسانوں کی زبانیں بھی جانتے ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ o

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کے نبی ہیں لہٰذا تمام انسانوں کی تمام زبانوں کو جانتے ہیں مگر مولوی خلیل احمد دیوبندی نے اپنی کتاب براہین القاطعہ ص 30 پر لکھا ہے۔

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ نے عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آ گئی۔

اس خواب سے پتہ چلا کہ:

(ا) جب تک علماء دیوبند سے واسطہ نہیں پڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اردو زبان نہ آتی تھی نتیجہ یہ نکلا کہ دیوبندی علماء سے سن کر آپ نے اردو بولنا سیکھا اس میں خرابی یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ علماء دیوبند کے رسول نہیں اگر ان کے رسول ہوتے تو ان کی زبان آنی چاہیے تھی اس میں در پردہ اپنے آپ اور علماء دیوبند کو آپ کی امت سے خارج کیا گیا۔

(ب) علماء دیو بند کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اردو میں استاد ثابت کرنے کی ناپاک جسارت ہے حالانکہ آپ صرف خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں باقی سب کے استاد ہیں۔ مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری ج 9 ص145 پر لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم عطا فرمایا ہے اور شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔

اَوَّلُ نَائِبٍ کَانَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَلِیْفَۃُ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامَ ٥

حضرت آدم علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نائب اور خلیفہ ہیں جب نائب اور خلیفہ کے علم کا یہ کمال ہے کہ وہ سات لاکھ زبانوں کا علم جانتا ہے تو اصل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا کمال ہو گا علامہ زرقانی نے زرقانی ج 1 ص 70 پر لکھا ہے ہے۔

لِاَنَّ الْمُصْطَفٰے یُخَاطَبُ کُلَّ اِنْسَانٍ بِلُغَتِہٖ٥

(زرقانی ج 1 ص 70)

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر انسان سے اس کی زبان میں کلام فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے چار صحابہ کرام کو چار بادشاہوں کی طرف بھیجا قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی جب چاروں صحابہ ان چاروں بادشاہوں کے دربار میں پہنچے تو ان کی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔

فَاَصْبَحَ کُلُّ مِنْھُمْ یَتَکَلَّمُ بِلُغَۃِ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ٥

(خصائص کبریٰ ج 1)

ہر صحابی اس قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا جس کی طرف وہ بھیجا گیا تھا

کچھ دینے کے لئے بھیجنا:

چند آیات قرآن ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖo

ترجمہ: ان کو نہیں برا لگا مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗo

ترجمہ: کاش وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو عطا کیا۔

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاo

ترجمہ: اور جو رسول تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِo

ترجمہ: جب تو اس کو فرماتا تھا جس پر اللہ نے انعام کیا اور تو نے انعام کیا۔

علامہ ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے:

اِنَّهٗ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ یَدَیْهِ وَتَحْتَ اِرَادَتِهٖ یُعْطِیْ مِنْهُمَا مَنْ یَّشَآءُ وَیَمْنَعُ مَنْ یَّشَآءُo

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے خوان ان کے ہاتھوں پر رکھ دیئے ہیں۔ اور ان کے ارادے کے ماتحت اور مطیع کر دیئے ہیں ان دونوں میں سے جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں منع کر دیتے ہیں۔ (جوہر منظم ص 42)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے اتنا مال آیا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا مال نہ آیا تھا آپ نماز کے لئے تشریف لائے اور

بکھرے ہوئے۔ مال کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی جب آپ نے نماز ادا فرمائی تو آپ مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے جو بھی نظر آیا۔ آپ نے اسے مال عطا فرمایا اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی عطا فرمائیں کیونکہ میں نے بدر کے دن اپنا اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ ادا کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لے لو۔ انہوں نے اپنا کپڑا بچھا کر اس میں مال ڈالنا شروع کر دیا اتنا مال ڈال لیا کہ اکیلے اسے اٹھا نہ سکے عرض کی کسی کو کہیں مجھے اٹھوا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کام میں نہیں کروں گا۔ عرض کی پھر آپ اُٹھوا دیں فرمایا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ناچار تھوڑا سا مال نکالنا پڑا پھر مال اپنے کندھے پر اُٹھا لیا اور چلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھنا شروع کر دیا کہ کتنا حرص ہے مال کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک مال تقسیم کرتے رہے جب تک تمام ختم نہیں ہو گیا۔ (ابن عساکر ج 7 ص 234)

اُٹھا جب دستِ عطائے محمد ﷺ
غنی بن گئے ہیں گدائے محمد ﷺ

خدا کا دیا ہے تیرے پاس سب کچھ
تیرے ہوتے کیا ہم کو حاجت کسی کی

زمانے کی دولت نہیں پاس پھر بھی
زمانے میں بٹتی ہے دولت کسی کی

جنت عطا کرتے ہیں:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا بَنِيْ آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ○

ترجمہ: اے انسان شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈالدے جیسے کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا۔

اس آیت میں جنت سے نکالنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے شیطان بیماری اور نبی اس کا علاج لہٰذا اگر شیطان جنت سے نکال سکتا ہے تو نبی جنت میں داخل کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں لایا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا دریا جوش پر آیا فرمایا سَلْ يَا رَبِيْعَةُ اے ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت چاہیے فرمایا کچھ اور عرض کی بس یہی کافی ہے۔ فرمایا میری اعانت کر کثرت سجود سے۔

(مسلم شریف ج 1 ص 193)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَكَّنَهُ مِنْ اَعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ○

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرما دیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ اُحد کے دن حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہ گئے آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریش تھے جب کفار نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا۔

مَنْ یَّرُدُّھُمْ عَنَّا وَلَہُ الْجَنَّۃُ اَوْھُوَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ ۝

ان کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا اس کو جنت ملے گی یا فرمایا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا پھر انصار میں سے ایک شخص بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا کفار نے پھر آپ کو گھیر لیا آپ نے فرمایا ان کو ہم سے کون دور کرے گا۔ اس کے لئے جنت ہے یا فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا ایک اور شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا پھر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا حتیٰ کہ وہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ (مسلم شریف کتاب الجہاد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ایک آدمی سے فرمایا اپنا گھر میرے ہاتھ فروخت کر دے تا کہ میں مسجد حرام میں توسیع کر دوں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا میں ضامن ہوں اس نے عذر کیا پھر فرمایا انکار کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا آپ نے اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی میں وہ مکان خرید کر لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب وہ میرا گھر ہے کیا آپ ایک جنتی مکان کے عوض لیتے ہیں جس کے لئے آپ میرے لئے ضامن ہو جائیں فرمایا ہاں۔

فَاَخَذَ مِنْہُ وَضَمَنَ لَہُ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَاَشْھَدُ عَلٰی ذَالِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مکان لے کر ان کے لئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملے پر گواہ بنا لیا۔

(الامن ص 260)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا گیا اور آپ نے خلافت کے بارے میں مشورے کا حکم دیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی ابا جان جن لوگوں سے خلیفہ انتخاب کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے لوگ تو ان کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو آپ کو حاضرین نے سہارا دے کر بٹھا دیا فرمایا عثمان کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا جب عثمان شہید ہوں گے آسمان سے فرشتے آ کر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ صرف عثمان کی خاصیت ہے فرمایا ہاں عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے عبدالرحمٰن تیل والی دو روٹیاں لائے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیری دنیا کا خدا ضامن ہے اور آخرت کا میں ضامن ہوں۔ طلحہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں ایک سرد رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سواری سے کجاوہ گر پڑا فرمایا کون ہے میرے کجاوے کو درست کر دے اس کے لئے جنت ہے حضرت طلحہ نے جلدی سے آپ کا کجاوہ درست کر دیا۔ آپ نے فرمایا لَکَ الْجَنَّةُ عَلَیَّ یَا طَلْحَةُ ۔ اے طلحہ ترے لیے جنت میرے ذمے ہے اور زبیر کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ حضرت زبیر پنکھا جھل رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خواب استراحت میں جلوہ فرما رہے ہیں۔ بیدار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا اے زبیر کب سے پنکھا جھل رہے ہو۔ عرض کی جب سے آپ سو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ جبریل تجھے سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

میں تجھے شرِ جہنم سے محفوظ رکھوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اے علی تیرا ہاتھ قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جہاں میں داخل ہوں گا تو بھی وہاں داخل ہوگا۔ (طبرانی اوسط ج 4 ص 123)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دانت شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہوا جس سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ حضرت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید کر دی جب وہ چوس رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے پھینک دے تو اس نے کہا واللہ میں آپ کے خون کو زمین پر ہرگز نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا o

(سنن سعید بن منصور ج 1 ص 221)

ترجمہ: جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ اُحد کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کون ہے قوم مشرکین کی طرف جائے اور ان کی خبر لائے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ کوئی صحابی بھی کھڑا نہ ہوا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت تھوڑی دیر تک نماز پڑھی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر پہلے کی طرح فرمایا لیکن پھر بھی کوئی صحابی کھڑا نہ ہوا پھر آپ نے کچھ دیر تک نماز پڑھی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

مَنْ رَجُلٌ فَيَقُوْمُ فَيَنْظُرُلَنَا مَافَعَلَ الْقَوْمُ عَلَيَّ اَنْ يَّكُوْنَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِo

ترجمہ: کون ہے جو قوم کا پتہ لگائے کہ انہوں نے کیا کیا ہے اس انعام پر کہ جنت میں میرا رفیق ہو۔

لیکن شدت خوف، شدت بھوک اور سردی کی شدت کی وجہ سے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا جب کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں اُٹھ کر آپ کے پاس آیا اور میرے دونوں پہلو تھر تھر کانپ رہے تھے۔ آپ نے میرے چہرے اور سر کو چھوا فرمایا جاؤ قوم مشرکین کی خبر لاؤ لیکن وہاں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی یہاں تک کہ تم واپس آ جاؤ میرے پاس پھر آپ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِo

ترجمہ: یا اللہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اور اوپر نیچے سے اس کی حفاظت فرما میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور چل پڑا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کہ میں گرم حمام میں چل رہا ہوں ۔ میں اس قوم میں پہنچ گیا خدا تعالیٰ نے ہوا کا ایسا طوفان بھیجا اور اپنا ایسا لشکر بھیجا کہ ان کی ہنڈیاں خیمے اور آگ کے برخچے اُڑ گئے اور ابوسفیان کھڑا آگ تاپ رہا تھا میں نے اپنا تیر کمان سنبھالا اور اس کا نشانہ باندھا اگر میں تیر پھینکتا تو نشانے پر جا کر لگتا لیکن پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یاد آ گیا کہ وہاں چھیڑ چھاڑ نہ کرنا میں نے تیر ترکش میں رکھ لیا جب ابوسفیان نے ہوا کا طوفان دیکھا کہ ان چولہوں سے ہنڈیاں گرا دی ہیں

خیمے اکھڑ گئے ہیں اور آگ بکھر گئی ہے کہا اے گروہ قریش ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو اور خوب پہچان لینا ایک دوسرے کو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا تم مجھے پہچانتے نہیں میں قبیلہ ہوازن کا فلاں آدمی ہوں۔ ابوسفیان نے کہا بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا پھر یہ طوفان ہے چلو واپس ہو چلو اور میں تو جا رہا ہوں پھر اس نے اپنے اونٹ کو کھولا اور چلتا بنا پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی واپس ہوا اس حال میں کہ گویا میں گرم حمام میں چل رہا تھا۔ جب میں واپس پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سارے حالات کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے پھر میں اس طرح لیٹ گیا کہ آپ کے پاؤں میرے سینے پر تھے۔ صبح ہونے پر آپ نے فرمایا قم یا نومان اے سونے والے اُٹھ جا۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

اَنَّہٗ لَوْ لَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ مَا تَرَکَتِ الرِّیْحُ اَحَدًا مِّنَ الْکُفَّارِ اِلَّا جَعَلَتْہٗ کَالرَّمِیْمِ کَمَا عَادَنِ الرِّیْحُ الْعَقِیْمُ۝

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے تو وہ ہوا کا طوفان کافروں کو اس طرح نیست و نابود کر دیتا جس طرح ہوا نے قوم عاد کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

اور ایک حدیث میں کہ جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے راستے میں بارہ گھوڑ سوار دیکھے جن کے عمامے سفید تھے انہوں نے مجھے کہا کہ اپنے نبی سے کہنا کہ خدا تعالیٰ نے ان سے ان دشمن کے شر کو دفع کر دیا ہے اور خدا نے تجھے کفایت کی ہے۔ (تفسیر مظہری ج 7 ص 303)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کو جنت عطا فرمائی اس لئے کہ آپ خدا کی عطا سے جنت کے مالک ومختار ہیں چنانچہ:

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا اے میرے بیٹے تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے اس خلافت کو تقویٰ کی عمارت اور مضبوط رسی سے تھام لو جب بھی تم خدا کا ذکر کرو تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ضرور کرنا میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا میں نے آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نہ لکھا ہو میرے رب نے مجھے جنت میں سکونت دی میں نے جنت کے ہر محل اور ہر چوبارے پر آپ کا نام لکھا ہوا دیکھا حوروں کے سینوں پر فرشتوں کی پیشانی پر شجر طوبیٰ اور سدرہ کے پتوں پر آپ کا نام لکھا دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے پر بھی آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ (ابن عساکر ج 6 ص 359)

جب کوئی کوٹھی یا بنگلہ بناتا ہے تو اس کے دروازے اپنا نام لکھوا لیتا ہے جو اس طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ اس کا معمار کوئی اور ہے لیکن مالک میں ہوں بلا مثال وتمثیل جنت کے دروازے اور ان کے مکانوں کے دروازوں حوروں کے سینوں فرشتوں کی پیشانی شجر طوبیٰ اور سدرہ کے پتوں پر آپ کا نام لکھا جانا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام چیزوں کا بنانے والا خدا ہے لیکن خدا کی عطا سے آپ ان تمام چیزوں کے مالک ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب اے منکر دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

رسول کی دو اقسام ہیں۔ (ا) بے اختیار رسول مثلاً خدا فرماتا ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پروں والے رسول بنانے والا ہے۔

فرشتے خدا کے رسول ہیں لیکن بے اختیار رسول ہیں جو خدا کی طرف سے ان کو پیغام دیا جاتا ہے وہ من وعن پیغمبر تک پہنچا دیتے ہیں ان فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

(ب) بااختیار رسول خدا فرماتا ہے۔

نمبر 1۔ مَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًاO

ترجمہ: کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو ان کو اپنی مرضی کا کوئی اختیار رہے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں ہے۔

اس کی تفسیر میں علماء نے بیان فرمایا کہ قبل از طلوع اسلام نبی کریم نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کرنا چاہا جب رشتہ طلب فرمایا تو اول تو راضی ہوگئیں یہ سمجھ کر کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لئے رشتہ طلب فرما رہے ہیں لیکن جب اصل حقیقت کا پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رشتہ حضرت زید کے لئے طلب فرما رہے ہیں تو انکار کر دیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں ایسے شخص سے نکاح پسند نہیں کرتی اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی انکار کر دیا اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اسے سن کر دونوں بہن بھائی تائب ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ ظاہر ہے کسی عورت پر فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر ضرور راضی ہو جائے۔ خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت کا مقام بہت بلند ہو کر وہ نبی کے خاندان میں سے ہو اس کے باوجود اپنے حبیب کا دیا پیغام نہ ماننے پر رب تعالیٰ

نے بالکل وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض ربانی کے ترک پر فرمائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو کچھ رسول نے فرمایا وہ بھی فرض قطعی ہو گیا ہے اس کا ماننا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کے حکم کا ماننا فرض ہے جو اس کو نہ مانے گا وہ صریحاً گمراہ ہے ائمہ محققین نے فرمایا ہے کہ خدا نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ احکام شریعت میں جو بات چاہیں واجب کر دیں اور جو چاہیں ناجائز کر دیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے کیونکہ نکاح کا فیصلہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا لیکن خدا نے فرمایا جو خدا اور اس کا رسول فیصلہ فرما دیں اس پر مزید دلائل آئندہ آرہے ہیں۔

نمبر 2. خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَيَحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ٥

ترجمہ: اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔

نمبر 3. خدا فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ٥

ترجمہ: ان سے لڑو جو اللہ اور آخرت کے دن کو نہیں مانتے اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں۔

اب حلت وحرمت کی الگ الگ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حلت کی امثلہ:

نمبر 1. حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

اُحِلَّتْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَاَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ٥ (کنز العمال ج 15 ص 277)

ترجمہ: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔

حالانکہ خدا فرماتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ ٥

ترجمہ: تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔

احکام شریعت میں اختیار:

خدا تعالٰی کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام شریعت میں مکمل اختیار دیا گیا ہے، احکام خداوندی میں سے جس کو چاہیں کسی خاص آدمی کے لئے ساقط فرما دیں اور جس حکم کو چاہیں کسی خاص کے ساتھ کر دیں چنانچہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیسے عرض کی وَقَعْتُ عَلٰى اِمْرَأَتِيْ فِيْ رَمَضَانَ ٥ میں ماہِ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی عورت کے ساتھ ہمبستری کر بیٹھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ فَأَعْتِقْ رَقَبَةً۔ ایک غلام آزاد کر دو، عرض کی میرے پاس غلام کہاں سے آیا فرمایا فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ٥ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، عرض کی اتنی طاقت نہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ فَاَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اتنی طاقت بھی نہیں۔ (اتنے میں) حضور علیہ السلام کے پاس کھجوروں سے بھری ہوئی ایک زنبیل لائی گئی۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا یہ کھجوریں لے جاؤ اور جا کر غریبوں میں تقسیم کر دو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ہم سے زیادہ

بھی غریب ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مدینہ میں کوئی گھر ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جاؤ اپنے اہل وعیال کو جا کر کھلا دو۔

(بخاری مصری ج 3 ص 289، مسلم شریف ج 1 ص 354)

غور کرو کہ جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے متواتر روزے رکھے اور یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو احکامِ شریعت کا مالک و مختار بنایا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بہت سے شرعی احکام نزولِ قرآن سے پہلے ہی جاری فرما دیئے تھے چنانچہ حرام و حلال عورتیں، حرام و حلال غذائیں، وضو اور غسل کے احکام ہجرت سے پہلے ہی دیئے جا چکے تھے ان کا نزولِ قرآن میں بعد ہجرت ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں ہجرت سے پہلے وضو کیسے کرتے غسل کیوں کر کرتے اور نکاح وغذا کے احکام کیسے معلوم ہوتے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَامِ کَانَ فِیْ مُشَقَّةٍ عَظِیْمَةٍ مِنْ حِکَّةِ الْبَدْنِ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِیْ لُبْسِ قَمِیْصِ الْحَرِیْرِo

ترجمہ: بے شک عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کو جسمانی خارش کی سخت تکلیف تھی، حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دی۔

اگر چہ ریشم کا کپڑا پہننا مسلمان مردوں کے لئے ناجائز ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبُ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ ٥

ترجمہ: ریشم کا لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں پر حرام کیا گیا۔

(ریاض الصالحین ج 1 ص 475)

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کے لئے اس حرمت کو حلت میں بدل کر یہ ثابت فرما دیا کہ ہم جس کے لئے چاہیں حرام چیز حلال فرما دیں اور جس کے لئے چاہیں حلال چیز حرام کر دیں۔ جیسے کہ جنگ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ پر ان کی منکوحہ بیویاں کچھ عرصہ کیلئے حرام فرما دیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت سہلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سہلہ ابو حذیفہ کی بیوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یارسول اللہ ابو حذیفہ کا غلام سالم میرے گھر آتا ہے (میں کیا کروں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو اس کو اپنا دودھ پلاوے۔ حضرت سہلہ نے اس غلام سالم کو اپنا دودھ پلا دیا۔ حالانکہ وہ بڑی عمر والا تھا اور اس سے پہلے جنگ بدر میں شریک ہو چکا تھا۔

(جواہر البحار ج 1 ص 359، خصائص کبریٰ ج 2 ص 689)

دو سال کی عمر سے زائد بچے کو دودھ پلانا حرام ہے جیسے کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی دو سال کی مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا یا پینا جائز نہیں۔

(بہارِ شریعت ج 7 ص 30)

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اجازت اور رُخصت دے دی کہ وہ بڑی عمر والے بدری سالم کو اپنا دودھ پلا دے۔ یہ حضور علیہ السلام کے احکامِ شریعت کے مالک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرد اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا آپ نے اس اعرابی کو اپنے پیچھے کرلیا تا کہ اسے اس کے گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چلنے میں سرعت کی اور اعرابی سست رفتار تھا بعض لوگوں نے اس اعرابی کے پاس آ کر اس گھوڑے کا مول کیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس گھوڑے کو خرید لیا ہے۔ بعض لوگوں نے آپ کی قیمت خرید سے زیادہ قیمت لگا دی اس پر اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آواز دی اور کہا کہ اگر اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اس کو فروخت کر دوں۔ حضور علیہ السلام اس اعرابی کی آواز پر کھڑے ہو گئے اتنے میں وہ اعرابی قریب آ پہنچا آپ نے اس سے فرمایا کیا میں نے تجھ سے گھوڑا نہیں خریدا اعرابی نے کہا واللہ میں نے ہرگز گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بے شک میں نے تجھ سے گھوڑا خرید کر لیا ہے۔ اتنے میں وہاں ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا اور حضور اور اعرابی دونوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ اعرابی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کوئی ایسا گواہ لائیں جو گواہی دے کہ واقعی آپ نے مجھ سے گھوڑا خریدا ہے۔ مسلمانوں میں سے جو آدمی بھی آیا اس نے کہا تجھے ہلاکت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ سچ بولتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے فرمایا۔ اَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ بِعْتَہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے اسے فروخت کیا ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خذیمہ سے فرمایا تم

کیسے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّا نُصَدِّقُکَ بِخَبَرِ السَّمَآءِ اَفَلَا تُصَدِّقُکَ بِمَاتَقُوْلُ ہم آسمانی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس ارشاد پر آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں۔ فَجَعَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ شَھَادَتَہٗ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِی الْقَضَایَا بِشَھَادَتِ رَجُلَیْنِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔ (نسائی شریف ج 2 ص 26، ابوداؤد ج 2 ص 508)

وَالْمَشْھُوْرُ اَنَّہٗ رَدَّالْفَرَسَ بَعْدَ ذَالِکَ عَلَی الْاَعْرَابِیْ فَمَاتَ مِنْ لَیْلَتِہٖ عِنْدَہٗ (حاشیہ نمبر 13، نسائی شریف ج 2 ص 201)

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا وہ اس کے ہاں اسی رات مر گیا۔

سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن جمع کیا اور زید بن ثابت نے لکھا لوگ حضرت زید کے پاس آتے آپ اس وقت آیت کو نہ لکھتے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیتے سورہ برأت کی آخری آیات سوائے خزیمہ بن ثابت کے کسی سے نہ مل سکیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آیات لکھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ایک کی شہادت کو دو کے برابر قرار دیا ہے۔ پس زید بن ثابت نے ان آیات کو قرآن میں لکھ دیا۔

(حاشیہ ابوداؤد شریف 6، ج 2 ص 508)

غور کرو قرآن مجید کا حکم تو یہ ہے کہ فَاَشْھِدُوْا ذَوِیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ کہ انصاف کرنے والے دو گواہ بناؤ مگر حضور علیہ السلام نے حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر بنا دیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو یہ بھی

اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کے کسی حکم سے مستثنیٰ کر دیں۔

حضرت براٗ بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص ہماری سی نماز پڑھے گا اور ہماری سی قربانی کرے گا۔ اس نے قربانی کی اور جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی، گوشت کی بکری ہوگی، یہ سُن کر ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قبل اس کے کہ مکان سے نماز کے لئے باہر آؤں قربانی کر دی ہے میں نے یہ جانا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے میں نے جلدی کی میں نے خود بھی کھانا کھایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گوشت کی بکری ہے ابو بردہ نے عرض کی میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے اچھا ہے کیا وہ بکری کا بچہ میری طرف سے قربانی کے لئے کافی ہو گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِذْ بَحْهَا وَلَنْ تُجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَکَ ○ اس کو ذبح کر دو اور تیرے بعد کسی کے لئے ایسی قربانی جائز نہیں۔

(بخاری مصری ج3 ص316، خصائص کبریٰ ج2 ص688)

قربانی کے جانور تین قسم کے ہوتے ہیں اونٹ گائے اور بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیتیں ہیں سب داخل ہیں۔ بھینس گائے میں اور بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ جہاں تک ان کی قربانی جائز نہیں، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا بچہ جو چھ ماہ کا ہو مگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے سال بھر کا دکھائی دے اس کی قربانی جائز ہے۔ (بہار شریعت ج15 ص139)

مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے

جائز قرار دے دیا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رخصت دے دی تھی کہ وہ طلوع فجر کی بجائے طلوع شمس سے روزہ کی ابتدا کیا کریں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کی ابتداء آفتاب کے طلوع ہونے سے ہوتی تھی، اس سے قبل آپ کو کھانے کی اجازت تھی۔

(جواہر البحار ص 2 ص 64، کشف الغمہ ج 2 ص 50)

مقام غور ہے کہ خدا تعالیٰ تو ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِo

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔ (کنز الایمان)

یعنی طلوع فجر کے بعد کسی روزے دار کو اجازت نہیں کہ وہ اب سحری کھائے جو طلوع فجر کے بعد کھائے پیۓ گا اس کا روزہ نہیں اس لئے کہ یہ ارشاد ربانی کی مخالفت ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس کو کھانے کی اجازت دے دی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ رخصت اس بات کی دلیل ہے کہ سب لوگ تو قانونِ الٰہی کی پابند ہیں اور قانونِ الٰہی جنبش لبِ مصطفیٰ کا پابند ہے۔

ایک آدمی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

فَاَسْلَمَ عَلٰى اِنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا صَلٰوتَيْنِ فَقَبِلَ ذَالِكَ مِنْهُo

ترجمہ: وہ اس شرط پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اس شرط کو قبول فرمالیا۔ (بذل المجہود ج 1 ص 248)

اس کی شرح میں مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے۔

اِنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ وَيُسْقِطُ عَمَّنْ شَاءَ مَاشَاءَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ○ (بذل المجہود ج 1 ص 248)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام میں سے جو حکم چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور واجبات میں سے جو چاہیں جس سے چاہیں ساقط کریں۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے اس بات کو لکھ کر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکامِ شریعت میں تبدیلی کے مجاز ہیں خدا نے آپ کو مالک و مختار بنایا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کے لئے دو نمازوں کو پانچ کے قائم مقام کر دیا تو خدا نے یہ نہ فرمایا کہ اے محبوب میں نے تو پانچ فرض کی ہیں آپ نے میری اجازت کے بغیر تین کیسے معاف فرما دیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاموشی اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام خدا کا کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس صحابی سے تین نمازیں ساقط کرنا مرضی الٰہی کے مطابق تھا کہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔

تیری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو بھی کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق سدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

حرمت کی امثلہ:

خدا فرماتا ہے۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ○

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی کے پاس جیسے چاہو آؤ۔

لیکن غزوہ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کرام کعب بن مالک مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ پر ان کی بیویاں کچھ عرصہ کے لئے حرام فرما دیں۔ (ضیاء القرآن ج 2 ص 261)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دوسری شادی حرام کر دی۔

حضرت مور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ منبر پر تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس صورت کے کہ علی المرتضیٰ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور بنی ہشام کی بیٹی سے نکاح کریں۔ میری بیٹی میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو شے اس کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے جو چیز اس کو ایذا دے گی وہ مجھ کو ایذا دیتی ہے۔

(خصائص کبریٰ ج2ص669)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمایا تو آپ نے حضور سے یہ عرض نہیں کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے کہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ تو آپ کیوں منع فرما رہے ہیں۔ صرف اس لئے عرض نہیں کی کہ جانتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام خداوندی میں تبدیلی کا اختیار ہے کہ جب چاہیں اپنے خصوصی اختیارات سے کوئی حکم کسی سے ساقط کر دیں۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آرہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

وَقَدْ اَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهٖ فِی اَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ وَاَخْبَارِهٖ وَبَیَانِهٖ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ ۝

(الصارم المسلول ص 41)

ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امر و نہی اطلاع دینے اور بیان میں اپنا قائم مقام بنایا ہے ان میں سے کسی چیز میں بھی اللہ اور رسول میں فرق کرنا جائز نہیں۔

آپ کے نائب مطلق ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1.

خدا فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۝

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

دلیل نمبر 2.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۝

ترجمہ: محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی ہم نے پھینکی۔

معلوم ہوا کہ نبی کا پھینکنا خدا کا پھینکنا ہے۔

دلیل نمبر 3.

حضرت سعید بن معلیٰ نماز پڑھ رہے تھے۔ خدا کے رسول نے ان کو بلایا۔ انہوں نے جلدی سے نماز ختم کی اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی عرض کی نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ ○

ترجمہ: اے ایمان والو جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔

معلوم ہوا کہ رسول کا بلانا اللہ کا بلانا ہے۔

دلیل نمبر 4.

بیعت الرضوان کے موقعہ پر جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ○

ترجمہ: بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

دلیل نمبر 5.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بنی نضیر کے موقع پر یہودیوں کے باغات سے درخت کاٹنے کا حکم دیا اس موقع پر خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ ○

ترجمہ: جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کا حکم درخت کاٹنے کا خدا کا حکم تھا۔

دلیل نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیلۃ العقبہ کے وقت عرض کی یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خدا کے لئے اور خود اپنے لئے جو بھی شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں آپ نے فرمایا خدا کے لئے تو شرط یہ ہے کہ اسی کے بندے بنے رہو اس کی عبادت کرو اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور خود اپنے لئے شرط یہ ہے کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور مال کی حفاظت کرتے ہو میرے لئے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو اس پر عبداللہ بن رواحہ نے پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا فرمایا کہ اس کا عوض جنت ہے خدا نے قرآن نازل فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؐ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

معلوم ہوا کہ نبی کا خریدنا خداہ کا خریدنا ہے کیونکہ یہ سودا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا تھا۔

دلیل نمبر 7.

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو بعض لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کر کے آپ کو اذیت دی اس پر خدا نے یہ آیت اتاری ؐ

(ابن کثیر ج 22 ص 35)

خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ؐ

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں

خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینا ہے۔

دلیل نمبر 8.

حضرت مجاہد اور حسن فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن قربانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کر لی اس سے اس طرح منع کیا گیا۔

خدا فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدِيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

قربانی کرنے والوں نے تقدیم تو کی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیکن خدا نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ معلوم ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا خدا سے آگے بڑھنا ہے۔

دلیل نمبر 9.

غزوہ اُحد کے موقع پر عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دائیں طرف کا نچلا دانت توڑ دیا اور نچلا ہونٹ زخمی کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا مانگی یا اللہ ایک سال نہ گزرنے پائے کہ عتبہ بن ابی وقاص کفر کی حالت میں مر جائے خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی دن وہ واصل جہنم ہوا اور وہ اس طرح کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے عتبہ کی ساری کاروائی دیکھی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عتبہ کس طرف گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرف گیا ہے۔ حضرت حاطب نے اس کو جالیا اور اس پر حملہ کر کے اسے جہنم رسید کیا اس کا گھوڑا اور تلوار لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ آپ نے حاطب بن بلتعہ سے فرمایا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ خدا تجھ سے راضی ہو گیا خدا تجھ سے راضی ہو گیا۔

(سیرت حلبیہ ج2 ص246)

راضی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوئے تھے لیکن آپ نے فرمایا تجھ سے خدا راضی ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راضی ہونا خدا کا راضی ہونا ہے۔

دلیل نمبر 10:

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لائے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا شروع کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے عمر گم کریں تجھے گم کرنے والیاں کیا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھتے۔

فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَالَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِo (دارمی ج 1 ص 85)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور کو دیکھا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ حضرت عمر کے تورات پڑھنے سے ناراض تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے تھے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی سے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

دلیل نمبر 11.

غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی میں دیر تک مصروف رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑی لمبی سرگوشی فرمائی آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

(طبرانی کبیر ج 2 ص 186)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی خدا سے سرگوشی ہے۔

دلیل نمبر 12.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو آپ اپنی جگہ صدیق کو امام بناتے ہیں آپ نے فرمایا میں ان کو امام نہیں بناتا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ امام بناتا ہے۔(طبرانی اوسط ج 3 ص 404)

دلیل نمبر 13.

مالک نے کہا کہ میں نے براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے۔

آپ سونے کی انگشتری کیوں پہنتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے ہیں۔حضرت براء نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرمارہے تھے سب کچھ بانٹ دیا یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضرت نے نظر مبارک اُٹھا کر اپنے صحابہ کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء میں حاضر ہو کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔سید اکرم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا پہن لے جو تمہیں خدا اور اس کا رسول پہناتے ہیں۔ براء نے فرمایا تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار دوں جسے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لے پہن لے جو تمہیں اللہ اور اس کا رسول پہناتے ہیں۔(مسند امام احمد ج 4 ص 294)

دلیل نمبر 14.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ لِکَعْبِ بْنِ لَا شْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ آذَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے کون تیار ہے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ اسے میں قتل کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس پر محمد بن مسلمہ نے عرض کی کہ میں اس سے ہیرا پھیری کی بات کروں آپ نے فرمایا ہاں اجازت ہے پس محمد بن مسلمہ کعب کے پاس گئے اور اس سے کہنے لگے اس مرد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے صدقہ مانگا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈالدیا ہے اور میں تیرے پاس قرض مانگنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا اللہ کی قسم اس مرد سے تم اور مشقت میں پڑو گے محمد نے کہا چونکہ ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں لہٰذا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمد نے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تو مجھے قرض دے دے کعب نے کہا اچھا کیا چیز گروی رکھو گے انہوں نے کہا کہ تیرا کیا ارادہ ہے کعب نے کہا تم اپنی عورتیں میرے ہاں گروی رکھو۔ انہوں نے جواب دیا تم سب عربوں سے زیادہ حسین وجمیل ہو کیا تیرے ہاں اپنی عورتیں گروی رکھیں ۔کعب نے کہا اپنی اولاد میرے ہاں گروی رکھو محمد نے جواب دیا ہمارے بیٹوں کو طعنہ دیا جائے گا ہاں ہم اپنے ہتھیار تیرے ہاں گروی رکھیں گے کعب نے کہا اچھا ٹھیک ہے پھر اس سے عہد باندھا کہ وہ اس کے پاس حارث، ابوعبس اور عباد بن بشیر کو بھی لائے گا چنانچہ یہ سب رات کو کعب کے پاس پہنچے اور اس کو بلایا وہ ان کی طرف اترا کعب کی بیوی نے کہا میں ایسی آوازیں سنتی ہوں

گویا کہ وہ خون بہانے والوں کی آوازیں ہیں کعب ے کیا یہ محمد اور اس کا رضائی بھائی ابو نائلہ ہے بے شک کریم کو اگر رات کے وقت نیزے کی ضرب کے لئے بھی بلایا جائے تب بھی جواب دے گا محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب وہ آئے گا میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا پھر میں جب اس پر قابو پا لوں تو تم ہوشیاری سے اپنی تلواروں سے اسے قتل کر دینا کعب اس حال میں اترا کہ اس نے اپنی چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا انہوں نے کہا ہم تجھ سے خوشبو محسوس کرتے ہیں کہنے لگا ہاں میرے پاس عرب کی حسین ترین عورتیں ہیں جو خوشبو استعمال کرتی ہیں۔ محمد نے کہا مجھے اجازت دے کہ میں تیرے سر کو سونگھوں کہا اجازت ہے محمد نے اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا پھر کہا پھر اجازت دو اس نے اجازت دی اس وقت محمد نے سونگھا اور اس پر قابو پا لیا اور ساتھیوں سے کہا اسے قتل کر دو تو انھوں نے کعب کو قتل کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔

(بخاری ج 2 ص 576، مسلم شریف ج 2 ص 110)

کعب بن اشرف نے سب وشتم تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا اور آپ کو ایذا دی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینا ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور خدا کے خلیفہ اعظم ہیں لہٰذا آپ میں خدائی اختیارات کی جھلک آنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے آپ کو مالک ومختار بنا کر بھیجا ہے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے

محبوب کیا مالک و مختار بنایا

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

دلیل نمبر 1.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ۝

ترجمہ: تم فرمادو کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشی منائیں۔

معلوم ہوا کہ جب خدا کی طرف سے اس کا فضل اور اس کی رحمت مل جائے تو اظہار مسرت کرنا منشاء الٰہی ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے اس کا فضل ورحمت بن کر آئے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَکُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۝

ترجمہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والوں میں سے ہو جاتے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھا کہ یہاں فضل حق و رحمت الٰہی سے مراد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطَانَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند قلیل لوگوں کے سوا باقی تم شیطان کے متبع ہو جاتے۔

یہاں بھی فضل ورحمت سے مراد ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا○

ترجمہ: اور مومنوں کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

یہاں فضل سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ○

ترجمہ: اللہ کا نبی تم میں سے ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا فضل بھی ہیں اور اس کی رحمت بھی ہیں اور آپ ربیع الاول میں خدا کا فضل و رحمت بن کر ہمیں ملے ہیں اس لئے ہم اس مہینے میں محفل میلاد منا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس جانِ بہار کی آمد سے ہر ایک روش ہر گلشن میں
کھلتے ہیں شگوفے رحمت کے انوار کی کثرت ہوتی ہے

دلیل نمبر 2.

جشن میلاد مصطفیٰ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار مسرت و خوشی کا نام ہے۔ جس سے کافر بھی مستفید ہوا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھی جسے اس نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کیا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے اسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا تم سے

جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری شریف ج2 ص764)

اس کی شرح میں فتح الباری میں ہے کہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بہت بُرے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اب اس واقعہ پر مخالفین کی طرف سے دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔

اعتراض اوّل:

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو اس وقت آپ کافر تھے اور کافر کا خواب معتبر نہیں ہوتا۔

جواب: اسیران بدر کے بارے میں یہ بات طے ہوگئی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مالدار تھے بعض انصاریوں نے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کر دیا جائے لیکن مساوات کے علمبردار رسول نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ کی جائے قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا ہر ایک نے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہی تھا آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر تمہارا یہ قول درست ہے تو اللہ تجھے اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر

ہیں اس لئے تم بھی فدیہ ادا کرو بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث اور عتیق بن ابی طالب کا فدیہ بھی ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس تو اتنا مال نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم اور تمہاری بیوی ام فضل نے زمین میں دفن کر دیا ہے یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد (ﷺ) آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

جناب حضرت عباس پہ رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری

ابولہب کی موت واقعہ بدر کے ایک سال بعد ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ متذکرہ خواب سے قبل ہی مسلمان ہو چکے تھے اور آپ نے خواب اسلام کی حالت میں دیکھا ہے۔ لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آپ نے یہ خواب کفر کی حالت میں دیکھا ہے تو از روئے قرآن یہ بات برحق ہے کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب قید کر دیا گیا تو ان کے ساتھ دو جوان بھی قید ہوئے ان دونوں نے قید کی حالت میں خواب دیکھے ایک نے یہ خواب دیکھا کہ:

قَالَ اَحَدُهُمَا اِنِّیْ اَرٰىنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا ؕ

ترجمہ: ان میں سے ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں۔

دوسرے نے خواب یہ دیکھا کہ:

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْ اَرٰىنِیْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ

ترجمہ: اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔

پھر ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی آپ نے ان کو کہا کہ جس نے شراب نچوڑی ہے وہ بادشاہ کا ساقی مقرر ہو جائے گا اور جس کے سر پر روٹیاں تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھائیں گے ان دونوں نے خوابوں کی تعبیر سن کر کہا کہ ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے خواب دیکھا ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اب تو واقعہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے کہہ دیا ہے۔

چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق ایک بادشاہ کا ساقی مقرر ہو گیا اور دوسرے کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے خواب سننے کے بعد ان کو ایمان کی دعوت دی۔ معلوم ہوا انہوں نے خواب کفر کی حالت میں دیکھے جو سچے ثابت ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے۔

بغداد میں ایک شخص تھا جو ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کرتا تھا اور اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت نہایت بد اور متعصب رہتی تھی اس نے اپنے شوہر سے تعجب سے پوچھا کہ ہمارے مسلمان ہمسایہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اس مہینے میں بہت بڑی دولت اور مال و زر فقیروں اور مسکینوں پہ خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے اس کے شوہر نے اس سے کہا غالباً یہ مسلمان یہ گمان رکھتا ہے کہ اس کے نبی اس مہینے میں پیدا ہوئے ہیں تو یہ ان کی پیدائش کی خوشی میں یہ سب کچھ کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس سے اس کے نبی مسرور اور خوش ہو جاتے ہیں لیکن یہودی عورت نے اس بات کا

انکار کیا جب یہودی عورت رات کو سوئی تو اس نے خواب دیکھا کہ اچانک بہت ہی نورانی شخص تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے صحابہ کی بہت بڑی جماعت ہے اس نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور ان کے کسی صحابی سے پوچھا یہ کون شخص ہے جنہیں میں تم سب سے زیادہ باعزت و بزرگ دیکھ رہی ہوں انہوں نے فرمایا یہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے آنے سے:

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آ گئی
اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آ گئی
رحمت حق کو یکا یک اک بہانہ مل گیا
آمنہ کو کنت کنزاً کا خزانہ مل گیا
حضرت حسینؓ کو بے مثل نانا مل گیا
ہم گنہگاروں کو بخشش کا بہانہ مل گیا

پھر اس یہودیہ نے کہا کیا یہ مجھ سے بات کریں گے اگر میں ان سے کچھ کہوں صحابہ نے فرمایا ہاں تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھنے کا قصد کیا اور سامنے آ کر سلام عرض کر کے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کی بندی لبیک اس پر یہودیہ رونے لگی آپ مجھے کیوں جواب دیتے ہیں حالانکہ میں آپ کے مذہب پر نہیں ہوں آپ نے فرمایا میں نے تجھے اس لئے سلام کا جواب دیا ہے کہ میں نے جان لیا ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دینے والا ہے۔ پھر اس عورت نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا اور کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی وہ اپنے اس خواب سے از حد خوش تھی کہ اس نے سید انام کی زیارت کی اور چونکہ اس نے خواب ہی میں عہد کر

لیا تھا کہ اگر میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال وزر قربان کردوں گی اور آپ کی محفل میلاد منعقد کروں گی پھر جب اس نے صبح کی تو اپنے عہد کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر بھی بہت ہشاش بشاش ہے اور اپنا تمام مال وزر قربان کرنے پر آمادہ ہے اس نے اپنے شوہر سے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہیں ایک نیک کام میں راغب دیکھ رہی ہوں اس نے جواب دیا یہ تصدیق اس ذات کے لئے ہے جس کے ہاتھ مبارک پر تم ایمان لا چکی ہو اس نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلا اس نے کہا جس کریم ذات نے تجھے اسلام کی دولت بخشی اسی نے مجھے تیرے باطنی حالات کی خبر دی ہے اس عورت نے کہا اللہ ہی تمام حمد کا سزاوار ہے جس نے ہم دونوں کو امت محمدیہ میں سے کر دیا۔

(المیلاد النبی ﷺ ص 58)

اس یہودیہ کافرہ نے خواب دیکھا جو سچا ثابت ہوا معلوم ہوا کہ کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے۔

اعتراض دوئم:

ابولہب نے عالم برزخ سے خبر دی کہ مجھے پانی ملتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہو لہٰذا یہ حدیث قابل اعتماد نہیں۔

جواب: جب انسان مر جاتا ہے اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں یہ دونوں فرشتے قبر میں اس مرنے والے سے تین سوالات کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرا کے پوچھا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا اگر وہ مرنے والا مومن ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر کے زبان حلال

سے کہتا ہے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ۔ جی بھر کے کرلوں زیارت

اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

اور اگر وہ مرنے والا کافر ہے تو وہ تینوں سوالوں کے جواب میں کہتا ہے:

هَاهَا لَا اَدْرِیْ ۔یعنی میں نہیں جانتا خدا کونسا ہے میں نہیں جانتا دین کیا ہے اور میں نہیں جانتا نبی کون ہے۔ اب اگر کافر عالم برزخ میں جھوٹ بول سکتا ہوتا تو چاہیے یہ تھا کہ فرشتے کہتے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے یہ خدا کو بھی جانتا ہے دین کو بھی جانتا ہے اور نبی کو بھی جانتا ہے اور اس کی قبر میں جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ کافر کو سچا سمجھ کر اس کی قبر میں جہنم کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کافر جب عالم برزخ میں ہوتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بول سکتا لہٰذا ابو لہب نے جھوٹ نہیں بولا اس نے سچ کہا کہ مجھے پیر کے دن پانی ملتا ہے۔

دلیل نمبر 3.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَ وِّلِنَا وَآخِرِنَا ۝

ترجمہ: اے اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما تا کہ وہ (خوان کے آنے کا دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو۔

مقام غور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوان کے اترنے کے دن کو اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی آج تک اتوار کے دن چھٹی کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں کیوں کہ اس دن خوان اترا تھا۔ جس دن خوان اترے وہ تو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک

یوم عید ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائیں وہ دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن کیوں نہ ہوگا۔

حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنین آپ کی کتاب قرآن میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت اس نے کہا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ۔فرمایا میں اس دن اور اس مقام کو جس میں وہ نازل ہوئی تھی جانتا ہوں وہ مقام عرفات اور وہ دن جمعہ تھا اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے بھی وہ دن عید کا ہے۔ (بخاری شریف)

جس دن قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کا دن ہے تو جس دن صاحب قرآن تشریف لایا وہ بھی یقیناً عید کا دن ہے۔

کونین کے گوشے گوشے پر چھائی ہوئی رحمت ہوتی ہے
محبوب خدا کی دنیا میں جب عید ولادت ہوتی ہے

دلیل نمبر 4.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا آپ اس پر خوش ہوتے اور اسے انعام سے سرفراز فرماتے چنانچہ جب غزوہ حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی تو مالک بن عوف نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی رسول خدا نے فرمایا اگر مالک بن عوف مسلمان ہو کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو جائے تو ہم اس کا مال اور اہل و عیال واپس کر دیں گے جب اس تک یہ بات پہنچی تو حاضر خدمت ہوا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جعرانہ سے کوچ فرما چکے تھے پھر اس نے اسلام قبول

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مال اور اہل وعیال واپس کر دیئے بلکہ تالیف قلب کے لئے اپنی طرف سے اس کو سو اونٹ بھی عطا فرمائے مالک بن عوف نے آپ کی شان میں قصیدہ لکھا جس کے دوشعر یہ ہیں۔

مَـا اِنْ رَاَیْـتُ وَلَا سَـمِـعْـتُ بِـوَاحِـدٍ
فِـیْ الـنَّـاسِ کُلِّهِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ(ﷺ)
اَوْفٰـی فَـاَعْـطٰـی لِـلْـجَـزِیْـلِ لِمُجْتَدٰی
وَحَتّٰـی تَشَـاءُ بِـخَـبَـرِکَ عَـمَّـافِی غَدٍ

(الاصابہ ج3 ص352)

ترجمہ: میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا وہ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے سب سے زیادہ سائل کو کثیر نفع عطا کرنے والے ہیں۔

یہ قصیدہ سن کر فَقَالَ لَهٗ خَیْراً وَکَسَاهُ حُلَّةً۔ آپ نے اس کے حق میں خیر کی دعا کی اور اسے حلہ پہنایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صحابی رسول حضرت مالک بن عوف کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل ہیں کوئی انسان ان کی مثل نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہم اہل سنت کا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابی رسول کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن کر خوش ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی مالک بن عوف نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کی خبر بھی دیتے ہیں اور یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کا رسول کل کی خبر جانتا ہے بالکل قرآن و حدیث کے مطابق ہے چنانچہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

(ج) حضور علیہ السلام نے اپنی تعریف میں قصیدہ سن کر اپنے صحابی مالک بن عوف کو حلہ عطا فرمایا اور اس کے حق میں کلمات خیر کہے ہم بھی محفل میلاد میں نثر اور نظم کی صورت میں آپ کی تعریف کرتے ہیں تا کہ آپ خوش ہو جائیں اور ہمارے لئے دعا فرمادیں۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میں نے روم کے شہر انطا کیہ میں کثرت سے بارش ہوتی دیکھی ہے آپ نے فرمایا اس شہر میں ایک غار ہے جس میں حضرت موسیٰ کی تورات کے ٹکڑے آپ کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دسترخوان ہے جب بادل اس غار کے مقابل آتا ہے تو اپنی ساری برکت نازل کر دیتا ہے۔

(تاریخ بغداد ج 9 ص 471)

جہاں انبیاء کرام کے تبرکات اور حضرت سلیمان کا دسترخوان ہو وہاں خدا کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے تو جس مالک بن عوف نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حلہ پہنا ہوگا اس پر خدا کی کتنی برکات کا نزول ہوا ہوگا۔

دلیل نمبر 5.

خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیا ہے خدا فرماتا ہے۔ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ۔

میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ اس کی تعظیم وتوقیر کرو۔

بلکہ نجات کا انحصار آپ کی تعظیم وتوقیر پر ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥

ترجمہ: پس وہ جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے اس کو کیا صلہ ملتا ہے اس کے لئے ذیل کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) جو لوگ رسولِ خدا سے گفتگو کرتے وقت ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے ان کو اس ادب کی وجہ سے گناہوں کی مغفرت کا پروانہ مل گیا خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ٥

ترجمہ: جو لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دبی آواز سے بولا کرتے ہیں وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے پرکھ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

(ب) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے جادوگر آئے تو انہوں نے آپ کا ادب کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ پہلے آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے یا ہم اپنے فن کا مظاہرہ کریں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان

کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا اور انہوں نے سجدہ کیا اور اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اُٹھایا جب تک جنت میں اپنے مکانات کو نہیں دیکھ لیا۔ (مظہری ج 6 ص 152)

(ج) حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو دو سو سال تک فسق و فجور میں مبتلا رہا تمام لوگ اس کے فسق و فجور سے تنگ تھے جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ آج ہمارا ایک دوست دنیا سے انتقال کر گیا ہے لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا ہے ابھی جاؤ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ بنی اسرائیل گواہی دے رہے ہیں کہ اس نے دو سال تک تری نافرمانی کی ہے خدا نے فرمایا وہ ایسا ہی تھا لیکن۔

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاتَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرَاءَ ٥ (حلیہ ج 4 ص 42)

جب وہ تورات کھولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کو دیکھتا اس کو چوم کر آنکھوں پر لگاتا اور آپ پر درود شریف پڑھتا میں اس نے اس عمل کو قبول کیا اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ اس فاسق و فاجر کے دو سال کے گناہ کی معافی اور ستر حوروں سے شادی صرف اس لئے ہوئی کہ اس نے ادب و احترام کرتے ہوئے آپ کے نام مبارک کو چوما اور آپ پر درود شریف پڑھا۔ اور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعظیم کی ایک صورت میلاد شریف بھی چنانچہ سید احمد دحلان مکی نے الدرا سنیہ میں لکھا ہے۔

وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْفَرَحُ بِلَيْلِ وِلَادَتِهٖ وَقِرَاْءَةِ الْمَوْلِدِ.

ترجمہ: آپ کی ولادت کی رات خوشی منانا اور میلاد پڑھنا یہ بھی آپ کی تعظیم ہے۔لہٰذا میلاد کا منکر درحقیقت تعظیم رسول کا منکر ہے۔

تعظیم کا منکر شیطاں تھا وہ دیو لعین مردود ہوا
توقیر نبی جو کرتے نہیں خوار ان کی جماعت ہوتی ہے
ادب نبی تھیں تو مومن ہوویں بے ادب سروں کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن اوہ وچہ مدینے

دلیل نمبر 6.

بعض لوگ میلاد کے بارے میں عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسی محافل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں منعقد نہ ہوتی تھیں لہٰذا محفل میلاد بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے لہٰذا محفل میلاد کو بدعت سیئہ میں شمار کر کے اس کا کرنا حرام سمجھتے ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے امام شافعی نے فرمایا۔

مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ كِتَابًا اَوْسُنَّةً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَهُوَا لْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَيْرِوَلَمْ يُخَالِفْ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَهُوَ الْمَحْمُوْدُہ (الحاوی ج1 ص192)

ترجمہ: جو نئی چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالت

ہے اور جس نئی چیز میں خیر ہو اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو وہ محمود ہے۔

معلوم ہوا کہ بدعت کی دو اقسام ہیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ بدعت سیئہ حرام ہے اور بدعت حسنہ جائز ہے اگر ہر بدعت حرام ہے تو قرآن کا جمع کرنا اعراب لگانا نماز تراویح باجماعت ادا کرنا کفار کے ساتھ توپ خانے سے جنگ کرنا وغیرہ سب حرام ہونا چاہیے فاروق اعظم نے باجماعت تراویح کے متعلق فرمایا نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ ایک اچھی بدعت ہے۔

اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں مثلاً ایمان کی دو صفات مجمل اور مفصل چھ کلمے قرآن کے تیس پارے زبان سے نماز کی نیت روزہ رکھنے اور کھولنے کی دعا پڑھنا رائج الوقت سکہ میں زکوٰۃ ادا کرنا حج کا سفر جہاز میں کرنا۔ طریقت کے چار سلسلے شریعت کے چار سلسلے وغیرہ یہ سب بدعت حسنہ ہیں اور بدعت حسنہ کا ثبوت مسلم کی حدیث میں موجود ہے حدیث یہ ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر اسلام کہیں روانہ فرمایا اور ایک آدمی کو اس لشکر پر امیر بنایا یہ امیر جب لشکر کو نماز پڑھاتا تو ہر رکعت میں اپنی قرأت قل شریف پر ختم کرتا یعنی وہ ہر رکعت میں آخر میں قل شریف ضرور پڑھتا جب وہ لشکر آیا تو اس کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اس امیر سے پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا قل شریف رحمٰن کی صفت ہے اس لئے میں اس کے پڑھنے کو محبوب جانتا ہوں آپ نے فرمایا۔ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ ۔ اسے خبر دو کہ خدا اس سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم شریف ج 1 ص 271)

ہر رکعت میں قل شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پڑھتے تھے

اس صحابی نے اپنی طرف سے یہ نیا کام نکالا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ کا ثبوت حدیث میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت حسنہ کو سنت کا نام دیا ہے فرمایا مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ٥

(مسلم شریف ج1 ص327)

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا بعد میں اس طریقے پر عمل کرنے والوں کے برابر بھی ثواب ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کار ثواب سمجھ کر کرتے ہوں جیسے محفل میلاد تو اس کے کرنے والا ثواب پائے گا کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ٥

ترجمہ: جس کام کو مومن اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔

مسلمان میلاد کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں لہٰذا یہ کام خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ محفل میلاد اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے جو سنت کا درجہ رکھتی ہے اور اسے نیت خیر سے کرنا باعث ثواب ہے عبادت ہے۔

تحمید خدا توصیف نبی تسبیح و ثنا تعظیم نبی
میلاد نبی کی ہر محفل عنوان عبادت ہوتی ہے

دلیل نمبر 7.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ٥

ترجمہ: اور سب کچھ ہم رسولوں کی خبریں تمہیں سناتے ہیں تاکہ تمہارا دل

ٹھہرائیں۔

معلوم ہوا کہ رسولوں کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے تو رسولوں کے سردار کے ذکر سے بطریق اولیٰ دل کو سکون ملتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(ا) خدا فرماتا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا الرَّسُوْلًا ٥

اللہ نے تمہاری طرف رسول نازل کیا جو ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ خدا کا ذکر ہیں اور خدا فرماتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥ خدا کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

(ب) حدیث قدسی میں ہے۔

جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ فَقَدْ ذَکَرَنِیْ۔

ترجمہ: میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر بنایا جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا اور خدا کے ذکر سے دل کو چین آتا ہے۔

(ج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے ان پر وحشت طاری ہوئی جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے اذان کہی اور اس میں دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا حضرت آدم علیہ السلام کو سکون میسر ہوا۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 12)

(د) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس لئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْهِ لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَo (سیرت نبویہ ج 1 ص 6)

میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا وہ ہلنے لگا میں نے اس پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو عرش کو سکون آ گیا۔

تمام انسانات جنات عرش کے سایے میں رہتے ہیں جب عرش کو سکون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے آتا ہے تو تمام انسانوں کے سکون قلب کا ذریعہ بھی امام الانبیاء کا ذکر خیر ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جس کا تذکرہ قرآن کرتا ہے
سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمان کرتا ہے

(ن) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خدا کا ذکر ہے تو ذکر خدا کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ:

مَجَالِسُ الذِّکْرِ تَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَتَحِفُّ بِھِمُ الْمَلَائِکَۃُ وَتَغَشَّاھُمُ الرَّحْمَۃُ وَیَذْکُرُھُمُ اللّٰہُ عَلٰی عَرْشِہٖo

(کنز العمال ج 1 ص 424)

ترجمہ: ذکر کی محفل پر سکون نازل ہوتا ہے فرشتے اس محفل کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اس محفل کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اس محفل میں حاضرین کا ذکر خدا عرش پر کرتا ہے۔

(ی) نیز ایک اور حدیث میں ہے۔

مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذَالِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بَدَلَتْ سَیِّئَاتِکُمْ

حَسَنَاتٍ ٥

ترجمہ: جب کوئی قوم خدا کا ذکر کرتی ہے اور غرض ذکر صرف خدا کی رضا ہوتی ہے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا آواز دیتا کھڑے ہو جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی اور تمہاری بدیاں نیکیوں میں تبدیل ہو گئیں۔

اور مغفرت کی خوشخبری سکون قلب کا باعث ہوتی ہے۔

دلیل نمبر 8.

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپ نے ان سے فرمایا تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو انہوں نے کہا یہ دن نہایت مقدس اور مبارک ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات ملی تھی ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ ٥

(بخاری ومسلم)

ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں پس آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس سے پتہ چلا کہ جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی وہ دن رسول خدا نے اور صحابہ کرام نے منایا تو جس دن کائنات کا نجات دہندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اس کو منانا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی

لہرایا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دلیل نمبر 9.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے مکان میں لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور لوگ آپ کی ولادت پر خوش ہو رہے تھے اور خدا کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اچانک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا۔ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِيْ۔ تمہاری شفاعت مجھ پر واجب ہو گئی۔

(تنویر از امام جلال الدین سیوطی)

دلیل نمبر 10.

کتنے خوش نصیب محفل میلاد منعقد کرنے والے ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ضروری ہو جاتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میری ابتداء کیا ہے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ کا وہ خواب ہوں کہ انہوں نے میری ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

ملک شام کے محلات نظر آنے میں مندرجہ ذیل حکمتیں تھیں۔

(۱) یہ اس طرف اشارہ تھا کہ ملک شام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں فتح ہو جائے گا۔

(۲) ملک شام تیس ابدالوں کی قیام گاہ ہے۔

(۳) معراج کی رات آپ کو ملک شام یعنی مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔

(۴) میدان محشر ملک شام میں قائم ہوگا۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔

(۶) قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے شہر دمشق میں نازل ہوں گے۔

(۷) شام کے شہر دمشق میں دو ہزار سات سو نبیوں کے مزارات ہیں۔

دلیل نمبر 11.

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر رات کو چراغاں کیا جاتا ہے جس کی اصل احادیث سے ثابت مثلاً

حدیث نمبر 1. ابو نعیم نے عمرو بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا آسمان کے کل دروازے کھول دو بہشت کے سارے دروازے کھول دو۔

ندا آئی دریچے کھولدو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

ملائکہ کو حاضر ہونے کا حکم ہوا بعض ملائکہ بعض کو بشارت دیتے تھے اسی خوشی میں پہاڑ بڑھ گئے دریا جوش مارنے لگے شیطان کو ستر طوق پہنا کر دریا میں غوطے دیئے گئے آفتاب کو نور کا عظیم لباس پہنایا گیا ستر ہزار حوریں اس پر کھڑی کی گئیں جو آپ کی ولادت کی منتظر تھیں جب آپ کی ولادت ہوئی کل دنیا نور سے معمور ہوگئی۔

یکا یک ہو گئی ساری فضا تمثال آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

ہر آسمان پر ایک ستون زبرجد کا اور ایک یاقوت کا ستون قائم کیا گیا معراج کی رات آپ نے ان کو دیکھا آپ سے کہا گیا یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں قائم کیے گئے ہیں نہر کوثر کے کنارے ستر ہزار درخت اذفر کے لگائے گئے ان کا پھل اہل جنت کھائیں گے لات وعزیٰ سے آواز آئی قریش کے پاس امین آیا صدیق آیا بیت اللہ سے آواز آئی میرا نور مجھ کو واپس کر دیا گیا اب لوگ میری زیارت کو آئیں گے۔ (خصائص ج 1 ص 113)

حدیث نمبر 2. حضرت اسماء بنت صدیق سے روایت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں ذکر کیا کرتے تھے۔ جب ابرہہ پلٹ کر گیا تو وہ دونوں نجاشی کے پاس گئے ان کا بیان ہے کہ جب ہم نجاشی کے پاس گئے تو نجاشی نے کہا اے قریشیو مجھ سے سچ کہو کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا مولود پیدا ہوا ہے کہ اس کے باپ نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو پھر اس پر قرعہ ڈالا گیا اور وہ سلامت رہا اور اس کی طرف سے کثیر لونٹ ذبح کر دیئے گئے ہم نے کہا بے شک ایسا ہوا ہے اس نجاشی نے کہا تمہیں علم ہے کہ وہ کہاں گیا ہم نے کہا اس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کو حاملہ چھوڑا اور مکان سے کہیں چلا گیا۔ نجاشی نے کہا کیا اس عورت کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی ورقہ نے کہا اے بادشاہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں میں ایک رات ایک بت کے پاس تھا اس سے آواز آئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گئے بادشاہ ذلیل ہو گئے گمراہی اور شرک دور ہو گیا پھر وہ بت اوندھا ہو گیا۔

زید نے کہا اس قسم کی خبر ایک میرے پاس بھی ہے۔ اے بادشاہ اسی قسم

کی ایک رات تھی میں گھر سے نکلا یہاں تک کہ میں جبل ابوقبیس کے پاس پہنچا یکا یک میں نے ایک مرد کو دیکھا وہ آسمان سے اترا اس کے دو سبز بازو تھے وہ جبل ابوقبیس کے پاس ٹھہرا بعد ازاں وہ مشرف بمکہ ہوا اس نے کہا شیطان ذلیل ہو گیا بت باطل ہو گئے امین پیدا ہو گیا اس نے ایک کپڑے کو پھیلایا مشرق و مغرب میں ہر چیز کو گھیر لیا اور ایک ایسا نور بلند ہوا کہ جو قریب تھا کہ میری بینائی کو لے جائے پھر وہ کعبہ پر اترا اور اس سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ اس سے وادی تہامہ روشن ہو گئی اس نے کہا زمین پاک ہو گئی۔

سحاب نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
ہوا عرش معلّٰی سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

پھر اس نے بتوں کو اشارہ کیا وہ کل بت گر گئے نجاشی نے یہ سن کر کہا جو حادثہ مجھے پیش آیا میں تم سے اس کا ذکر کرتا ہوں تم نے جس رات کا ذکر کیا میں اسی رات اپنے خلوت کدہ میں اپنے قبہ میں تھا زمین سے ایک سر اور ایک گردن نکلی وہ سر یہ کہتا تھا اصحاب فیل پر ہلاکت طاری ہو گئی ان کو پرندوں نے سنگسار کر دیا ابرہہ ہلاک ہو گیا وہ نبی جو امی حرمی اور مکی ہے پیدا ہو گیا جو اس کا حکم مانے گا وہ سعید ہو گا اور جس نے اس کے حکم سے انکار کیا وہ دشمن ہو گیا یہ کہہ کر وہ سر اور گردن زمین میں داخل ہو گیا۔ (خصائص ج 1 ص 127)

حدیث نمبر 3۔ حضرت عثمان بن العاص کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات حضرت آمنہ کی خدمت میں حاضر تھی مجھے حضرت آمنہ کے گھر میں سوائے نور اور روشنی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور مجھے یوں

معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے ستارے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے نزدیک ہوتے جا رہے ہیں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر نہ گر جائیں۔

(خصائص کبریٰ ج 1 ص 109)

حدیث نمبر 4. حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت میں نے چھ چیزیں دیکھیں۔

(۱) آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ اس پہلے سجدے کی حکمتیں ہماری کتاب ''مقام سجدہ'' میں دیکھو۔

(۲) آپ نے سجدے سے سر اُٹھا کر کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۳) آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا۔

(۴) میں نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی اسے غسل دینے کی تکلیف نہ کر ہم نے اسے ہر طرح پاک پیدا کیا ہے۔

(۵) آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر آپ مختون پیدا نہ ہوتے تو ختنہ کے وقت جو آپ کے ستر کو دیکھتا وہ اندھا ہو جاتا۔

(۶) آپ کی پشت مبارک لکھا ہوا تھا۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (شواہد النبوت ص 56)

دلیل نمبر 12.

ہم جشن عید میلاد النبی پر رنگ برنگی جھنڈیاں لگاتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا اس واقعہ میں حکمتیں یہ تھیں۔

(۱) آپ کا دین اسلام کعبہ سے چل کر مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔

(۲) جھنڈے وہاں تک لگتے ہیں جہاں تک حکومت کا دائرہ اختیار ہوتا ہے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر جھنڈوں کا لگایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی حکومت مشرق سے مغرب تک ساری زمین پر ہے۔

شہنشاہ زمانہ با ہزاراں کروفر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ ملک میں سب خشک و تر آئے

بلکہ آپ کی حکومت تو آسمانوں پر بھی ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے آپ نے فرمایا۔

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُہٗ

ترجمہ: اور دو وزیر آسمانوں میں جبریل امین اور میکائیل ہیں اور زمین کے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔

اور وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ آپ کے وزیر آسمانوں میں بھی ہیں اور زمینوں میں بھی لہٰذا آپ کی حکومت آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔

(ب) معراج کی رات آپ عرش نشیں ہوئے اور عرش کے معنے تخت کے ہیں پرانے زمانے میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کیا کرتے تھے اللہ تو بیٹھنے سے پاک ہے اور عرش خدا نے بے فائدہ بھی پیدا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ خدا نے عرش اس لئے پیدا کیا کہ معراج کی رات میرا محبوب اس پر بیٹھ جائے تا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک بن جائے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری

فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

(۴) غروب شدہ آفتاب عصر کے مقام پر آیا علاوہ ازیں آپ کی انگلی کے اشارہ پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا یہ بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانوں پر بھی آپ کی حکومت ہے۔

عقل والے زمیں پر ہیں ششدر چاند ٹکڑے ہوا ہے فلک پر

ساری دنیا ہے محو تماشا آپ انگلی اٹھائے ہوئے ہیں

دلیل نمبر 13.

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر ہم جلوس بھی نکالتے ہیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ:

(۱) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مشرکین نے آپ کی گرفتاری کا ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے بریدہ سلمی نے اپنے ستر سواروں کے ساتھ آپ کا تعاقب کیا تا کہ سو اونٹ انعام حاصل کر سکے جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ سے محو گفتگو ہوئے اور آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر سب نے پڑھ لیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ٥

شرف پایا جو اس نطق خدا سے ہمکلامی کا

تہیہ کر لیا سب نے محمد کی غلامی کا

بتوں کو توڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر

چلے طیبہ کی جانب ہمرکابِ مصطفٰے ہو کر

حضرت بریدہ اسلمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے آگے آگے ایک جھنڈا ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اپنی دستار اتاری اور نیزے پر باندھی اور جھنڈا بنا لیا اب ایک جلوس کی شکل میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو:

فَصَعَدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ٥ (مسلم شریف)

مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں منتشر ہو گئے اور سب کے سب یا محمد یارسول اللہ کے نعرے لگانے لگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلوس نکالنا صحابہ کی سنت ہے اور اس جلوس کو دیکھ کر رسالت کا نعرہ لگانا مدینہ کے مسلمانوں کی سنت ہے۔

یارسول اللہ کے نعرے سے ہمیں بھی پیار ہے
جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑہ پار ہے

(ب) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہے میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری بادل آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے پرندوں کے پروں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی اس بادل نے آ کر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کو روئے زمین اور اس کے مشارق ومغارب کا طواف کراؤ اور ساتوں سمندروں کی سیر کراؤ ہر ذی روح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے

پیش کروں تا کہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے اسم گرامی اور اخلاق و صفات کو پہنچان لے۔ (خصائص کبریٰ ج 1 ص 48)

اس روایت سے پتہ چلا کہ بارہ ربیع الاول کی صبح کو نوری فرشتوں نے آپ کو تمام زمین پر جلوس کی شکل میں پھرایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد النبی کا جلوس نکالنا یہ نوریوں کا طریقہ ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں جلوس نکال کر نوریوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 14.

جس فعل میں نہی کی دلیل شرعی نہ ہو تو وہ کام مباح ہے اور مباح کام نیک نیت سے کیا جائے تو مستحب بن جاتا ہے اور مستحب کام کرنے سے بھی خدا اپنے کرم سے جنت عطا فرما دیتا ہے مثلاً حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ ایک صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تم کون سا نیک عمل کرتے ہو میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے پاؤں کی آہٹ سنی ہے عرض کی یارسول اللہ جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں دوبارہ تازہ وضو کر لیتا ہوں۔ (المستدرک ج 3 ص 285)

معلوم ہوا بلال ہمیشہ باوضو رہتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو جنت ملی اور ہمیشہ باوضو رہنا مستحب فعل ہے لہٰذا میلاد منانا بھی مستحب فعل ہے اس بنا پر بھی خدا کرم فرمائے گا اور محفل میلاد منعقد کرنے والے کو خدا جنت عطا فرمائے گا۔

دلیل نمبر 15.

ہر نیا کام فی نفسہ اچھا ہو تو اس کا کرنا جائز ہوتا ہے مثلاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا میں

حاضر خدمت ہوا انہوں نے کہا یہ عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے ہیں اور اگر اسی طرح قرآن کے حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا لہٰذا قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا جائے میں نے ان سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیوں کروں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا انہوں نے کہا واللہ اس کام میں بھلائی ہے یہ بار بار مجھے کہتے رہے حتیٰ کہ خدا نے میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے خدا نے حضرت عمر کا سینہ کھول دیا تھا پھر ابوبکر نے مجھ سے کہا اے زید تم ایک جوان عاقل انسان ہو ہم تمہیں متہم بھی نہیں کرتے تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی بھی لکھتے رہے ہو تم قرآن کو جمع کرو حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مجھے یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ ہٹا دو تو یہ میرے لئے دشوار نہ تھا لیکن قرآن کا جمع کرنا میرے لئے بڑا مشکل تھا میں نے ان دونوں حضرات سے کہا آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اس میں بھلائی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ میرا سینہ بھی خدا نے اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے خدا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اکبر اعظم رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولدیا تھا اور میں نے قرآن کو جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں قرآن کو مصحف کی شکل میں جمع کر لیا۔

(طبرانی کبیر ج 5 ص 147)

ثابت ہوا کہ وہ نیا کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ ہوا ہو لیکن فی نفسہ وہ کام اچھا ہو تو اس کام کے کرنے میں بھلائی ہے محفل میلاد میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نعت پڑھی جاتی ہے آپ کے فضائل و کمالات بیان ہوتے ہیں علامہ کے وعظ سے عوام الناس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے ان کی اصلاح ہوتی ہے محفل میلاد میں جملہ امور خیر اور بھلائی کے ہوتے کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہوتا لہٰذا اگرچہ ایسی محافل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں ہوتی تھیں لیکن بعد میں یہ محافل قائم کرنا اس لئے بہتر ہیں کہ ان میں سراسر بھلائی ہے۔

ہمارے مخالفین صرف اس بات پر زیادہ زور دیتے ہیں ایسی محفلوں کا وجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں نظر نہیں آتا حالانکہ وہ سیرت النبی کے نام پر جلسے کرتے ہیں ان سے کوئی یہ پوچھے کہ اس نام سے مذہبی محفلیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ناپید تھیں پھر تم کیوں اس نام کی محفلیں سجاتے ہو تمہارے پاس ان کا کیا شرعی جواز ہے کوئی دلیل تو پیش کرو جو دلیل سیرت النبی کے جلسے کی تم دو گے وہی دلیل ہماری طرف سے میلاد النبی کے جلسے کی سمجھ لو۔ دیوبندی جماعت اسلامی اور غیر مقلد سیاسی میدان میں جب کوئی حکومت وقت سے اپنا کوئی مطالبہ منوانا مقصود ہو تو وہ جلوس بھی نکالتے ہیں جلسے بھی کرتے ہیں اس وقت ان کو کبھی خیال نہیں آیا کہ ایسا جلوس اور جلسہ تو کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں معرض وجود میں نہیں آیا ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں اگر اپنے علم کا سارا زور صرف کریں گے تو صرف اس بات پر کہ میلاد کا جلسہ اور جلوس نکالنا بدعت ہے اس سے آپ اندازہ لگائیں ان کو ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذکر نبی سے کس قدر کھلی عداوت ہے مگر اہل سنت و جماعت برملا کہتے ہیں۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

دلیل نمبر 16.

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدمِ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ o

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کام کرنا جائز ہے۔لیکن آپ کا کوئی کام نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کام کرنا ناجائز ہے مثلاً حضرت ابوعبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ بڑے غازی تھے اور بڑے تیر انداز تھے ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا وہ فرماتے ہیں۔

مَامَسَّتُ الْقَوْسَ بِیَدِیْ اِلَّا عَلٰی طَھَارَۃٍ مُنْذُبَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَخَذَ الْقَوْسِ بِیَدِہٖ o (شفا شریف)

ترجمہ: میں نے کبھی کمان کو بغیر طہارت کے چھوا نہیں جب سے مجھے پتہ چلا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کمان کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ نہ تھی کہ کمان کو ہاتھ میں لینے سے پہلے وضو کرتے اور نہ ہی کسی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا ہو کہ جس کمان کو میں ہاتھ لگا دوں اس کو بغیر وضو کے ہاتھ نہ لگانا یہ احمد بن فضلویہ کا اپنا جذبہ ادب و احترام تھا کہ انہوں نے کبھی اس کمان کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہیں لگایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تیر اندازی میں مشہور ہو گئے اور نیک نام ہو گئے۔لہٰذا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کبھی جشن عید میلاد النبی اس طرح نہیں منایا نہ جلوس نکالا لیکن آپ نے اس کام سے منع بھی تو نہیں فرمایا اس لئے اس کا اہتمام کرنا منانا جائز ہے جو لوگ منع

کرتے ہیں ان کے ذمے یہ بات ہے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جو یہ ثابت کر سکے کہ میلاد منانا ناجائز ہے۔

دلیل نمبر 17:

دین اسلام میں اکثر اعمال انبیاء کرام اور بزرگوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ حج اور عمرہ کے موقع پر صفا اور مروہ کی سعی حضرت حاجرہ کی یاد تازہ کرتی ہے قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔ رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو رات کی کالی صورت دیکھ کر خوفزدہ ہوتے ایک تنہائی اور دوسری وحشت تھی جس کی بنا پر روتے رہے جب صبح ہوئی تو وحشت دور ہوگئی۔ آپ نے اس کے شکریہ میں دو رکعتیں ادا کیں وہی دو رکعتیں خدا نے ہم پر فرض فرما دیں جو فجر کے دو فرض پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے نام پر ذبح کرو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میدان منیٰ میں لے گئے قریب دوپہر آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کے لئے لٹایا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار فکر تھے ایک بڑا فکر حکم الٰہی کا پورے طور سے ادا کرنا جو بڑا مشکل کام تھا جو محض اس کے فضل سے ادا ہوا دوسرا فکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کہ انہوں نے چھوٹی عمر میں ذبح ہونا منظور کر لیا تیسرا فکر یہ تھا کہ والدہ اسماعیل کو کیا جواب دوں گا چوتھا فکر یہ تھا کہ اب حاجرہ تنہا جنگل میں رہ کر کیسے عمر بسر کریں گی مگر جب حق تعالیٰ نے چاروں غم دور کر دیئے دنبہ بطور فدیہ آ گیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی

جان بچ گئی اس عرصہ میں سورج ڈھل چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار فکر دور ہونے کی وجہ سے چار رکعتیں ادا کیں وہی چار رکعتیں ظہر کی چار فرض رکعتوں کی شکل میں ہم پر فرض ہوگئیں خدا تعالیٰ نے گویا یوں فرمایا کہ جو ظہر کے چار فرض ادا کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نماز ظہر دو عظیم پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے چار اندھیروں میں گرفتار کر دیا اول دریا کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر مچھلی کو ایک اور مچھلی نے نگل لیا اس کے پیٹ کا اندھیرا چوتھا اندھیرا رات کا حضرت یونس علیہ السلام نے ان اندھیروں سے گھبرا کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور یہ تسبیح پڑھی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ○

اسی وقت مچھلی کو حکم ہوا کہ فوراً حضرت یونس علیہ السلام کو زمین پر نکال دو یہ حکم سنتے ہی مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے نکالا اس وقت عصر کا وقت تھا آپ نے اس وقت چار اندھیروں سے نجات پا کر خدا کی بارگاہ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے چار رکعتیں پڑھیں وہی رکعتیں خدا نے ہم پر عصر کے چار فرضوں کی شکل میں فرض فرما دیں اور گویا فرمایا کہ جو عصر کی چار رکعتیں پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے روز حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نماز عصر حضرت یونس علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس سال یا اَسّی سال حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین رہے روتے رہے مگر خدا نے فضل فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتہ قاصد لایا آپ کے چہرے پر ڈالا خدا تعالیٰ نے اس کی

برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی روشن کر دی اور آپ کا سارا غم دور ہو گیا اور کل رنج راحت میں بدل گیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس شکریہ میں تین رکعتیں پڑھیں ایک بصارت واپس آنے کا شکریہ، دوسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا شکریہ، تیسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے دین اسلام پر قائم رہنے کا شکریہ۔ یہی تین رکعتیں خدا نے امت مصطفٰے پر فرض فرما دیں اور چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ رکعتیں مغرب کے وقت پڑھی تھیں۔ اس لئے ہم مغرب کے وقت تین فرض ادا کرتے ہیں تاکہ قیامت کے دن ہمارا حشر حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ نماز مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے تو ایک وقت ایسا آ گیا کہ آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار غم سوار تھے اپنی جان کا غم، قوم کا غم، دریا کا خوف اور فرعونی لشکر کا غم۔ خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ اب ہم کیا کریں حکم ہوا اپنا عصا دریا میں مارو آپ نے اپنا عصا دریا میں مارا خدا تعالیٰ نے اس دریا میں بارہ راستے پیدا کر دیئے کیونکہ آپ کی قوم کے بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ ایک ایک راستے پر ہو لیا اور اس طرح آپ اور آپ کی قوم دریا کو عبور کر گئے۔ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہو گیا اس وقت عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چاروں غم دور ہو گئے۔ آپ نے اس وقت چار رکعتیں ادا فرمائیں جو بعد میں عشاء کے چار فرضوں کی شکل میں ہم پر فرض ہو گئیں اور خدا تعالیٰ نے گویا فرمایا جو عشاء کے چار فرض پڑھے گا اس کا حشر قیامت کے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ نماز عشاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد تازہ کرتی ہے۔

روزانہ پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں تا کہ ان متذکرہ انبیاء کرام کی یاد تازہ رہے اسی طرح ہر سال محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے تا کہ امام الانبیاء کی یاد تازہ ہو اور عوام الناس جو علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں ان کے ذہنوں میں عظمت رسول نبی اکرم کا ادب واحترام اور تعظیم راسخ ہو جائے۔ آپ کی تعلیمات آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی سنت سے واقفیت حاصل ہو۔ اعمال صالحہ کی ترغیب منکرات سے ترہیب دی جاتی ہے تا کہ لوگ صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

دلیل نمبر 18.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھلدار درخت پیر کے دن پیدا کیئے گئے اور پھل انسان کی مادی غذا ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد انسان کی روحانی غذا ہے جس طرح جسمانی حیات کے اسباب پیر کے دن پیدا ہوئے اسی طرح انسان کی روحانی غذا کا سبب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ربیع کے معنے ہیں بہار موسم چار ہیں گرمی، سردی، خزاں اور بہار جس وقت موسم بہار آتا ہے تو زمین سبزے کا لباس پہن لیتی ہے چمن مہکنے لگتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں ہونا اس طرف اشارہ تھا کہ گلشن انسانیت صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب ولادت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئی۔

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو
حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا
بڑے گل کھلے تھے مگر اس چمن میں
بہار آئی جب مصطفٰے بن کے آیا

فصل ربیع تمام فصلوں سے افضل ہوتی ہے جس طرح ربیع کی فصل تمام فصلوں سے اعلیٰ اور افضل ہوتی ہے۔ اسی طرح ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہونے والا نبی انبیاء سے افضل ہے۔

سب سے زیادہ خدا کو محمد سے پیار
مہرباں ان پہ ہے پاک پروردگار
وہ ہیں محبوب حق حق کے ہیں راز دار
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

جس کے تلووں کو جبریل آنکھیں ملیں
چاند سورج اشارے جس کے چلیں
جس کے آگے دیے کفر کے نہ جلیں
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

میرے آقا ہیں محبوب رب جلیل
ہیں وہی سب سے زیادہ حسین وجمیل
وہ خدا کی عدالت میں سب کے وکیل
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

لاکھوں آئے یہاں اور لاکھوں گئے
اونچے اونچے شہنشاہ یہاں نہ رہے
کتنے دیے جلے جل کے پھر بجھ گئے

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے

پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت لیلۃ القدر یا شب برأت یا شب جمعہ ہوتی تو کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ آپ تمام مخلوق سے افضل اس لئے ہیں کہ آپ فضیلت والی رات میں پیدا ہوئے ہیں اگر آپ کی ولادت رمضان میں ہوتی تو لوگ کہتے رمضان تمام مہینوں سے افضل ہے لہٰذا آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ کی ولادت پیر کی رات ہوئی اور علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے اور پیر کی رات وہ عظیم الشان رسول آیا جو فرشتوں کا بھی نبی ہے وجہ یہ ہے کہ آپ نے معراج کی رات بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کرائی علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے۔

اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَتَشَرَّفُ الْاَ شْيَاءَ بِهٖ لَا هُوَ يَتَشَرَّفُ بِهَا.

کہ چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملتا ہے نہ یہ کہ حضور کو چیزوں سے شرف ملے مثلاً جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نماز نہ پڑھی تھی۔ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک کے برابر ہوتا تھا لیکن جب آپ نے معراج کی رات وہاں نماز پڑھی تو اب اس مسجد کی عظمت کو چار چاند لگ گئے اب اس میں ایک نماز پڑھیں تو ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتا ہے جب تک آپ نے مسجد حرام میں نماز نہ پڑھی تھی تو ایک نماز کا ثواب ایک کے برابر ہوتا تھا لیکن جب آپ نے نماز پڑھی تو ثواب ایک کے بدلے ایک لاکھ کے برابر ہو گیا لیکن اگر کسی عاشق مدینہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب کیا ہے تو اس سلسلے میں بعض محققین کا قول یہ ہے کہ

بخاری شریف میں حدیث ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضُعْفَی مَا جَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکٰتِ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت تو مدینہ میں رکھ دے ضعف عربی میں دگنے کو کہتے ہیں اور دوضعف کا ذکر ہے لہٰذا مراد چار گنا ہے اور اس حدیث میں برکت کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ اس برکت سے مراد مشروبات پھل اور غذا اور عبادت کے ثواب کی برکت سب شامل ہیں۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ مکہ کی برکت یہ ہے کہ اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور اس کا چار گنا چار لاکھ ہے لہٰذا مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ایک نماز کا ثواب چار لاکھ کے برابر ہے۔

دلیل نمبر 19.

خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَی اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کُفْرًا ٥

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو از روئے کفر بدل ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نعمت اللہ سے مراد ذات مصطفےٰ ہیں۔ علاوہ ازیں بخاری شریف جلد دوم ص 566 میں ہے کہ حضور علیہ السلام نعمۃ اللہ ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ٥ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

ہم اہل سنت و جماعت محفل میلاد میں آپ کا ذکر خیر کر کے چرچا کرتے ہیں بلکہ اشتہارات اعلانات اور جلوس نکال کر آپ کا خوب چرچا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 20.

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بزرگ اور نیک بادشاہوں عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابوسعید مظفر بادشاہ تھا وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتا تھا اور وہ عظیم محفل منعقد کرتا تھا وہ بہت زیرک بہادر مدبر پرہیزگار اور عالم دین تھا شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا۔

"اَلتَّنْوِيْرُ فِيْ مَوْلِدِ الْبَشِيْرِ وَ النَّذِيْرِ"

اس کتاب کے لکھنے پر بادشاہ نے شیخ مذکور کو ایک ہزار دینار انعام دیا جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں:

پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتیں

دس ہزار مرغیاں ہوتی تھیں۔ ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں

تین ہزار مٹھائی کی ڈلیاں

ان کی محفل میں بڑے بڑے علماء اور صوفیاء کرام شریک ہوتے ہیں۔ ہر علاقہ اور ہر قسم کے مہمانوں کے لئے مظفر بادشاہ کا دسترخوان کھلا رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ وخیرات کرتا تھا۔

میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔ مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔ حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں صرف پانی پر تیس ہزار دینار خرچ کر دیا کرتا تھا۔

(البدایہ والنھایہ ج 13 ص 136)

ارہاص، معجزہ اور کرامت میں فرق

خدا تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

یَاایُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًاo

ترجمہ: اے لوگو تحقیق تمہارے رب کی طرف سے برہان یعنی معجزہ آیا اور ہم نے روشن نور نازل کیا جو کام بطور خرق عادت ہوتے ہیں ان کی چھ اقسام ہیں۔

نمبر 1. ارہاص:

اللہ کے نبی کے ہاتھ پر جو عجیب وغریب کام قبل از دعوائے نبوت سرزد ہو جائے اسے ارہاص کہتے ہیں مثلاً۔

(۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت قریب ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی ایک سہیلی دائی کو بلا بھیجا جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ایک نور ظاہر ہوا جس کی وجہ سے اس دائی کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیدا ہو گئی اس نے آپ کی والدہ سے کہا کہ فرعون کی پولیس گلی میں گھوم رہی ہے۔ انہوں نے مجھے آپ کے گھر میں آتے ہوئے دیکھ لیا ہے میرے دل میں اس بچے کی محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کو کسی طرح چھپا دو اور اس کی حفاظت کرو جب یہ دائی گھر سے نکل کر گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دروازے پر پولیس آ گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ دروازے پر پولیس آ گئی ہے آپ کی والدہ نے جلدی سے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور اس کی عقل نے کام نہ

کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نہ تو چہرے کا رنگ بدلا اور نہ ہی اس کے پستان میں دودھ اترا اتنے میں پولیس اندر آ گئی انہوں نے آتے ہی کہا یہاں دائی کیا لینے آئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا وہ میری سہیلی ہے مجھے ملنے آئی تھی پولیس چلی گئی بعد ازاں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خیال آیا تو بیٹی سے پوچھا بچہ کہاں ہے اس نے کہا مجھے پتہ نہیں اتنے میں تنور سے بچہ کے رونے کی آواز آئی جب آپ کی والدہ پہنچیں تو دیکھا کہ:

وَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی النَّارَ عَلَیْہِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا فَاحْتَمَلَتْہُ ٥ (مظہری ج 7 ص 145)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا ہے اس نے آپ کو اُٹھا لیا۔

(ب) پھر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ انہوں نے ایک فرعونی درکھان سے ایک لکڑی کا صندوق خریدا تا کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈال کر دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دوں درکھان نے آپ کی والدہ سے پوچھا کہ اس صندوق کا کیا کروں گی۔ آپ نے فرمایا میں اس میں اپنے بچے کو چھپاؤں گی اور آپ نے جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی یہ کہا کہ میں اپنے بچے کے لئے فرعون سے خوفزدہ ہوں جب آپ اس صندوق کو لے کر چلی گئیں تو وہ درکھان پولیس کو اس ساری کاروائی کی اطلاع دینے گیا لیکن وہاں جا کر گونگا ہو گیا زبان کام نہ کرتی تھی۔ اشاروں سے سمجھانا چاہتا تھا لیکن بیکار پولیس کے بڑے افسر نے حکم دیا اس کو مار کر باہر نکال دو جب وہ درکھان اپنے مقام پر پہنچا تو بولنے لگا پھر پولیس کے پاس اطلاع دینے کے لئے گیا اب گونگا اور اندھا ہو گیا پھر پولیس نے مار پیٹ کر نکال دیا پھر سچے دل سے

تائب ہو گیا۔ خدا نے گویائی اور بینائی واپس کر دی۔

(مظہری ج 7 ص 145)

(ج) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی جس کو برص کا مرض تھا۔ اس نے بڑے بڑے حکیموں اور جادوگروں کو اس کے علاج کے لئے بلایا جادوگروں نے کہا اے بادشاہ ایک انسانی شکل دریا کی طرف سے آئے گی اس کا تھوک اس برص کا علاج ہے ایک دن فرعون اپنی بیوی اور اسی مریضہ بچی کے ساتھ بیٹھا تھا اور یہ بچی دوسری بچیوں کے ساتھ دریائے نیل کے پانی سے کھیل رہی تھی۔ اس وقت دریائے نیل کی موجیں ایک صندوق کو بہا کر ایک درخت کے پاس لے آئیں فرعون نے حکم دیا کہ اس صندوق کو میرے پاس لایا جائے اس کے نوکر کشتیاں لے کر گئے اور صندوق لے آئے انہوں نے کھولنا چاہا لیکن ان سے صندوق نہ کھلا آخرکار حضرت آسیہ نے اسے کھولا تو دیکھا کہ ایک بچہ ہے۔

وَاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ رِزْقَهٗ فِيْ اِبْهَامَيْهِ يَمُصُّهُمَا لَبَنًاo

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق آپ کے دونوں انگوٹھوں میں رکھا ہوا ہے آپ دونوں انگوٹھوں کو چوستے ہیں تو دودھ آتا ہے۔ فرعون کی لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُٹھایا آپ کا لعاب دہن اس کے جسم کو لگا تو خدا نے اسے شفا دے دی۔ (مظہری ج 7 ص 146)

(د) علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ:

اَنَّ مَهْدَهٗ كَانَ يَتَحَرَّكُ بِتَحْرِيْكِ الْمَلَائِكَةِo

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔

(مظہری ج 6 ص 513)

مھد میں جب لیٹ جاتا تھا سراپا نور کا
آکے خودنوری جھلا جاتے تھے جھولا نور کا

نمبر 2. معجزہ:

معجزہ وہ عجیب وغریب کام ہے جو نبی کے ہاتھ پر بعد دعوائے نبوت سرزد ہو اور معجزہ کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

شرائط معجزہ:

شرط اول: معجزہ ایسا کام ہو جس کو خدا کے سوا کوئی انسان سوائے نبی و رسول کے نہ کر سکے۔ معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مقابلے سے عقل عاجز آجائے مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل کر دریائے قلزم کے کنارے پہنچے تو پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا آ پہنچا قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا اب ہم کیا کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا عصا دریا میں مارو انہوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے کیونکہ آپ کی قوم کے بارہ قبائل تھے اور پانی میں زلزلہ پیدا ہوا اور وہ دیواروں کی شکل میں کھڑا ہو گیا خدا نے دھوپ اور ہوا کو حکم دیا اس نے ان راستوں کو خشک کر دیا سب سے پہلے حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام گزرے پھر ساری قوم ان راستوں پر آ گئی آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گروہ کے ساتھ ایک راستہ پر روانہ ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو بنی اسرائیل تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

ہمارے ساتھی جو پانی کی دیوار کے اس طرف جارہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پانی میں غرق ہو جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے سخت ہوا کو حکم دیا۔ اس نے پانی کی دیواروں میں روشندان بنا دیئے اب ایک گروہ دوسرے گروہ کو دیکھتا ہوا جارہا ہے۔ اسی اثناء میں فرعون کا لشکر بھی دریا کے کنارے آپہنچا۔ فرعونی لشکر ان راستوں پر چلنے سے ڈرتا تھا خدا نے حضرت جبریل کو ایک گھوڑی پر سوار کر کے بھیجا جب جبریل نے اپنی گھوڑی پہلے راستے پر ڈالدی تو فرعون کا گھوڑا بھی پیچھے ہولیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرعون کے بعد سارا لشکر دریا میں داخل ہو گیا اب خدا نے پانی کی دیواروں کو ملنے کا حکم دے دیا فرعونی لشکر غرق ہو گیا۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 234)

شرط دوم:

معجزہ خلاف عادت کام کو کہتے ہیں اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی یا آج آفتاب مغرب میں غروب ہو گا یا آفتاب کل مشرق سے طلوع کرے گا۔ تو یہ معجزہ نہیں اس لئے کہ آفتاب کی عادت یونہی جاری ہے کہ مشرق سے نکلتا ہے مغرب میں غروب ہوتا ہے دن کے بعد رات آتی ہے کوئی کام معجزہ تب کہلائے گا جب وہ کام خلاف عادت ہو مثلاً لکڑی کی لاٹھی اگر سانپ بن جائے تو یہ کام خلاف عادت ہو کہ معجزہ بن جائے گا جیسے کہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں اپنا عصا ڈالا تو وہ اتنا بڑا سانپ بن گیا کہ اس کے دونوں جبڑوں کا باہمی فاصلہ اسی ہاتھ تھا وہ ایک میل لمبا ہو کر اپنی دم پر کھڑا ہو گیا۔
(زرقانی ج 5 ص 75)

شرط سوم:

مدعی نبوت خدا سے جس قسم کی نشانی دکھانے کی درخواست کرے وہ نشانی خدا اس کی مرضی کے مطابق دکھا دے خواہ چیز کی ہیئت بدلتی ہو مثلاً:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس شہر میں رہتے تھے وہاں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا آپ اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر ایک دوسرے شہر میں غلے کی تلاش میں تشریف لے گئے لیکن غلہ نہ ملا آپ واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ سرخ ریت دیکھی آپ نے غلاموں سے فرمایا کہ بوریوں میں یہ سرخ ریت بھر لو تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کے یہ غلہ لئے بغیر واپس آگئے ہیں لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ آپ کیا لاد کر لائے ہیں فرمایا سرخ گندم ہے جب گھر آ کر ان بوریوں کو کھولا گیا تو وہ واقعی سرخ گندم تھی خدا نے آپ کی بات کو سچا ثابت کر دیا۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 442)

شرط چہارم:

معجزہ وہ خلاف عادت کام ہے جو مدعی نبوت کی مرضی کے عین مطابق ہو مثلاً علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے ایک کنارے تشریف فرماتھے عکرمہ بن ابی جہل وہاں آنکلا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آجائے اور ڈوبے نہیں آپ نے اس پتھر کو اشارہ کیا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آگیا اور بزبانِ فصیح آپ کی رسالت کی گواہی دی آپ نے فرمایا کیا تجھے اتنا ہی کافی ہے اس نے کہا یہ واپس اپنے مقام پر چلا جائے وہ پتھر واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔ (زرقانی ج 5 ص 191)

شرط پنجم:

مدعی نبوت جو خلاف عادت کام بطور معجزہ دکھائے اس کی مثال ناپید ہو مثلاً قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ پر ایمان صرف اس صورت میں لائیں گے کہ آپ پہاڑ کی فلاں چٹان سے ایک ایسی اونٹنی خدا سے پیدا کرنے کی دعا کریں جو گابھن ہو آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا مانگی خدا نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی پیدا فرمائی وہ گابھن تھی پھر اس کا بچہ پیدا ہوا وہ اتنا دودھ دیتی کہ قوم کے سارے برتن دودھ سے بھر جاتے کنویں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ (زرقانی ج5 ص75)

❁❁❁❁

مقبول دعائیں

معجزات کی چار اقسام ہیں۔

قسم اول: عقلی معجزات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری ماں مشرکہ تھی میں ہمیشہ اسے اسلام کی طرف بلاتا تھا ایک روز حسب معمول میں نے اسے مسلمان ہو جانے کو کہا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسی بات کی جو مجھے ناگوار گزری میں روتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کو ہدایت دے آپ نے دعا مانگی اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے خوش ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوا گھر آ کر دیکھا تو دروازہ بند تھا میری ماں نے میرے

قدموں کی آواز کو سنا تو کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذرا ٹھہرو پھر میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر دروازہ کھول دیا اور کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ○

میں پھر خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا کی تعریف کی اور میری ماں کے اسلام پر خدا کا شکر ادا کیا۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 191)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ○

ترجمہ: یااللہ اس کی اولاد اور مال میں کثرت دے عمر زیادہ کر اور اسے بخش دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ مجھے اللہ نے اسی ہزار جریب زمین عطا فرمائی اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ میری زندگی میں ایک سو پچیس اولاد ذکور اور پینتالیس اولاد اناث ہوئی میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور ایک سو بائیس سال عمر ہوئی جب وفات قریب ہوئی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی یااللہ تیرے حبیب نے چار دعائیں میرے حق میں کی تھیں تین کی قبولیت کا اثر تو دیکھ لیا ہے چوتھی دعا کے بارے میں نہ جانے کیا ہوا اس مکان کے ایک کونے سے آواز آئی کہ اے انس ہم نے چوتھی بھی قبول کر لی ہے۔

(تتمہ معارج النبوت ج 2 ص 5، عمدۃ القاری ج 1 ص 140)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

(ب) غیب کی خبریں:

خدا تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں فرمایا۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَۃً ۝

ترجمہ: ہم تیری لاش کو سالم رکھیں گے تا کہ بعد میں آنے والوں کیلئے نشانی بنے۔

چنانچہ 16 فروری 1963ء کو ہوارڈ کارٹر نامی شخص نے محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے کھدائی کرتے ہوئے فرعون کی لاش کو نکالا صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس کا جسم سالم تھا اس کو زمین نے کھایا نہیں یہ ایک ایسی غیبی خبر تھی جو صدیاں گزرنے کے بعد ظاہر ہوئی اس سے قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت ظاہر ہوئی۔

(ج) توریت و انجیل کے احکام کا علم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ اس لڑکے کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تورات پڑھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے یہودی قسم ہے تجھے اس خدا کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تورات میں میری صفت، نعت اور ہجرت کا ذکر موجود ہے اس مریض لڑکے نے عرض کی یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تورات میں آپ کی صفت تعریف اور ہجرت کا ذکر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا اس یہودی کو لڑکے کے سرہانے سے اُٹھا دو۔

(مظہری ج3ص417)

قسم دوم: ذاتی معجزات:

آپ کے جسد اقدس میں دس معجزات تھے۔

نمبر1. آپ کا سایہ نہ تھا: چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِاَنْ لَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَیْہِ عَلٰی ظِلِّکَ o اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان آپ کے سایے پر اپنے قدم رکھ کر بے حرمتی نہ کرے۔

نیز سایہ روشنی کے ذرائع پیدا کرتے ہیں مثلاً آفتاب اور چراغ وغیرہ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا نور چراغ اور آفتاب کی روشنی پر غالب آجاتا تھا اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

نمبر2. آپ مختون پیدا ہوئے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ ختنہ شدہ تھے اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اگر آپ ختنہ شدہ پیدا نہ ہوتے تو دنیا میں آپ کے ختنے کئے جاتے اور اگر کوئی آپ کے ستر کو دیکھ لیتا تو اندھا ہو جاتا۔

نمبر3. نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا: اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی

ہے کہ نبی کو نیند میں بھی وحی آ سکتی ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم کو خواب کی حالت میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِذِبْحِ اِبْنِکَ۔ لہٰذا اگر نیند میں نبی کا دل بھی سو جائے اور غافل ہو جائے اور نیند میں وحی آ جائے تو وصولی کون کرے گا۔ اس لئے نبی جب خواب استراحت میں جلوہ فرما ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

نمبر 4. شیطان آپ سے ڈر کر بھاگتا تھا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی۔

اے اللہ میرے دل میں نور کر دے میری قبر میں نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا کر دے نیز شیطان نے کہا تھا۔

قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ۝

ترجمہ: تو نے مجھے گمراہ کیا ہے ان کے صراط مستقیم میں بیٹھ جاؤں گا۔ پھر ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو ناشکرا پائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر نیچے ہر طرف سے نور ہیں اور انہی راستوں سے شیطان آتا ہے۔ اور نور میں ٹھنڈک

ہوتی ہے لہٰذا شیطان جو آگ سے پیدا ہوا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آتا ہے تو برودت کی وجہ سے قریب آنے سے ڈرتا ہے۔

نمبر 5. آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی: چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنَّ اللّٰہَ عَصَمَکَ مِنْ وَقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰی جِلْدِکَ لِاَنَّہٗ یَقَعُ عَلَی النَّجَاسَتِ.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکھی کو آپ کے جسم اقدس پر بیٹھنے سے منع فرما دیا ہے اس لئے کہ وہ نجاست پر بیٹھ جاتی ہے اور آپ کی کمال طہارت و نفاست کا تقاضا یہ ہے کہ نجاست پر بیٹھنے والی مکھی آپ کے کپڑوں اور جسد اقدس پر نہ بیٹھے۔

نمبر 6. آپ آگے پیچھے سے دیکھتے: چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَھْرِیْ ٥ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

قَالَ اِنِّیْ لَا نْظُرُ اِلٰی مَاوَرَائِیْ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَابَیْنَ یَدَیْ ٥

ترجمہ: میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔

نمبر 7. آپ جب لوگوں کے ساتھ مل کر چلتے تھے تو سب سے بلند نظر آتے تھے خواہ کوئی کتنا ہی لمبے قد والا آپ کے ساتھ ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہر طرح ہر اعتبار سے ہر انسان سے افضل ہیں۔ اگر کوئی آپ سے بلند ہو جاتا تو یہ آپ کی علوشان کے منافی ہے۔

نمبر 8. آپ جس سواری پر بھی سوار ہوتے۔ وہ اگر ضعیف بھی ہوتی تو قوی بن جاتی چنانچہ جب حضرت حلیمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ میں لینے آئی تو اس کی سواری کا یہ حال تھا کہ ضعف اور کمزوری کی بنا پر وہ گر پڑتی تھی لیکن حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اس سواری پر سوار ہوئی تو اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ تمام سواریوں سے آگے بڑھ گئی۔

جب آئے تھے تو پیچھے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی مشکل سے
مگر آج اس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری

نمبر 9. جمائی چونکہ شیطان کے اثر سے ہوتی ہے اس لئے آپ کو جمائی نہ آتی تھی۔

نمبر 10. بول و براز کو زمین نگل جاتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بیت الخلا میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

(زرقانی ج4ص229)

ایک روایت ہے کہ جب آپ پاخانہ پھرنے کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی تھی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگ جاتی تھی۔ (زرقانی ج4ص227)

قسم سوم: صفاتی معجزات:

آپ نے کبھی جھوٹ نہ بولا چنانچہ رکانہ نامی ایک مشہور شہ زور آدمی تھا جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آج تک کسی نے اس کی پشت زمین سے نہ لگائی تھی۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگل میں اس سے ملاقات کی اس نے آپ کو دیکھ کر کہا آپ ہی وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں اور لوگوں کو ایک اور خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ میں ہی ہوں اس نے کہا میں اپنے لات وعزیٰ کو بلاتا ہوں اور آپ اپنے خدا کو بلائیں پھر دونوں کشتی کرتے ہیں اگر آپ نے مجھے گرا لیا تو میں آپ کو دس بکریاں دوں گا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے کشتی ہونی شروع ہوئی نبی کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت خداداد سے اسے چاروں شانے چت گرا دیا اس نے دوبارہ دعوت دی آپ نے دوبارہ اسے شکست دی اس نے تیسری بار دعوت دی آپ نے اسے تیسری مرتبہ بھی گرا لیا رکانہ نے کہا میرے لات وعزیٰ نے میری مدد نہیں کی اور آپ کے خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے۔ اب آپ تیس بکریاں لے لیں آپ نے فرمایا مجھے بکریوں کی ضرورت نہیں ہاں میں یہ چاہتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا مجھے قریش مکہ کیا کہیں گے فرمایا میں کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو گرا لیا ہے اس نے کہا آپ کچھ اور کہہ دینا فرمایا میں جھوٹ نہیں بولتا اس نے کہا واقعی آپ جھوٹ نہیں بولتے آپ نے فرمایا ہاں اس پر رکانہ مسلمان ہو گیا۔

(تتمہ معارج النبوت ج 2 ص 33، دلائل النبوت ج 6 ص 251)

(ب) جوامع الکلم: خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا کلام عطا فرمایا جس میں الفاظ کم لیکن معنوں اور مفہوم میں کمال وسعت ہو چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ ۔نیکی کا راستہ دکھانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ۔اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ۔اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی مانگنے والے سے سخاوت کرنے والا بہتر ہے۔

اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔ جب کسی قوم کا سردار آ جائے تو اس کی عزت کرو مطلب یہ کہ پھر تم سے ساری قوم خوش ہو جائے گی۔

حُبُّکَ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔کسی چیز کی محبت اس کے عیب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ ۔نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

اَلْھَمُّ نِصْفُ الْھَرَمِ۔غم آدھا بڑھاپا ہے۔

لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ ۔مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنگ نہیں کھاتا۔

اَلْوَاحِدَۃُ خَیْرٌ مِنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ۔ بری صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا.

مومن،مومن کے لئے اس عمارت کی طرح ہے جس کے بعض حصے بعض سے مضبوط ہوتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ.

میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

مَنْ کَثُرَ طَعَامَہٗ کَثُرَ سِقَامَہٗ وَمَنْ قَلَّ غِذَاؤُہٗ قُلَّ دَوَاءَ ہٗ.

ترجمہ: جو کھانا زیادہ کھائے گا زیادہ بیمار ہو گا اور جس کی غذا کم ہے اس کو دوا کی بھی کم ضرورت محسوس ہو گی۔

قسم چہارم: خارجی معجزات:

نمبر1. ایک مرتبہ ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل دے گا جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسی برے ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا جب اس پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن سے چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا یہ حال دیکھ کر اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا یہ کام میں کروں گا اور میں ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ ابھی نماز پڑھ رہے تھے جب یہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز تو سنتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا وہ بھی نظر نہ آئے انہوں نے ہی اسے آواز دی اس سے کہا تو نے کیا کیا ہے کہنے لگا میں نے ان کو آواز سنی لیکن مجھے وہ نظر نہیں آئے اب ابو جہل کے تیسرے ساتھی نے کہا یہ کام میں سرانجام دوں گا اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں بدحواس ہو کر وہ بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا میرا حال بہت برا ہے۔ میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا۔ لات و عزیٰ کی قسم ذرا بھی آگے بڑھتا تو

وہ مجھے کھا ہی جاتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ○

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

نمبر 2۔ ایک سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا آس پاس کے گاؤں کے لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ایک اعرابی زمیندار سے فرمایا تم کہاں جا رہے ہو۔ اس زمیندار نے کہا حضور میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے زمیندار کچھ نیک بات کی طرف توجہ کر سکتا ہے عرض کی حضور وہ کیا آپ نے فرمایا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ اعرابی زمیندار نے کہا آپ کے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جو آپ کی صداقت پر روشن دلیل ہو۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا دیکھو وہ دور کیکر کا ایک درخت کھڑا ہے تم اس کے پاس جا کر کہو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے ہیں زمیندار متعجب ہو کر درخت کے پاس گیا اور درخت کو آپ کا پیغام پہنچایا آپ کا پیغام سنتے ہی درخت بے چین ہو گیا اور فوراً چاروں طرف ہل کر اپنی جڑوں کو زمین سے باہر نکالا اور بہت جلد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت سے پوچھا کہ تو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس نے تین مرتبہ کہا کہ بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لوگ یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہو گئے اعرابی نے عرض کیا بھلا یہ درخت اپنی جگہ پر واپس بھی جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے درخت اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔ درخت آپ کا حکم سن کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اعرابی نے اجازت طلب کی کہ

میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اس کی اجازت نہیں اگر کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورتوں کو کہتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں

بارک اللہ مرجعٔ عالم یہی سرکار ہے

پھر اعرابی نے عرض کی مجھے اجازت دیں کہ آپ کے ہاتھوں کو چوم لوں آپ نے اجازت دے دی پھر کلمہ پڑھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(افضل المواعظ ص 97)

مقام غور ہے کہ ایک بے جان درخت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پا کر فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ کی اطاعت کرے اور ہم آپ کے کلمہ گو غلام ہو کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا خیال نہ کریں۔ مسجد میں پانچ وقت نماز کے لئے اذان ہوتی ہے لیکن کچھ پرواہ نہیں کرتے ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔

پنجوقتہ مسجدوں میں اب بھی ہوتی ہے اذاں

پر وہ آواز اذاں پر دوڑنے والے کہاں

مسجدیں رنگدار ہیں لیکن یہ منظر عام ہے

اک امام اک مقتدی باقی خدا کا نام ہے

آج پوری دنیا میں مسلمان صرف اس لئے ذلیل و خوار ہیں کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے احکام و ارشادات سے منہ موڑ لیا ہے اسلام اور قرآن کو طاق نسیان میں رکھ دیا ہے غیروں کی تہذیب و تمدن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے ہم نے ہندوؤں انگریزوں اور یہودیوں کے طریقہ زندگی میں سکون زندگی تلاش کرنا شروع کر دیا ہے لیکن خوب یاد رکھیں کہ اگر سکون مل سکتا ہے تو وہ صرف

اور صرف شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے ہی مل سکتا ہے۔ شرعی اصولوں کی پابندی ہی ہماری نجات دائمی کی ضمانت ہے جب تک ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار رہی قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ہمارا پانی بھرتی رہیں۔

ہمارے ہاں مذہبی تعلیم کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی ہم اگر اپنے بچے کو تعلیم دلواتے ہیں تو انگریزی کی تعلیم ہے ایک معیاری سکول کی فیس آج کل چار پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے جس انگریزی کو پڑھ کر بچہ والدین کا نافرمان ہو جاتا ہے اسلام سے دور ہو جاتا ہے ذرا ایسے مسلمانوں کی عقل کو دیکھیں کہ ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنی اولاد کو اپنا نافرمان بنا رہے ہیں خدارا سوچو اور اپنی اولاد کو قرآن و حدیث سے روشناس بھی کراؤ تاکہ تمہارا بچہ بڑا ہو کر قوم و ملت اور ملک کے لئے ایک عظیم سرمایہ بن سکے اسے یہ پتہ ہو کہ والدین کے مجھ پر کیا حقوق ہیں بیوی بچوں کے کیا حقوق ہیں کس طرح اسلام کا نام روشن کروں معاشرے میں ایک مفید فرد بن کر ابھروں میرے وجود سے کسی کی دل آزاری نہ ہو ہو سکے تو کسی کا فائدہ کر سکوں نقصان نہ پہنچاؤں۔

ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے یہی ہماری منزل ہے اسی لئے ہم دن رات حصول دنیا کے لئے سرگرداں رہتے ہیں جائز اور ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرتے ہیں کم تولنا کم ناپنا اشیاء میں ملاوٹ ہمارا روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ جھوٹ بول کر روپے حاصل کرنے کو چالاکی کا نام دیا جاتا ہے جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کرنا ہمارا وطیرہ بن چکا ہے دھوکہ دہی سے دوسروں کے روپے ہتھیا لینا کمال سمجھا جاتا ہے غرضیکہ کوئی برائی ایسی نہیں جو ہم نام نہاد مسلمانوں میں موجود نہ ہو۔

"یا الٰہی پھیر دے رُخ گردش ایام کے"

نمبر3. سر میں برکت: حضرت حنظلہ بن حزیم کے سر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔ حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی کیفیت یہ ہو گئی کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم آ جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَثَرِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اور پھر ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔ (زرقانی ج2ص83)

نمبر4. کلام گوہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اپنے صحابہ کی محفل میں موجود تھے کہ بنی سلیم کا ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے گوہ پکڑ کر اپنی آستین میں لی ہوئی تھی آ کر کہنے لگا یہ کون ہے اپنی جماعت کے ساتھ کہا گیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ لوگوں میں سے ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ تمام لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ مبغوض ہیں اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں آپ کو قتل کر دیتا تاکہ لوگ خوش ہو جاتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس کے قتل کی اجازت دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا تو نہیں جانتا کہ حلیم میں نبوت کی صفت ہوتی ہے پھر وہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی لات وعزیٰ کی قسم میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر اس نے آستین سے گوہ نکال کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دی اور کہا اگر یہ ایمان لائے گی

تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گوہ تو گوہ نے عربی زبان میں ایسا کلام کیا کہ سب لوگوں نے اس کلام کو سمجھا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کس کی عبادت کرتی ہو اس نے کہا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُہٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ وَفِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ وَفِی النَّارِ عَذَابُہٗ ○

ترجمہ: میں اس اللہ کی عبادت کرتی ہوں آسمان میں جس کا عرش ہے زمین میں اس کی سلطنت ہے سمندر میں اس کا راستہ ہے جنت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کی سزا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا میں کون ہوں اس نے جواب دیا۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ وَقَدْ خَابَ مَنْ کَذَّبَکَ ○

ترجمہ: آپ پروردو عالم کے رسول ہیں تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے تکذیب کی وہ نامراد ہو گیا۔

اس پر اعرابی نے کہا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا ○

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ برحق رسول ہیں۔ (طبرانی اوسط، ج 6 ص 467، دلائل النبوت ص 321)

نمبر **5.** سرکش اونٹ: حضرت غیلان بن سلمہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم نے آپ سے ایک عجیب کام

دیکھااور وہ یہ تھا کہ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا تو ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک باغ ہے جس سے میری اور میرے اہل وعیال کی گزراوقات ہوتی ہے۔ اس میں میرے دو اونٹ ہیں جو سرکش ہیں جو نہ تو میرے قابو میں ہیں اور نہ ہی مجھے باغ میں کام کرنے دیتے ہیں اور کوئی ان اونٹوں کے قریب جانے کی جرأت نہیں کرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اس باغ کی طرف تشریف لے گئے اور اس باغ کے مالک سے کہا کہ اس کا دروازہ کھول دو عرض کی مجھے خوف ہے فرمایا فکر نہ کرو اور دروازہ کھول دو جب دروازہ کھولا تو دونوں اونٹ آہستہ آہستہ آئے اور جب انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو دونوں سربسجود ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو پکڑ کر مالک کے حوالے کر دیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا سجدہ صرف اللہ حی قیوم کی شان کے لائق اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (دلائل النبوت ص328)

نمبر3. کرامت: یہ وہ عجیب وغریب کام ہے جو کسی ایسے آدمی کے ہاتھ پر سرزد ہو جو کسی نبی کی شریعت کا پابند ہو۔

اللہ کا ولی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، دل، پیٹ اور پاؤں سے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے ان اعضاء سے وہ کام لیتا ہے جن سے خدا اور اس کے رسول کی رضا حاصل ہو جائے تو پھر ان اعضا سے کرامات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

آنکھ کی کرامت:

جب حضرت داتا علی ہجویری لاہور میں تشریف لائے تو آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی تھی لاہور کے بعض علماء نے اعتراض کیا کہ داتا صاحب کی مسجد کا قبلہ درست نہیں ہے۔ جب داتا صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان تمام معترضین علماء کو بلا بھیجا کہ آج عصر کی نماز آپ ہماری مسجد میں ادا فرمائیں تمام علماء آپ کے ارشاد پر عصر کے وقت حاضر ہوئے اذان و اقامت کہی گئی داتا صاحب نے فرائض امامت سرانجام دیئے اختتام نماز پر آپ نے حضرات علمائے کرام سے فرمایا آپ ذرا غور سے دیکھیں کیا ہماری مسجد کا قبلہ درست ہے جب ان علماء نے جانب قبلہ نگاہ کی تو آپ کی کرامت سے لاہور میں بیٹھے بیٹھے انہوں نے کعبہ کا دیدار کرلیا۔

کان کی کرامت:

علامہ نبہانی نے شیخ محمد بن عمر کی ایک کرامت ذکر کی ہے کہ حلب کے خطیب شیخ شمس الدین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی کی دعوت پر ہم شیخ محمد بن عمر کے ہمراہ ایک گاؤں میں پہنچے وہاں پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ شیخ نے کئی بار اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ خطیب صاحب نے عرض کی حضور کیا حادثہ پیش آیا آپ نے فرمایا جب ہم اس گاؤں پہنچے تو مردوں کی روحیں مجھے سلام کرنے آئیں ان میں ایک خوبصورت جوان تھا جس نے مجھے بتایا کہ اس گاؤں کے دو مردوں نے مجھے قتل کیا ہے وہ دونوں بھائی تھے میں ان کی بکریاں چرایا کرتا تھا انہوں نے اپنی لڑکی سے مجھے متہم کیا اور میں ان کے الزام سے بری تھا اتفاقاً قتل کے دونوں مجرم وہاں موجود تھے اور شیخ کی ساری گفتگو ان دونوں نے سنی اور بعد میں خطیب

صاحب سے کہا کہ واقعی وہ اس قتل کے مجرم ہیں۔ (جامع کرامات ص568)

زبان کی کرامت:

حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ سعید بن زید اور اروٰی بنت اوس میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا ہوا اروٰی سعید بن زید کو مروان گورنر مدینہ کے پاس لے گئی اروٰی نے یہ دعوٰی کیا کہ سعید نے میری زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے سعید نے دعوٰی سن کر کہا میں اس کی زمین کا ٹکڑا کیسے لے سکتا ہوں حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعید سن چکا ہوں مروان نے کہا سعید سے تم نے کیا سنا ہے سعید نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک بالشت بھر زمین کسی سے لے گا اس زمین کے ساتوں طبقات قیامت کے دن اس کے گلے میں ڈالدیئے جائیں گے۔ مروان نے یہ سن کر کہا اس کے بعد میں آپ سے اور کوئی گواہ طلب نہیں کرتا سعید نے یہ سن کر کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اسی زمین میں موت دے جس کا یہ دعوٰی کرتی ہے عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اندھی ہوگئی اور ایک روز وہ اس متنازعہ زمین میں جا رہی تھی کہ ایک غار میں گر کر مر گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اندھی ہوگئی اور دیوار کو ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی مجھے سعید کی دعا نے اندھا کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج3 ص216)

ہاتھ کی کرامت:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں ایک مرتبہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ آیا اور آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہنے لگا مجھے کوئی ایسی کرامت دکھایئے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کیا چاہتے ہو خلیفہ

نے کہا مجھے اس وقت سیب درکار ہے وہ موسم سیب کا نہ تھا۔ آپ نے ہاتھ پھیلا کر دو سیب پکڑے ایک خلیفہ کو دے دیا اور ایک خود رکھ لیا جب آپ نے اپنا سیب چیرا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی اور خلیفہ نے اپنا سیب چیرا تو اس میں سے کیڑے نکلے خلیفہ نے تعجب سے پوچھا معاملہ کیا ہے آپ نے فرمایا ظالم کا ہاتھ لگنے سے پھلوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ (نزہتہ الخاطر الفاترص 57)

پاؤں کی کرامت:

امام جلال الدین سیوطی نے اپنے ایک خادم سے دوپہر کے وقت فرمایا کہ ہم عصر کی نماز مکہ میں پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن میری زندگی میں یہ کرامت کسی کے سامنے بیان نہ کرنا انہوں نے وعدہ کرلیا کہ کسی سے بیان نہ کریں گے پھر کہا میرا ہاتھ پکڑو اور آنکھیں بند کرلو خادم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آنکھیں بند کرلیں ستائیس قدم اُٹھائے تھے کہ علامہ سیوطی نے فرمایا آنکھ کھول دو اب جو آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ہم بیت اللہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے نماز ادا کرنے کے بعد واپس ہونے کا وقت آیا تو پھر فرمایا آنکھ بند کرلو انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور سات قدم میں واپس ملک شام پہنچ گئے۔

(اسرار کائنات ص 36)

دل کی کرامت:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ٥

ترجمہ: ۔ جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل

میں علم وحکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے جس کا اظہار اس کی زبان سے ہونے لگتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جنگ اُحد پیش آئی تو میرے والد نے ایک رات مجھے بلایا اور کہا میں خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں جنگ میں سب سے پہلے میں شہید ہوں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں تم سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں سے ساتھ اچھا سلوک کرنا چنانچہ صبح جب جنگ ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد شہید ہوئے اور میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ایک اور شخص کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔

(مشکوٰۃ ج3ص213)

پیٹ کی کرامت:

حضرت شیخ احمد بن علی عجم سے شیخ علی بن وھب کے پاس آئے اور کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اور آپ دونوں ایک مکان میں پچاس دن تک رہیں نہ کھائیں نہ پئیں نہ سوئیں اور نہ وضو کریں شیخ علی نے کہا اے فرزند عزیز میں اب بڑی عمر کا ہو گیا ہوں اور ہڈیاں ضعیف ہو گئی ہیں۔ میری قوت ضعیف ہو گئی ہے اس نے کہا یہ ضرور کریں گے شیخ نے فرمایا تو پھر بسم اللہ دونوں کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل ہو گئے شیخ احمد نے کہا میرے پاس کھانا اور پانی لاؤ لوگ ہر روز ان کے پاس اشیائے خوردنی اور تربوز وغیرہ لاتے اور یہ کھا جاتے کثرت سے دودھ پی جاتے لیکن جائے ضرورت پر جانے کی حاجت نہ ہوتی نہ سوتے اور نہ ہی وضو کرتے اور اپنی مجلس سے رات دن نہ اُٹھتے تب شیخ احمد نے آپ کے قدم

چومے اور آپ کی مجلس کو لازم کر لیا۔ (بہجتہ الاسرار ص679)

ماں کے بطن میں کرامت:

خواجہ ابو محمد چشتی ماں کے پیٹ ہی میں اہل نعمت ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ ابو محمد چار مہینے کے تھے کہ تہجد کے وقت میرے پیٹ میں حرکت کرتے تھے اور میرے کان میں آواز آتی تھی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ یعنی والدہ کے شکم میں ذکر خدا کرتے تھے شیخ ابو احمد فرماتے ہیں کہ جس رات ابو محمد پیدا ہوئے میں نے پیارے مصطفٰے کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے ابو احمد تمہیں بشارت ہو آج تمہارے مریدوں سے ایک مرید دنیا میں پیدا ہوگا اس کا نام اُبو محمد چشتی ہے وہ پیدائش کے وقت تمام حاضرین کے سامنے سات مرتبہ زور سے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا تم روزانہ اسے دیکھنے جانا اور میرا سلام ان کو دینا یہ خواب دیکھ کر خواجہ ابو احمد بیدار ہوئے اسی وقت ابو محمد کی والدہ کی طرف سے پیغام آیا کہ اسی ساعت ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس نے پیدا ہوتے ہی تمام حاضرین کے سامنے سات مرتبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہا ہے خواجہ ابو احمد وہاں پہنچے اور جا کر نوزائیدہ بچے کو یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ وَلِیُّ اللّٰهِ انہوں نے جواب دیا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا شَيْخُ اَبُوْ اَحْمَدَ خواجہ ابو احمد سے کہا آج رات کا خواب بیان کریں۔ انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے جواب دیا وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ٥

(سبع سنابل ص425)

وفات کے بعد کرامت:

1910ء میں جب حضرت ضیاء معصوم مرشد امیر حبیب اللہ والی کامل

پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی سلیمان منصور پوری کو اپنے ساتھ لے لیا جب حضرت ضیاء معصوم مراقبہ کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی قبر پر بیٹھے تو قاضی صاحب نے دل میں کہا شاید ان بزرگوں نے کوئی راز کی بات کہنی ہوان سے الگ ہو جانا چاہیے ابھی اپنے جی میں یہ بات لے کر اُٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں رکھنا نہیں چاہیے قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے کہا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔

(کرامات اہلحدیث ص 19)

نمبر 5. استدراج:

وہ عجیب وغریب اور خلاف عادت کام جو کسی ملحد اور کافر کے ہاتھ پر سرزد ہو اسے استدراج کہتے ہیں مثلاً

فرعون نے ایک درخت بنایا ہوا تھا جس کا تنہ زمرد کا تھا اس درخت پر چاندی کی چڑیاں بنائی گئی تھیں۔ فرعون کے نوکر اس درخت کو حرکت دیتے تو ان چڑیوں سے آواز آتی تھی فرعون تمہارا خدا ہے اسے سجدہ کرو اس پر لوگ سجدہ ریز ہو جاتے۔ (تفسیر عزیزی ج 1 ص 226)

نمرود کے زمانے میں بابل شہر میں اس نے کانسی کی بطخ بنا رکھی تھی۔

جب اس شہر میں کوئی جاسوس یا چور داخل ہوتا تھا وہ بطخ بولتی تھی اور سارے شہر والے اس کی آواز کو سن لیتے تھے اور سمجھ جاتے تھے کہ شہر میں کوئی چور یا جاسوس داخل ہو گیا وہ اس کو تلاش کر کے پکڑ لیتے تھے۔

اسی طرح ایک طبل بنا رکھا تھا جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی وہ لکڑی

سے اس طبل کو مارتا تھا تو اس طبل سے آواز آتی تھی کہ تیری گم شدہ چیز فلاں مقام پر ہے۔

تیسرا نمرود نے ایک آئینہ بنا رکھا تھا جس سے غیب کے حالات معلوم کیئے جاتے تھے۔ جب بھی اس آئینہ میں ضرورت مند دیکھتا تھا تو اس کو نظر آ جاتا تھا کہ غائب ہونے والا آدمی میدان میں ہے یا پہاڑ پر ہے کسی شہر میں ہے یا جنگل میں ہے کشتی میں ہے یا کسی اور جگہ بیمار ہے یا صحت مند ہے فقیر ہے یا مالدار ہے زندہ ہے یا مردہ ہے۔

چوتھا ایک حوض تھا جس کے کنارے سال میں ایک مرتبہ نمرودی جشن مناتے تھے اور شہر کے امراء روسا اس کے کنارے جمع ہوتے تھے اور ہر آدمی اپنی اپنی پسند کا مشروب اپنے ہمراہ لاتا تھا اور اس حوض میں ڈال دیتا تھا اور پیالے سے اس حوض سے پیتے تھے لیکن جو مشروب کوئی ساتھ لایا ہے اس کے پیالے میں وہی مشروب آتا تھا حالانکہ حوض میں کوئی شربت ڈالتا کوئی شہد ڈالتا کوئی دودھ ڈالتا تھا۔

پانچواں ایک تالاب تھا جس میں پانی بھرا رہتا تھا جب دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو جاتا تو اس تالاب کے ذریعے ان کا فیصلہ کیا جاتا اور وہ اس طرح کہ جو باطل پر ہوتا وہ تو اس تالاب میں ڈوب جاتا تھا اور جو حق پر ہوتا وہ نہیں ڈوبتا تھا اور باطل والا توبہ کر لیتا تو ڈوبنے سے بچ جاتا تھا۔ چھٹی چیز یہ تھی کہ نمرود کے محل کے دروازے کے سامنے ایک درخت تھا کہ اس کے سایے میں اس کے درباری بیٹھتے تھے جوں جوں لوگ زیادہ ہوتے جاتے اس کا سایہ بھی پھیلتا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک لاکھ آدمیوں کے لئے وہ اپنا سایہ پھیلا دیتا تھا جب ایک لاکھ

سے ایک بھی آدمی زیادہ ہو جاتا تھا تو سایہ سب سے غائب ہو جاتا تھا۔

(تفسیر عزیزی ج 1 ص 368)

نمبر 6. اہانت:

اہانت وہ عجیب و غریب کام ہے جو جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے مثلاً شیخ محققین نے مدارج النبوت جلد دوم ص 527 پر لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایک آدمی کی درازیٔ عمر کے لئے دعا مانگی بجائے اس کے کہ اس کی دعا قبول ہو کر اس کی عمر میں طوالت ہو جاتی وہ آدمی فوراً مر گیا لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر میں طوالت کی دعا مانگی خدا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس سال کی کر دی جیسے کہ آپ گذشتہ سطور میں حدیث پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح مسیلمہ نے ایک آدمی کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ اس کی بینائی تیز کر دے وہ بالکل اندھا ہو گیا حالانکہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت فدیک کا پاؤں سانپ کے انڈوں پر آ گیا اور وہ نابینا ہو گئے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے اس کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو بینا ہو گئے اور سب کچھ نظر آنے لگا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔ (خصائص کبریٰ ج 2 ص 49)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہ حدیبیہ پر نزول فرمایا آپ کے ہمراہ چودہ سو صحابہ کرام تھے لشکر اسلام نے چاہ حدیبیہ کا تمام پانی نکال لیا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی کہ اس کنویں میں پانی کا ایک

قطرہ بھی نہیں رہا آپ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی کا ایک برتن طلب فرمایا وضو کیا اور کچھ پانی منہ میں لے کر کلی کنویں میں ڈال دی اور دعا فرمائی اور فرمایا تھوڑی دیر اس کنویں کو چھوڑ دو پس اس کنویں میں اتنا پانی آ گیا کہ جب تک لشکر اسلام وہاں رہا پانی کی قلت نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص435، مشکوۃ ص533)

جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کی خبر مسیلمہ کذاب کو پہنچی تو اس نے اپنی کلی ایک کنویں میں ڈالی جس کے نتیجہ میں کنویں کا سارا پانی زمین میں اُتر گیا۔

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ آدمی جس کا نام تھا ہلب بن عزیز اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں لایا گیا۔ وَهُوَ اَقْرَعُ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَنَبَتَ شَعْرَهٗ۔ وہ گنجا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سر میں بال اُگ آئے۔ (خصائص کبریٰ ج2 ص15)

مسیلمہ کذاب کے پاس لوگ ایک لڑکے کو لائے اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بالکل گنجا ہو گیا۔

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی کو اسلام کی طرف بلایا یہودی نے کہا میری ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ میری لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ آپ دعا کریں وہ زندہ ہو جائے اور آپ نے لڑکی کا نام لے کر پکارا اس کی قبر شق ہوئی اور وہ لڑکی قبر سے پکاری لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا دل چاہے تو دنیا میں چلی آ دنیا میں زندہ ہو کر رہ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنے اللہ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ مہربان پایا ہے اور آخرت

کو دنیا سے افضل پایا اس لئے آپ مجھے میری قبر میں ہی رہنے دیں آپ نے دعا مانگی وہ لڑکی دوبارہ مرکر قبر میں ہی رہ گئی۔ یہودی یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہو گیا اور لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرلیا۔ (افضل المواعظ ص 107)

مسیلمہ کذاب کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میرے دو لڑکے ہیں ان دونوں کے بارے میں خیر و برکت کی دعا کردو اس نے دعا کی لڑکوں کا باپ گھر گیا پتہ چلا ایک لڑکے کو بھیڑیا لے گیا اور دوسرا کنویں میں گر کر مر گیا ہے۔

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کو جمرۃ العقبٰی کے پاس رمی فرماتے دیکھا رمی کے بعد آپ منیٰ میں اپنے مقام پر تشریف لے گئے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس لڑکے پر بلا مسلط ہے بولتا نہیں آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ عورت جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی اور اس سے کہا اسی سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے اس نے کہا لے لو میں نے پانی لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا وہ بہت عرصہ تک زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا اچھا ہو گیا اور اپنے ہم لڑکوں میں سب سے زیادہ صاحب فراست ہوا۔

(طبرانی کبیر ج 25 ص 160، مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 52)

مسیلمہ کذاب کے پاس ایک ایسے بچے کو لایا گیا جو رک رک بولتا تھا۔ اس نے بچے کے منہ میں انگلی ڈالی وہ بالکل گونگا ہو گیا۔

علامات المنافقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍo تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖo

ترجمہ: اے ایمان والو کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کا خطاب قرآن میں اٹھاسی مقام پر آیا ہے اس خطاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل نہیں وجوہات یہ ہیں۔

(۱) یہ عام خطاب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطابات خاص ہیں یَا اَیُّھَا الْمُزَمِّلُ. یَا اَیُّھَاالْمُدَثِّرُ. یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وغیرہ۔

(۲) یہ ان کا خطاب ہے جو دنیا میں آ کر مومن بنے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن بن کر دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

(۳) یہ خطاب ان سے ہے جو ایمان لینے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان دینے والے ہیں۔

(۴) اس خطاب کے بعد بعض احکام ایسے ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں مثلاً یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ۔اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ اِسْمٌ لِمَا بَطَنَ مِنَ الْاِعْتِقَادِ۔ ایمان نام ہے پوشیدہ عقائد کا لیکن اصطلاح شریعت میں ایمان نام ہے ایسا عقائد اختیار کرنا جن کی بنا پر دائمی عذاب سے انسان محفوظ رہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ○

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔

اصطلاح قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم ماننے کا نام خدا فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

ترجمہ: اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں اور لغت میں یمان نام ہے تصدیق قلبی کا خدا فرماتا ہے۔

حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یعقوب سے کہا یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے لیکن وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ۔ اور آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں۔

منافقین اپنی محفلوں میں نبی کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرتے بعض نے کہا اگر نبی کو خبر ہوگئی تو اچھا نہ ہوگا اس پر جلاس بن سوید بولا اگر ان کو خبر

ہو گئی تو ہم مکر جائیں گے کیوں کہ وہ تو نرے کان ہیں جو بات ان سے کہہ دی جائے وہ مان جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ○

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرما دو تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

آپ ایمان کی صفت میں پڑھتے ہیں۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ○

ایمان لایا میں اللہ پر جیسے وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق سے۔

ایمان نور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ.

اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

تیسرے مقام پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

الٓرٰ○ كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ○

کتاب ہم نے تجھ پر اس لئے اتاری کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

چوتھے مقام پر فرمایا۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِo

اور کیا وہ کہ مردہ تھا ہم نے اسے زیادہ کردیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا تھا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ابوجہل نے ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی نجس چیز پھینکی تھی اس روز حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لئے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی گئی ابھی تک وہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر یہ خبر سن کران کو طیش آ گیا اور وہ ابوجہل پر چڑھ گئے اور اس کو کمان سے مارنے لگے۔ ابوجہل عاجزی اور خوشامد کرنے لگا اور کہنے لگا اے حمزہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسا دین لائے ہیں انہوں نے ہمارے بتوں کو برا کہا اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا اس پر حضرت حمزہ نے فرمایا تم سے بڑھ کر احمق کون ہوگا کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اسی وقت حضرت حمزہ ایمان لے آئے یہاں ان کے ایمان کو نور کہا گیا۔

(خزائن العرفان ص170)

جن کے پاس ایمان کا نور ہے وہ مر کر بھی زندہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةًo

مومن مرد و زن سے جو نیک عمل کرے گا اسے ہم اچھی زندگی سے زندہ رکھیں گے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَo

جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَo

جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

اور جن کے پاس ایمان کا نور نہیں وہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہیں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى تو مردوں کو سنوا نہیں سکتا۔

اور نور ایمان کی برکت یہ ہے کہ ابو جہل ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا رہا لیکن عالم برزخ میں گیا اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے کہا ھا ھا لَا اَدْرِىْ میں نہیں جانتا لیکن ہم نے ان ظاہری آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں لیکن بفضل اللہ تعالیٰ ہم قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانیں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کر لوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

مومن وہ ہے جس کے دل میں تصدیق اور زبان پر اقرار ہو اور
کافر وہ ہے جس کے دل میں تکذیب اور زبان پر انکار ہو۔

دل میں تصدیق ہو اور زبان پر اقرار کی بجائے انکار ہو تو وہ بھی مومن نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَهُمْ

جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ (ہمارے نبی کو) اس طرح پہچانتے ہیں

جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

لیکن حالت مجبوری میں اگر دل میں تصدیق ہوتے ہوئے زبان سے کلمہ کفر نکال دیا جائے تو ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا مثلاً

مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسر کو پکڑ کر طرح طرح کے عذابات کے شکنجے میں جکڑا اور کہا جب تک زبان سے کلمہ کفر نہ نکالو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے مجبوراً ان کی موافقت کی اور زبان سے کلمہ کفر نکال دیا کافروں نے ان کو چھوڑ دیا انہوں نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سارا واقعہ بیان کیا اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ.

جو شخص خدا کے ساتھ کفر کرے ایمان لانے کے بعد بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو (تو اس کے ایمان میں فرق نہیں آیا) دل میں تکذیب ہو اور زبان پر اقرار ہو تو وہ بھی مومن نہیں۔ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ ٥

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیشک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

جھوٹے کیوں اس لئے کہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

دلوں کی بیماری کا مطلب یہ نہیں کہ دلوں میں ٹی بی کا مرض یا دل میں بخار کی کیفیت ہے بلکہ دل کی بیماری کا مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں کے قلبی

نظریات یعنی عقیدے اچھے نہیں ان کے عقائد کیسے ہیں یا یوں کہیے کہ ان کی علامات اور نشانیاں کیا ہیں تو ملاحظہ فرمائیں۔

علامت نمبر 1

منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر ہیں مثلاً تفسیر خازن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔

عَرَضْتُ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عَرَضْتُ عَلٰی آدَمَ وَ اَعْلَمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُبِیْ ٥

میری امت مجھ پر پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم پر پیش ہوئی تھی مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔

جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہے ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں پہچانتے نہیں۔ یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا بیان فرمائی اور فرمایا۔

مَابَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَئْتُکُمْ بِهٖ٥

(تفسیر خازن ج 1 ص 382، تفسیر معالم التنزیل ج 1 ص 381)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اب سے قیامت تک جس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں خبر دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب میں زبان طعن دراز کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔

(۲) قیامت تک کہ سارے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں ہیں۔

(۳) اس حدیث سے اشارۃً پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا بھی خدا نے علم دیا ہے خدا تعالیٰ ان منافقوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۝

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال میں چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر گندے لوگ ہیں اور آپ کے علم کے قائل لوگ پاک ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر مومن نہیں اگر وہ مومن ہوتے تو خدا یہ نہ فرماتا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ معلوم ہوا کہ آپ کے علم غیب کا انکار کر کے ایمان کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے علم غیب کے منکر منافقوں کو مومنوں سے الگ کر دیا چنانچہ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا منافق ہماری مسجد سے نکل جائیں کوئی نہیں نکلا پھر آپ نے اعلان فرمایا منافق ہماری مسجد سے نکل جائیں پھر بھی کوئی نہ نکلا، آخر کار آپ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکالنا شروع کیا آپ نے فرمایا یا فلان انت منافق فی مسجدی ہذا فاخرج اے فلاں تو میری مسجد میں منافق ہے نکل جا اس طریقے سے آپ نے کم وبیش ستر منافقوں کو نکالدیا اور یہ وہ منافق تھے جنہوں نے آپ کے علم غیب کا انکار کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا ایسے منافق لوگ اگر بستر اُٹھائے کسی سنی مسلمان کی مسجد میں آجائیں تو انہیں مسجد سے نکال کر نبی کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

مسجدوں میں کبھی تم جو دیکھو لوگ ڈیرے جمائے ہوئے ہیں
بستروں سے یہ ہوتا ہے معلوم رائے ونڈ سے یہ آئے ہوئے ہیں
بیوی بچوں سے بیزار ہو کر اہل سنت کے شیروں سے ڈر کر
اُٹھائے پھرتے ہیں بستر یہ در در جیسے گھر سے نکالے ہوئے ہیں
ہے یہ تبلیغ کا اک بہانہ دراصل اور ہی ہے نشانہ
نشہ لانے کی چیزیں یہ اکثر بستروں میں چھپائے ہوئے ہیں
عظمت مصطفٰے (ﷺ) کے ہیں منکر میرے آقا کی تعریف سن کر
چین آتا نہیں ان کو پل بھر دیکھو بستر اُٹھائے ہوئے ہیں
اہل بستر کے بارے میں یارو فیصلہ ہے یہ ہم سنیوں کا
ان کو بھارت کرو جلا واپس ادھر ہی سے یہ آئے ہوئے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک صحابی کا عقیدہ علم غیب ملاحظہ

فرمائیں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا تم میں کوئی سواد بن قارب ہے۔ اس سال کسی نے جواب نہ دیا آئندہ سال پھر آپ نے فرمایا تم میں سواد بن قارب ہے کسی نے کہا یا امیر المومنین سواد بن قارت کیا ہے۔ فرمایا سواد بن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے اسی اثناء میں سوابن قارب تشریف لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اپنے اسلام کا واقعہ بیان کرو۔ سواد نے کہا میں ہند میں گیا ہوا تھا کہ میرا دوست جن نیند کی حالت میں میرے پاس آیا اور کہا اے سواد اُٹھ بیٹھو اگر تم عقلمند ہو تو غور سے سنو لوئی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہیں پھر کچھ کہہ کر مجھے ڈرایا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا اے سواد ایک نبی معبوث ہوا ہے اس کی طرف روانہ ہو جا شاید تو ہدایت حاصل کر لے دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا پھر تیسری رات آیا جب بار بار اس جن نے مجھے متنبہ کیا تو میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی میں نے اپنی سواری تیار کی اور منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا میں جانتا ہوں تجھے کونسی چیز لائی ہے میں نے عرض کی میں نے کچھ اشعار کہے ہیں آپ وہ مجھ سے سن لیں ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ

وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور بے شک آپ ہر غائب پر امین ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ جن پھر کبھی آیا ہے سواد نے جواب دیا جب سے قرآن پڑھا ہے پھر وہ جن نہیں آیا۔

(عمدۃ القاری، ج 8 ص 67، دلائل النبوت، ج 2 ص 248، خصائص الکبریٰ ج 1 ص 257)

صحابی رسول حضرت سواد کا عقیدہ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کل غیب جانتے ہیں کیسا اچھا اور عمدہ عقیدہ ہے جس کو سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے مسکرائے کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ الحمد للہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ خدا کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل علم ماکان ومایکون جانتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا تو انہوں نے اپنی الگ مسجد تعمیر کر لی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے مسجد بنا لی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔

مقام غور ہے کہ مسجد نقصان دینے والی بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا ان لوگوں کا رد بلیغ ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَايَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ○

ترجمہ: وہ جادو سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان دیتا ہے نفع نہیں دیتا۔

اب کچھ آیات نفع کی بھی سن لیجئے خدا فرماتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ○

ترجمہ: اور خدا نے فرمایا آج کے دن ان کو ان کا سچ نفع دے گا۔

وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ o

ترجمہ: کشتی لوگوں کے نفع کی چیزیں لے کر دریا میں چلتی ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ o

ترجمہ: ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بہت سختی ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں۔

علامت نمبر 2

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ o

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ وہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

یہ آیت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حق مین نازل ہوئی ہے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی کی بعد میں مکر گیا خدا نے یہ آیت اتار کر اس کا جھوٹ ظاہر کر دیا کسی نے اس سے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جا وہ تیرے لئے مغفرت کی دعا کر دیں گے۔ اس نے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مغفرت جو رسول کے وسیلے سے حاصل ہو منافقوں کا سردار اس کا منکر تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وسیلے کا انکار طریقہ منافقین ہے حالانکہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہوتا ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ○

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے اللہ کی لعنت منکروں پر۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے جب یہودی مشرکوں سے برسرپیکار ہوتے تو یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ ○

ترجمہ: یا اللہ ہمیں ان مشرکوں پر اس نبی آخرالزماں کے وسیلے سے فتح دے جس کی صفت ہم تورات میں لکھی پاتے ہیں۔

اس دعا پر خدا تعالیٰ ان کو فتح سے ہمکنار فرما دیتا۔

دعا کیونکر نہ مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد (ﷺ) کا

دلیل نمبر 2.

حضرت عثمان بن حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ تیرے

لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں ترے لئے دعا کردوں اس نے عرض کی آپ دعا کردیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھو اور یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ فَیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ٥ (ترمذی ج 2 ص 197)

ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

طبرانی صغیر میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس نابینا صحابی کی آنکھوں کو روشن کردیا۔

دلیل نمبر 3.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر ان کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ اے فاطمہ بنت اسد تو میرے لئے میری والدہ کے بعد میری والدہ کے قائم مقام تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس

کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہوگئی تو حضور علیہ السلام قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے خود زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اس کو درست جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ فرما دے میرے وسیلے سے اور سابق انبیاء کے وسیلے سے۔

(مجمع الزوائد ج 9 ص 256، طبرانی اوسط ج 1 ص 152)

علامت نمبر 3

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝

ترجمہ: جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنے سے کترانا یہ طریقہ منافقین ہے اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے ابن تیمیہ جو مخالفین کے مستند عالم دین ہیں نے لکھا ہے۔

وَالسَّفَرُ اِلَى الزِّيَارَتِ النَّبَوِيَّةِ مَعْصِيَةٌ.

(البصائر ص 153)

نبی کی زیارت کے لئے مدینہ کا سفر گناہ ہے۔

اب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ مدینہ منورہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا کیا مقام ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے ہجرت کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھر اس کو موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں تو اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پالیں گے۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ.

جس شخص نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میرے وصال کے بعد وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(کنز العمال ج 8 ص 99)

حدیث نمبر 2

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَمُوْتَ بِھَا۔

ترجمہ: جس سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (کنزالعمال ج6 ص248)

حدیث نمبر3.

مَنْ صَبَرَ عَلٰی اَذَاھَا کُنْتُ لَهٗ شَھِیْدًا وَّشَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

ترجمہ: جو مدینہ کی ایذاء پر صبر کرے میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

حدیث نمبر4.

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ (جذب القلوب ص298)

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حدیث نمبر5.

مَنْ جَآءَ نِیْ زَائِراً لَا تَعْمَلُهٗ حَاجَةً اِلَّا زِیَادَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (جذب القلوب ص299)

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اسے سوائے اس کام کے دوسری کوئی حاجت نہیں مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

حدیث نمبر6.

مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کَتَبَ لَهٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِo (جذب القلوب ج1 ص301)

ترجمہ: جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارت کا قصد کیا اس کے واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے صبح کو اور ستر ہزار شام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور پر نازل ہوتے ہیں اور جو ایک بار آتے ہیں قیامت تک ان کی باری نہ آئے گی۔

معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کی طرف قصداً سفر نوریوں کی سنت ہے۔

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف ورخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
ملائکہ لگاتے ہیں آنکھوں پر اپنی
شب و روز خاک مزار مدینہ

علامت نمبر 4

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۝

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو ذلت والا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ مریسیع سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک کنویں کے پاس قیام فرمایا اس مقام پر ایک مہاجر اور منافق میں جھگڑا ہو گیا جب عبداللہ بن ابی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بہت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور کہنے لگا مدینہ پہنچ کر ہم عزت والے ان ذلیل مہاجرین کو وہاں سے نکال دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں کو ذلیل تصور کرنا یہ طریق منافقین ہے اس طریقے کی پیروی کرتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔

ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویت الایمان ص 12)

مقام غور ہے کہ انبیاء علیہم صحابہ کرام اولیاء کرام مومنین یہ سب مخلوق ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ خدا کی بارگاہ میں ذلیل ہیں کیا ان کی کوئی عزت نہیں قرآن مجید نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَo

ترجمہ: عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے نیز نبی کو ذلیل جاننا فرعون کا طریقہ ہے خدا فرماتا ہے۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یَا قَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌo

ترجمہ: فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا اے میری قوم کیا میرے لئے ملک مصر اور میرے نیچے بہتی نہریں نہیں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں میں بہتر ہوں یا یہ (موسیٰ) ذلیل بہتر ہے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ کی بڑی مخلوق نبی کو ذلیل سمجھنا فرعون کا طریقہ ہے مولوی اسماعیل دہلوی نے وہ طریقہ اختیار کیا جو فرعون اور منافقین کا طریقہ ہے اب دیکھنا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں مومنوں کا کیا مقام ہے۔

عالم ارواح میں عزت

موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ مجھے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنوادے۔ خدا نے فرمایا۔

یَا اُمَّةَ اَحْمَدٍ فَجَابُوْا مِنْ اَصْلَابِ الْاٰ بَاءِ وَاَرْحَامِ الْاُ مَّهَاتِ لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ o

اے امت احمد انہوں نے اپنے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں سے جواب دیا اے اللہ ہم حاضر ہیں ۔ خدا نے فرمایا اے امت احمد میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میری معافی میرے عذاب پر میں نے تمہیں مانگنے سے پہلے عطا کر دیا اور دعا مانگنے سے پہلے میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اور میری نافرمانی سے پہلے تمہاری مغفرت کر دی۔

مَنْ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاِنْ کَانَ ذُنُوْبَهٗ اَکْثَرُ مِنْ زُبْدِا الْبَحْرِ o

(مظہری ج 7 ص 168)

ترجمہ: جو قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

دنیا میں مومن کی عزت

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُوْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ حُرْمَةً

مِنْکَ. (ابن ماجه)

ترجمہ: اے کعبہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے تجھ سے بندہ مومن زیادہ عزت والا ہے۔

موت کے وقت مومن کی عزت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاؤُہٗ ٥

ترجمہ: جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کسی کی روح کے قبض کا ارادہ کرتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کو میرا سلام کہو پھر جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور نکیرین آتے ہیں تو کہتے ہیں السلام علیک یا مومن ٥ اے مومن تجھ پر سلام ہو۔ (مسند الفردوس ج 1 ص 150)

قیامت کے دن مومن کی عزت

مشکوٰۃ میں یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن پچاس ہزار سال کا دن ہم کیسے گزاریں گے۔ فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ اَنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُوْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا٥

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن مومن کے لئے دنیا میں نماز فرض کی ادائیگی سے بھی آسان ہو جائے گا۔

علامت نمبر 5

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک یہ بات پہنچی کہ اہل عراق نے یہ فتویٰ دیا کہ نمازی کے آگے سے کُتے گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس پر آپ نے فرمایا۔

یَا اَھْلَ الْعِرَاقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ قَدْ قَرَنْتُھُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْکِلَابِ o (ہدایا حاشیہ مولوی عبدالغفور ج 1 ص138)

ترجمہ: اے عراقیو بدبختو اور منافقو تم نے ہمیں کُتوں اور گدھوں سے ملا دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان عراقیوں کو منافق اس لئے کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے عورت کا ذکر گدھوں کے ساتھ کر دیا تو نبی کا ذکر گدھوں کے ساتھ اس طرح کرے کہ:

صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود است.........الخ

(صراط مستقیم ص84)

شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص126)

وہ انسان بھی یقیناً منافق بلکہ پرلے درجے کا منافق ہے۔ اب چند

احادیث ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں کہ صحابہ کرام کا کیا وطیرہ تھا۔

حدیث نمبر 1.

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے تو صدیق اکبر مصلے پر کھڑے تھے نماز کی پہلی رکعت تھی۔ سرکار ابد قرار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے سرکار جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانے لگ جاتے یہاں تک کہ پہلی صف میں پہنچے تو بھی صحابہ نے تالیاں بجائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ سرکار تشریف لے آئے ہیں اور پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ سرکار نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے ارشاد کے باوجود پیچھے ہٹ گئے۔ اختتام نماز پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں نے کہہ دیا تھا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تو تم پیچھے کیوں ہٹ گئے عرض کی ابن ابی قحافہ کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔

(بخاری ج 1 ص 162)

اس حدیث پر غور کریں کہ عین نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے امامت کا مصلّٰی چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ اختتام نماز پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی سرکار نے یہ فرمایا کہ چونکہ عین نماز میں تم نے میری تعظیم کی ہے لہٰذا نماز ٹوٹ گئی ہے نماز دوبارہ ادا کرو۔

حدیث نمبر 2.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد باجماعت ادا کی آپ نے اتنا زیادہ قیام کیا کہ میں نے بُرا ارادہ کر لیا حاضرین مجلس نے دریافت کیا تم نے کونسا بُرا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔ (بخاری شریف ج 1 ص 153)

علماء محدثین فرماتے ہیں کہ نماز تہجد اور دیگر نوافل باوجود قیام پر قادر ہونے کے بیٹھ کر ادا کرنے جائز ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس ارادہ کو بُرا ارادہ کیوں فرما رہے ہیں وجہ یہ ہے کہ اس ارادے میں بُرائی کا پہلو یہ تھا کہ بارگاہ نبوی کا ادب و احترام ترک کرنا لازم آ رہا تھا۔

(شرح مسلم ج 1 ص 264، فتح الباری، عمدۃ القاری)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عین نماز کی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام کیا کہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے ان کی نماز ٹوٹ گئی ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

حدیث نمبر 3.

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس نماز تہجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دائیں جانب کھڑا کیا مگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ آپ بار بار اپنے برابر کھڑا کرتے وہ پیچھے ہٹ جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں

تمہیں اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں اور تم فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہو تو عبداللہ بن عباس نے عرض کی کہ کسی شخص کو یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں یہ جواب سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ان کو قرآن مجید کے اسرار و رموز کا علم سکھا۔

(فتح الباری ج 1 ص 155)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے عین نماز کی حالت میں میرے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھا ہے لہٰذا یہ شرک ہو گیا اور تمہاری نماز ٹوٹ گئی۔

علامت نمبر 6

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ o

ترجمہ: منافق مرد اور عورتیں ان کے بعض بعض میں سے ہیں یہ برائی کا حکم کرتے ہیں اور نیک کاموں سے روکتے ہیں۔

مولوی حسین احمد نے لکھا ہے کہ:

وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا۔ والصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت و جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص 65)

پس ثابت ہوا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا اچھا اور نیک کام ہے اور نیک کام سے روکنا طریق منافقین ہے جو اس درود وسلام کو قبل از اذان یا بعد از اذان پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ منافقوں کے طریقے پر چلتے ہیں۔ اب چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانے میں رائج نہ تھا سلام روافض کے زمانے میں مصر میں شروع ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ رافضی خلیفہ نے حکم دیا کہ مؤذن مجھ پر اور میرے وزراء پر سلام بھیجا کریں مؤذنوں نے ان پر سلام بھیجنا شروع کر دیا لیکن جب رافضی حاکم مر گیا اور اس کی ہمشیرہ حاکم بن گئی تو مؤذن نے اس پر اور اس کے وزراء پر سلام بھیجنا شروع کر دیا پھر جب صلاح الدین ایوبی حاکم بنا تو اس نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں اور تمام شہروں اور دیہاتوں میں اس کے لئے حکم جاری کیا۔ (کشف الغمہ ج 1 ص 78)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بارے میں دیوبندیوں نے اپنی کتاب ”دعوت وعزیمت“ میں لکھا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ معلوم ہوا اذان سے قبل جس نے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ شروع کیا وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اذان کے بعد یا قبل اس درود وسلام کو وہی پڑھتے چلے آرہے ہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں پھر ذرا اس آیت پر بھی غور کریں کہ خدا فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

ترجمہ: اے ایمان والو نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ایمان والوں کا کام ہے کیونکہ صلوٰۃ والسلام پڑھنے کا حکم خدا نے ایمان والوں کو دیا ہے بے ایمانوں کو نہیں دیا۔

مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے صیغہ سے درود شریف پڑھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کے فرشتے اس درود کو بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا دیں گے اس کے اس فعل کو بھی ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ (اختلاف امت وصراط مستقیم ص 46)

مولوی خالد محمود دیوبندی نے اپنی کتاب ''مقام حیات'' میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر یوں کہتے تھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ. (مقام حیاۃ ص 611)

غیر مقلدوں کی کتاب اسلامی تعلیم چھٹا حصہ ص 186 پر یوں لکھا ہے کہ:

مثلاً راقم الحروف نے تم سے اپنا سلام دربارِ رسالت میں پہنچانے کی درخواست کی ہے تو یوں کہو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ من عبدالسلام

مولوی ابو البرکات احمد غیر مقلد وہابی نے اپنی کتاب ''فتاویٰ برکاتیہ'' کے ص 177 پر لکھا ہے۔

سوال: بعض علماء کہتے ہیں کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے پر پڑھنا جائز ہے اور یہاں بدعت اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: آنحضرت کے روضے پر اس طرح درود پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامت نمبر 7

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ''براھین القاطعة'' کے ص 7 پر لکھا ہے۔

''پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہہ دیا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا''۔

پتہ چلا کہ دیو بندیوں کے نزدیک تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور ہم انسان ہیں اور نبی بھی انسان ہوتے ہیں لہٰذا نبی ہمارے بھائی مگر قرآن کہتا ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۝

ترجمہ: فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں اور ان کو شعور نہیں۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ منافق فریب تو دینا چاہتے ہیں مومنوں کو لیکن وہ اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں۔ اسی طرح منافقوں کی روش پر چل کر دیو بندی فریب تو دینا چاہتے مومنوں کو لیکن وہ خود فریب خوردہ ہو گئے وہ کیسے آؤ ذرا غور کرو یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جیسے کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے اب بتاؤ فرعون، ہامان، نمرود، ابوجہل، ابولہب وغیرہ انسان تھے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ انسان تھے اور مولوی اشرف علی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی یہ بھی سارے انسان تھے لہٰذا دیو بندیوں کے اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔

اشرف علی تھانوی ، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی بلکہ تمام دیوبندی فرعون ، نمرود ہامان ابوجہل، ابولہب کے بھائی ہیں ۔ قانون تو بنایا تھا کہ نبی کو اپنا بھائی ثابت کریں اور خود نبی کے بھائی بنیں لیکن اپنے ہی قانون سے ابوجہل اور ابولہب کے بھائی بن گئے تو یہ لوگ دھوکا اور فریب تو مومنوں کو دینا چاہتے تھے مگر خود دھوکا کھا گئے۔

علامت نمبر 8

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے رئیس المنافقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۝

ترجمہ: وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ متفرق ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کرنے کی سازش کرنا یہ طریق منافقین ہے جو لوگ صحابہ کرام کی عیب چینی کرتے ہیں ان کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے مسلمان نہ رہے۔ انہوں نے اہلبیت کی توہین کی ان کا حق غصب کیا یہ سب منافقوں کا گروہ ہے قرآن نے صحابہ کرام کے فضائل کا جو نقشہ ہمارے سامنے بیان کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر 1.

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌo

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا اور دوست رکھتے ہیں۔ انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں اور جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب تو ہی نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن کی اس عبارت میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے پہلا گروہ مہاجرین جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ سچے ہیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے۔ دوسرا گروہ انصار کا جنہوں نے مہاجرین سے محبت کی ان کو ٹھکانہ دیا اپنے مال سے ان کی مدد کی اور اپنی ضروریات کی نسبت ان کی ضرورتوں

کا زیادہ خیال رکھا ان کے متعلق کہا گیا وہ سب فلاح یافتہ ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو ان دونوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتا ہے اب جو لوگ صحابہ کے متعلق سب وشتم سے کام لیتے ہیں وہ ان تینوں سے خارج ہیں بلکہ صحابہ کی اکثریت کو مومن نہ مان کر ارتداء کے حکم میں ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اسلام کا دعویٰ کرنے والے سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو افضل ترین سعادات اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں اب چونکہ زمانہ آپ کی ظاہری حیات کا نہیں اس لئے آپ کی قبر کی زیارت بلکہ گنبدِ خضریٰ کی زیارت کو غنیمت جانتے ہیں بلکہ اگر کوئی خواب میں آپ کی زیارت کرے اسے بڑا بزرگ جانتے ہیں اور یہ حقیقت ہے جب تک کوئی انتہائی پرہیزگار نہ ہو وہ خواب میں آپ کی زیارت نہیں کر سکتا لیکن کتنے خوش قسمت تھے صحابہ کرام جو دن رات اپنی آنکھوں کو آپ کی زیارت سے ٹھنڈا کرتے تھے آپ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے تھے۔ غرض کہ امام الانبیاء کی زیارت اور صحبت ایک ایسی فضیلت ہے جو سوائے صحابہ کے اور کسی کو میسر نہ ہوئی۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد (ﷺ)
صحابہ وہ جنہیں ہر صبح صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت جو بھی ایمان لاتا مشرکین مکہ اس کو طرح طرح سے عذابات کے شکنجے میں جکڑ دیتے اس کی جان کے دشمن ہو جاتے اس کا جینا دشوار کر دیتے ان مصائب و آلام کو برداشت کر کے جو لوگ دامن اسلام سے وابستہ رہے وہ پکے اور سچے مومن

تھے۔ اولاً صحابہ کرام نے جو اسلام قبول کیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی لالچ اگر پہلے سبب کو تسلیم کیا جائے اور اس بات کو مانیں کہ صحابہ نے دین اسلام کو صرف اس لئے قبول کیا کہ ان کو نجات دائمی مل جائے اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہو جائے تو ہمارے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ انہوں نے نبی کی وفات کے بعد دین اسلام کی محبت کو دل سے نکال دیا اور دین اسلام سے برگشتہ ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے تو رضائے الٰہی کے حصول میں برسوں دکھ اُٹھائے مصیبت اور تکلیف کو گوارا کیا وہ کیسے اس دین سے پھر سکتے ہیں اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر ڈالیں کہ وہ لوگ دنیا اور مال کی طمع میں مسلمان ہوئے تھے تو یہ بات ایسی ہے جس کا یقین نہیں آتا کیونکہ وہ آدمی دولت اور مال و زر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلام قبول کرتے تھے پھر ابتدائے اسلام میں مال و دولت کہا تھا بلکہ فقر و فاقہ تھا پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا لہٰذا ان کا ایمان مضبوط اور پکا تھا۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور عزت کا رزق ہے۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ○

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں ان کا رب ان کو خوشی سنا تا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

اس آیت پر غور کریں مہاجرین نے تین کام کئے ایمان لائے ہجرت کی اور خدا کے راستے میں جہاد کیا خدا نے ان کو بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت کی اپنی رضا کی اور ایسے باغوں کی جن میں دائمی نعمتیں ہوں گی کتنے خوش نصیب تھے وہ صحابہ جن سے خدا راضی ہو گیا۔

صحابہ سی تقدیر والوں پہ صدقے
ہے پایا جنہوں نے زمانہ تمہارا

علامت نمبر 9

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔

مَنْ اَبْغَضَ اَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (صواعق محرقہ ص 174)

ترجمہ: جو اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ منافق ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت کی تین اقسام ہیں۔

(۱) اہلبیت سکنی: یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سکونت پذیر ہوئے مثلاً آپ کی تمام ازواج مطہرات جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

(ب) اہلبیت ولادتی: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ یخنی پکا کر لائیں اس ہنڈیا کو ایک طبق میں رکھا ہوا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ ہنڈیا آپ کے سامنے رکھ دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیفرمایا تیرے چچا کا بیٹا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تیرے دونوں لڑکے کہاں ہیں عرض کی گھر میں ہیں۔ فرمایا جاؤ ان کو بلا لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا آپ اور آپ کے دونوں بیٹے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چلیں ۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں کے ہاتھ پکڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ آئیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو اپنا ہاتھ لمبا کر کے اپنی خوابگاہ سے چادر لے لی اور اسے بچھایا اور ان کو اس پر بٹھایا اور بائیں ہاتھ سے چادر کے چاروں کونے پکڑے اور ان کے سروں کے ساتھ ملا دیئے اور دائیں سے اپنے کی رب بارگاہ میں یوں دعا مانگی یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ناپاکی دور کر اور ان کو خوب پاک کر دے یہ دعا آپ نے تین مرتبہ مانگی۔ (طبرانی کبیر ج3 ص54)

ج: اہلبیت نسبی: ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت زید بن ارقم کے پاس گئے۔

انہوں نے کہا اے زید آپ کو بہت سی بھلائیاں مل گئی ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ غرض آپ نے بہت خیر و برکت پائی اچھا ہمیں کوئی حدیث سناؤ آپ نے فرمایا اب میری عمر بڑی ہو گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دور ہو گیا ہے۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہی ہیں۔ اب تو ایسا کرو جو بات میں از خود سناؤں اسے قبول کر لو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو سنو مکے اور مدینے کے درمیان ایک پانی والی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا آپ نے فرمایا میں ایک انسان ہوں بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی کتاب اللہ جس میں ہدایت اور نور ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور دوسری میری اہلبیت اس کے بارے میں مَیں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ زید سے آپ کی اہلبیت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا آپ کی اہلبیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی آل عباس آل عقیل اور آل جعفر ہیں۔ (ابن کثیر ج 22 ص 5)

ان تینوں قسم کی اہلبیت کے بارے میں فرمایا گیا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا۔

جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ کافر ہو کر مرا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ.

جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی

رحمت سے دور ہو گیا۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ.

جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ (تفسیر کبیر ج7 ص39)

ایک حدیث میں یوں آیا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدًا لَا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ.

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس کسی نے ہم اہلبیت سے بغض رکھا خدا اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔

(صواعق محرقہ ص 174)

علامت نمبر 10

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا کُنَّا نُصَرِّفُ الْمُنَافِقِیْنَ اِلَّا بِبُغْضِھِمْ عَلِیًّا. (صواعق محرقہ ص 174)

ترجمہ: ہم منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے بچاتے تھے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ منافقوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان کے سینے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض و کینہ سے داغدار ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یَا عَلِیُّ مَعَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَصًا عَنْ عَصِیِّ الْجَنَّۃِ تَذُوْرُبِھَا الْمُنَافِقِیْنَ عَنِ الْحَوْضِ۔ (صواعق محرقہ ص 174)

ترجمہ: اے علی قیامت کے دن تیرے ساتھ جنت کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہو گی اس سے تو منافقوں کو حوض کوثر سے دور کر دے گا۔

ایک روایت میں یہ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تیرے دشمن حوض کوثر سے دور کر دیئے جائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے دن لواء الحمد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت آدم اور ان کی اولاد اس لواء کے نیچے ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْا الْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ٥

(صواعق محرقہ ص123)

جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت رکھنے والا دوزخی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَا جِبْرِيْلُ يُخْبِرُنِیْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا اَحَبَّ اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا يُبْغِضُهُمَا اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ۔ (ابن عساکر ج6 ص201)

یہ جبریل امین مجھے خبر دے رہے ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت وہ کرے گا جو مومن متقی ہوگا اور ان دونوں سے بغض وہ رکھے گا جو منافق بد بخت ہوگا۔

ان دونوں مقدس ہستیوں کے فضائل بزبان ائمہ اہلبیت ملاحظہ فرمائیں اور ایمان کو جلا بخشیں۔

نمبر1. حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا۔

ترجمہ: نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام پختہ عمر کے لوگوں کے سردار ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ اے علی انہیں اطلاع نہ دینا۔

(ابن ماجہ، ترمذی ج6 ص366 کنز العمال)

نمبر2. ایک مرتبہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس امت میں سے اولین جنت میں داخل ہونے والے ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے ایک ایک دانے کو پیدا کیا اور ہر روح کو پیدا کیا یقیناً ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (ازالہ الخفاء ج 1 ص 68)

نمبر3. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا یہ دونوں بزرگ ستر آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر خدا کی بارگاہ میں پہنچے گا ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے طلب کیا لیکن یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے گئے۔ (کنز العمال ج6 ص366)

نمبر4. ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا

قرب حاصل ہے فرمایا جو قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات ظاہری ان کو یہی تقرب نصیب تھا۔ (مسند امام احمد ج 4 ص 77)

نمبر 5. حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَدْ جَهِلَ السُّنَّةَ. (حلیہ ج 3 ص 185)

ترجمہ: جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہیں جانتا۔ وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔

نمبر 6. حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نانا میں کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو گالیاں دیتا ہے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم سے دوستی نہ کروں اور میں ان کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کرو۔

(سیرت محمد بن خطاب ج 1 ص 32)

نیز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْهِ فَعَلَیْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (احقاالحق ج 1 ص 16)

یہ دونوں بزرگ امام تھے عادل اور منصف تھے حق پر قائم رہے حق پر خاتمہ ہوا قیامت کے دن ان پر اللہ کی رحمت ہو جن منافقوں کا ذکر ہوا ان کا قرآن پڑھنا ان کے لئے نقصان دہ ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ۝

ترجمہ: اے محبوب جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا اس سے

انہیں اکثر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِھِمْ وَمَاتُوْا وَھُمْ کَافِرُوْنَ٥

ترجمہ: اور جن کے دلوں میں مرض ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھا دی اور وہ کفر ہی پر مر گئے۔

تیسرے مقام پر فرمایا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا٥

ترجمہ: ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

چوتھے مقام پر فرمایا۔

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا٥

ترجمہ: اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت فرماتا ہے۔

قرآن کا منافق کے لئے نقصان دہ ہونا ایسا ہے جیسے ٹی بی کے مریض کے لئے بادام کا استعمال بادام انسان میں تری پیدا کرتا ہے لیکن ٹی بی کے مریض میں خشکی پیدا کرتا ہے یہ بادام کا قصور نہیں بلکہ ٹی بی کے مرض کا قصور ہے جو تری پیدا نہیں ہونے دیتا اسی طرح منافقوں کی منافقت قرآن کا اثر مرتب نہیں ہونے دیتی۔ منافق مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَo

ترجمہ: جو (منافق) مر گئے ان کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کی قبر پر کھڑے نہ ہو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ نافرمان ہو کر مر گئے۔

منافقوں کا انجام کیا ہو گا اس بارے قرآن کا ارشاد ہے۔

بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاo

ترجمہ: منافقوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًاo

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌo

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے منافق مرد و زن اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے لئے کافی ہے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

منافقوں سے میل جول منع ہے خدا فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا آبَاءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَo

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم سے جو ان کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

جب حضرت سعد بن ابی وقاص ایمان لائے تو ان کی والدہ نے کہا یہ تم نے کیا کر دیا۔

وَاللّٰہِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا اَشْرِبُ شَرَابًا حَتّٰی اَمُوْتُ اَوْتَکْفُرَ ٥

ترجمہ: اس نے کہا خدا کی قسم نہ میں کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی یہاں تک میں مر جاؤں یا پھر تو واپس اپنے پہلے مذہب پر آ جائے۔

اس نے تین دن تک کچھ نہ کھایا حضرت سعد ان کے پاس گئے اور فرمایا۔

اے ماں لَوْ کَانَتْ لَکَ مِائَۃُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَاتَرَکْتُ دِیْنِیْ اِنْ شِئْتَ کُلِیْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَاکُلِیْ فَلَمَّا اَیِسَتْ مِنْہُ اَکَلَتْ وَشَرِبَتْ ٥ (مظہری ج7ص192)

ترجمہ: اگر ترے پاس سو روحیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب روحیں نکل جائیں تو بھی میں دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا تیرا دل چاہے تو کھانا کھالے اور نہ چاہے تو نہ کھا جب وہ نا امید ہوگئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب عطائی کے منکر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے کے منکر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ غلاموں کو چمار سے بھی ذلیل کہتے ہیں جو کہتے کہ نماز میں نبی کے خیال سے گدھے کا خیال بہتر ہے جو تمام انسانوں کو بھائی بھائی کہہ کر نبی کو اپنا بھائی بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو صلوٰۃ وسلام وغیرہ نیک کاموں سے روکتے ہیں جو مدینہ جانا گناہ سمجھتے ہیں جو اہلبیت سے بغض رکھتے ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض وکینہ رکھتے ہیں ان سے اجتناب کریں ان کی محافل اور ان کے جلسوں میں

نہ جائیں کیونکہ ان کی صحبت زہر قاتل خاص کر ان لوگوں کے لئے جن کو اپنے عقائد سے مکمل واقفیت نہیں۔

صحبت نیکاں اینویں ہوندی جیویں دکان عطاراں
صحبت بریاں اینویں ہوندی جیویں دکان چماراں
جیکر پاس عطارا جایئے خوشبو اون بہاراں
جیکر پاس چماراں جایئے بدبو اون ہزاراں

❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرام کا عشق رسول

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُ کُمْ وَاَبْنَاءُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ٥

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے تمہیں زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

جب کسی کو کسی ہستی سے محبت ہو جائے تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں کمال، جمال اور نوال اور خدا تعالیٰ نے یہ تینوں چیزیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں۔

کمال

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے تمام کمالات عطا فرمائے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کمی کے چار اسباب ہو سکتے ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ کوئی کمال تحت قدرت باری نہیں لہٰذا وہ کمال خدا اپنے رسول کو دے نہیں سکتا۔ دوسرا سبب یہ ہے

کہ خدا کمال دے سکتا ہے لیکن بخل سے کام لیتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ نبی میں حصول کمال کی اہلیت نہیں چوتھا سبب یہ ہے کہ اپنے نبی کے علاوہ کوئی اور محبوب ہے جس کو خدا کمال دینا چاہتا ہے جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ ایک کمال الوہیت ہے جو خدا اپنے نبی کو دے نہیں سکتا کیونکہ یہ تحت قدرت باری نہیں مولانا حسن رضا فرماتے ہیں۔

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کے آتا وہ بندہ خدا کا

اور دوسرے سبب کا جواب یہ ہے کہ بخل کی نسبت خدا کی طرف جائز نہیں اور تیسرے سبب کے متعلق گزارش ہے کہ حصول کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب مخلوق سے بڑھ کر صاحب اہلیت ہیں اور چوتھے سبب کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی خدا کا محبوب نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے چہرے میں چار عالم پیدا فرمائے ہیں آنکھ یہ دیکھ کر علم حاصل کرتی ہے کان یہ سن کر علم حاصل کرتے ہیں زبان یہ چکھ کر علم حاصل کرتی ہے اور ناک کان اس لئے سنتے ہیں کہ سننے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے۔ زبان اس لئے چکھتی ہے کہ چکھنے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے ناک اس لئے سونگھتی ہے کہ سونگھنے کا کمال انسانی دماغ میں موجود ہے اگر ان چاروں اعضائے انسانی میں کوئی نقص پیدا ہو جائے مثلاً آنکھ نابینا ہو جاتی ہے یا کان بہرا ہو جاتا ہے یا زبان کٹ جاتی یا ناک سونگھتی نہیں تو اس سے دماغ کے اوصاف میں کوئی فرق نہیں آتا لیکن اگر خدانخواستہ لاٹھی مار کر کسی کا دماغ پھوڑ دیا جائے تو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ کان سن سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے اور نہ ہی کان سونگھ سکتا ہے بلامثال و تمثیل خدا تعالیٰ نے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی کمال عطا فرمایا اور

تمام انبیاء کے جمیع کمالات خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے اگر کوئی نبی دنیا میں نہ بھی آتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات میں کوئی فرق نہ آتا اور اگر حضور سراپا نور ہی دنیا میں تشریف نہ لاتے تو کسی نہ کو کوئی کمال ملتا ثابت ہوا کہ حضور تمام انبیاء علیہم السلام کے جمیع کمالات کے جامع ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری ابر آتا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے پرندوں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی اس بادل نے آکر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کو روئے زمین کے مشارق و مغارب کا طواف اور ساتوں سمندروں کی سیر کراؤ اور ہر ذی روح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے پیش کروتا کہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے نام کو اور آپ کی صفات حسنہ کو پہنچان لے۔ آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا خلق حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت وقوت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی حُب، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر دو

اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں آپ کو غوطہ دو تا کہ تمام انبیاء کرام کی صفات اور کمالات آپ میں جمع ہو جائیں۔ (زرقانی، ج 1، ص 113)

کیا حق نے بحر کمالات تجھ کو
نہ پایا کسی نے کنارہ تمہارا

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ بے شک ہم نے تمہیں بے شمار کمالات عطا کیے کثیر کی ضد قلیل سے خدا فرماتا ہے۔ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً۔ بہت سی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آئیں۔

جب قلیل کثیر کا مقابل ہے تو اب دیکھیں رب تعالیٰ کے نزدیک قلیل کیا ہے کیا رب کا بیان کردہ قلیل ہم بیان کر سکتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۔ تم فرما دو دنیا کا مال قلیل ہے۔

اب دیکھیں دنیا کا مال کیا ہے۔

اناج: گندم، چاول، جوار، باجرہ، مکئی۔

پھل: آم، لوکاٹ، سنگترہ، امرود، انگور، سیب، مالٹا، کھجور، کیلا، تربوز، خربوزہ، وغیرہ۔

سواریاں: اونٹ، گھوڑا، خچر، گدھا، ہوائی جہاز، بحری جہاز، موٹر کار، بس، سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ وغیرہ۔

غرضیکہ حیوانات، پرندے، درندے، چرندے، نباتات، جمادات ہزاروں چیزیں جو ہمارے شمار سے باہر ہیں اور یہ سب قلیل ہیں کثیر نہیں اور جو اوصاف و کمالات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئے ہیں۔ وہ قلیل نہیں کثیر نہیں بلکہ کوثر ہیں جب رب اکبر کے ہاں کا قلیل ہمارے شمار سے باہر ہے تو اس کے ہاں کا کوثر ہمارے شمار میں کیسے آ سکتا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کے کمالات کی حد نہیں۔

کمالات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علمی کمالات اور دوسرے عملی کمالات۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کمالوں کو عظیم کیا ہے۔

علمی کمالات:

خدا فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔

اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے۔

کمالات عملی:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

اس آیت میں آپ کے اخلاق اور سیرت کو عظیم کیا گیا ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات عملیہ بھی عظیم ہیں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات علمیہ وعملیہ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم کیا ہے تو پھر کون ہے جو آپ کے کمالات کو شمار کر سکے لہٰذا ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بے شمار کمالات عطا فرمائے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہا میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

جمال

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حسن و جمال کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ ص518)

یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب آپ کے چہرے میں چل رہا ہے۔

حضرت طارق بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس وقت ہم آپ کو جانتے نہ تھے ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہاں فرمایا کیا قیمت ہم نے قیمت بتائی آپ نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیئے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی کو بلا قیمت وصول کیے اونٹ دے دیا۔

ایک عورت ہمارے ساتھ ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی کہنے لگی۔

وَاللّٰهُ لَقَدْ رَاَیْتَ رَجُلًا کَانَ وَجْهَهٗ قِطْعَةَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ.

خدا کی قسم میں اس نے شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں وہ تمہارے ساتھ

دھوکا نہ کرے گا جب شام ہوئی تو ایک آدمی آیا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرستادہ تمہاری طرف آیا ہوں یہ کھجوریں ہیں ان میں سے کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی وصول کر لی۔ (طبرانی کبیر ج8، ص314)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سرخ حلہ زیب تن فرمائے لیٹے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتا۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ (مشکوٰۃ، ص518)

بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاند سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یار میرا اے چن تو سوہنا جھلے کون تجلیاں
مکھڑا چن بدر نورانی دند چنبے دیاں کلیاں
خوش گفتار کرے اوہ مٹھی جیویں مصری دیاں ڈلیاں
یار فریدا جنت کیہڑی جنت اوہدیاں گلیاں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب نہ مل سکی اس وقت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔

فَتَبَیَّنَتْ الْاِبْرَۃَ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ۔

آپ کے رُخ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور مجھے گمشدہ سوئی مل گئی۔ (خصائص کبریٰ، ج1، ص62)

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

مَا کُنَّا نَحْتَاجُ اِلَی السِّرَاجِ مِنْ یَوْمٍ اَخَذْنَاہُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْهِهٖ کَانَ اَنْوَرُ مِنَ السِّرَاجِ. (تفسیر مظہری سورہ نور)

جب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں ہمیں کبھی رات کو چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ چراغ سے زیادہ نورانی تھا۔

دیے کی ضرورت، نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تم نے پائی حلیمہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

میرا حسن و جمال خدا تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا ہے اور اگر آشکارہ ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔ (الدر الثمین، ص 7)

رخ تو بے پردہ تھا لیکن حسن بے پردہ نہ تھا
جز خدا بندوں نے حسن مصطفےٰ دیکھا نہیں
حسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفےٰ
پر بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ (زرقانی ج 4، ص 71)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سارا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اگر آپ کا پورا حسن و جمال ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دلدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا سے ہمکلام ہوتے تھے تو آپ کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر، ج 9، ص 27)

ہمارے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کا بلاحجاب دیدار بھی کیا اور ہمکلامی کا شرف بھی حاصل ہوا اندازہ لگالیں آپ کے چہرہ انور پر کتنا نور برسا ہوگا لیکن اس حسن و جمال کو خدا تعالیٰ نے پردوں میں چھپا دیا کیونکہ۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

نوال

ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک کا نام عالم شہادت یا دنیا ہے اور اس کے خزانوں کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں اور ساتویں آسمان سے لے کر عرش الٰہی تک کو عالم غیب کہا جاتا ہے اور اس کی کنجیوں کو مفاتیح کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ اور اسیٰ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اعلیٰ حضرت نے یہاں یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف لے لو اور وہ ہے م + ح اسی مقالید کا بھی پہلا اور آخری حرف لے لو اور وہ ہے م + د۔ اب م ح م د کو ملا دو تو یہ سرکار کا نام نامی اسم گرامی محمد بنتا ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے عرش سے لے کر ساتویں زمین تک جتنے خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں ان کی کنجیاں خدا نے آپ کے سپرد کر دی ہیں چنانچہ:

حدیث نمبر 1.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِئْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ
میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں میں رکھ دیں گئیں۔ (بخاری و مسلم شریف)

حدیث نمبر 2.

امام احمد نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِيْتُ مَالَمْ يُعْطِ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلُ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحِ الْاَرْضِ.

مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 3.

ایک اور جگہ فرمایا۔

قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ.

(طبرانی کبیر، ج 17، ص 280)

مجھے دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 4.

دلائل النبوت میں حافظ ابونعیم نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

اُوْتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسِ اَبْلَقٍ جَاءَ نِیْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ.

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر لاد کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش یا نقش و نگار پڑا تھا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی جملہ خزائن ارض و سماء کی کنجیاں آپ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ تو اب سنئے سخاوت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا

مقام تھا۔ ایک سخی ہوتا ہے ایک جواد اور ایک کریم۔ سخی وہ ہوتا ہے جو اپنے مال سے تھوڑا خدا کے نام پر قربان کردے مثلاً سو روپے میں سے دس روپے خیرات کر دے اور جواد وہ ہوتا ہے جو اپنے مال سے زیادہ خدا کے راستے میں قربان کر دے مثلاً سو روپے میں سے نوے روپے خدا کی راہ میں دے دے اور کریم وہ ہوتا ہے جو سارا مال خدا کے نام پر لٹا دے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریم ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ یہ اس رسول کا قول ہے جو کریم ہے۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ ﷺ کی

مثال: فتح مکہ کے روز صفوان بن امیہ مکہ سے بھاگ کر جدہ کی طرف چلا گیا تا کہ کشتی میں بیٹھ کر یمن چلا جائے۔ حضرت عمیر بن وہب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی صفوان میری قوم کا سردار ہے اور وہ آپ سے ڈر کر سمندر کی طرف بھاگ گیا ہے تا کہ سمندر میں خودکشی کر لے آپ اس کے لئے امان کا اعلان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے امان ہے حضرت عمیر جا کر صفوان سے ملے اور وہ کشتی میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ صفوان یہ سمجھا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمیر کو میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ عمیر نے صفوان سے کہا میں تجھ پر قربان ہو جاؤں میں اس ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے زیادہ نیک صلہ رحمی کرنے والا، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے لئے امان کا اعلان کر دیا ہے صفوان نے کہا میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ عمیر نے کہا اے صفوان میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو جائیں۔ وہ نبی تمام لوگوں سے

افضل نیک اور بہتر ہے۔ تیرا چچا زاد ہے اس کی عزت تیری عزت ہے اس کا شرف تیرا شرف ہے اس کا ملک تیرا ملک ہے۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ عمیر نے کہا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت بلند ہے کہ تجھے قتل کریں۔ صفوان نے کہا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک تو مجھے اس (نبی) کی کوئی ایسی نشانی نہ لا کر دکھائے جس کو میں پہچان لوں۔ عمیر نے کہا میں جاتا ہوں تم میرا انتظار کرو۔ حضرت عمیر نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفوان آپ سے نشانی مانگتا ہے۔ آپ نے اپنی ایک چادر کو بطور عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا وہ بطور نشانی عطا فرما دیا اس نشانی کو دیکھ کر صفوان واپس آ گیا اور اس وقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو صفوان نے بلند آواز سے کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عمیر آپ کی چادر بطور نشانی لے کر میرے پاس پہنچا اور مجھے اپنے ساتھ واپس لایا ہے کیا آپ رضا و رغبت سے مجھے دو مہینے کی مہلت دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے چار مہینے کی مہلت ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ ہوازن کے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کو فتح ہوئی صفوان نے دیکھا کہ پوری وادی بھیڑ بکریوں اور اونٹوں سے لبریز ہے اور صفوان اس مال کو متواتر دیکھ رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے یہ مال پسند ہے۔ اس نے کہا ہاں فرمایا یہ سارا مال تیرا ہو گیا۔ اس پر صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوت ج 5، ص 46)

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا

کسی نے ایک عالم دین سے کہا کہ ہم نے یہ پڑھا کہ حاتم طائی بہت سخی تھا چنانچہ وہ جس مکان میں بیٹھ کر سخاوت کرتا تھا اس کے چار دروازے تھے ایک مشرق کی جانب ایک مغرب کی جانب ایک شمال میں اور ایک جنوب کی جانب اگر کوئی سائل مشرقی دروازے سے آیا اور اس نے آ کر سوال کیا تو حاتم طائی نے اس کو خالی نہیں موڑا وہی سائل شمالی دروازے سے آیا حاتم نے پھر اس کو عطا کر دیا اور یہ نہیں کہا کہ ابھی تو تُو خیرات لے گیا پھر وہ باری باری مغربی اور جنوبی دروازے سے بھی آ کر خیرات لے گیا۔ حاتم اکتایا نہیں بلکہ برابر اس کو اپنی سخاوت سے نوازتا رہا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس کمرے میں بیٹھ کر سخاوت کرتے تھے اس کے بھی چار دروازے تھے۔ عالم دین نے جواب دیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس کمرے میں بیٹھ کر سخاوت کرتے تھے اس کا ایک ہی دروازہ تھا حاتم طائی کمرے کے چار دروازے تھے ایک دروازے پر سائل نے آ کر سوال کیا حاتم نے اس کو خیرات عطا کی لیکن اتنا نہیں کہ اس کی حاجت پوری ہو جاتی اس لئے اس کو پھر دوسرے دروازے سے آ کر سوال کرنا پڑا پھر بھی حاتم نے عطا کیا لیکن اتنا نہیں کہ اس کا کام پورا ہو جائے۔ اس سائل کو پھر تیسرے دروازے سے آنا پڑا۔ اب بھی اس کو خیرات ملی تو سہی لیکن اتنی نہیں کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے حتیٰ کہ اب اس سائل کو چوتھے دروازے سے بھی آنے کی ضرورت ہوئی لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی دروازے پر آنے والے سائل کو اتنا دے دیتے تھے کہ اس کو پھر کسی دوسرے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

اٹھا جب بھی دستِ عطائے محمد
غنی بن گئے ہیں گدائے محمد

صحابہ کرام کا اجتماعی طریق محبت:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ صحابہ کرام پیر کے دن نماز فجر میں مشغول تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے اچانک رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریف کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مسکرائے اور خوشی میں ہنسے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ پیچھے ہٹے تا کہ صف کے ساتھ مل جائیں۔

وَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَرْحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ. (بخاری شریف ج3، ص94)

اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ دیں آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا فرمایا کہ اپنی نماز کو پورا کرو پھر آپ نے پردہ گرا دیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے شوق دیدار میں اپنی نماز کو توڑ دینے کا ارادہ کر لیا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز مکمل کرو۔

(۲) عین نماز کی حالت میں صحابہ کرام کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال پیدا ہوا تبھی تو انہوں نے نماز توڑنے کا خیال کیا۔

(۳) صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے اپنا چہرہ قبلہ سے پھیرا کیونکہ مسجد نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ قبلہ کی جانب نہیں بلکہ مشرقی جانب ہے اس جانب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا چہروں کو قبلہ سے پھیرے بغیر ممکن نہیں پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا اور اشارے کو دیکھنا اور سمجھنا بھی بغیر اس کے متصور نہیں ہوسکتا کہ سب پروانوں کی نظریں اس شمع نبوت پر لگی ہوں۔

(۴) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی امامت کا مصلیٰ چھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور صف میں آنے کے لئے تیار ہو گئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ نے تعظیم رسول کو مدنظر رکھا ایسا کرنا چاہا پتہ چلا نماز کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اب ان پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ہر صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے نماز کو توڑنے کا ارادہ کر لیا گویا ہر صحابی زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

نماز پڑھاں کہ میں تیں ول ویکھاں میںوں کعبہ بھل گیا ای
بھل گئے سارے صوم صلاتاں اکو یار دا فکر پیا ای

دیو بندیوں کی کتاب "بلغتہ الحیر ان" میں لکھا ہے کہ التحیات پڑھتے وقت اگر نبی کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر نبی کا خیال نماز میں فاسد نماز ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمادیتے کہ تمہارے دلوں میں میرا خیال آ گیا ہے لہٰذا تمہاری نماز فاسد ہو گئی ہے۔ اس لئے نماز دوبارہ پڑھو۔ رسول

خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے نماز فاسد نہیں بلکہ کامل اور اکمل ہو جاتی ہے۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر کہ سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفٰے کے واسطے

نیز مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے۔

شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم ص 126)

اس عبارت سے پتہ چلا کہ عین نماز کی حالت میں نبی کی تعظیم کرنے سے شرک ہو جاتا ہے۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فعل ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے تھے واپس تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلیٰ پر کھڑے تھے نماز شروع تھی پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔ آپ جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانا شروع کر دیتے جب آپ پہلی صف میں پہنچے تو صحابہ نے تالیاں بجائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آ کر پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں۔ تب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے آ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور مصلیٰ خالی کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اختتام نماز پر آپ نے فرمایا اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پیچھے کیوں چلے آئے عرض کی ابو قحافہ کے لڑکے کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر امامت کرائے۔

اس حدیث پر غور فرمائیں عین نماز کی حالت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام کرتے ہوئے مصلیٰ خالی کر دیا اور پچھلی صف میں آ کر مقتدی بن گئے۔ اگر نماز میں آپ کی تعظیم شرک ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما دیتے اے صدیق تم نے تو شرک کا ارتکاب کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت فرمانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عین نماز میں نبی کی تعظیم شرک نہیں۔

نیز یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ نماز میں التحیات میں آپ پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ درود شریف میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے اس وقت ایک نمازی کو تو نبی کا خیال ضرور آئے گا۔ اب خیال آنے کی دو ہی صورتیں ہیں خیال آئے گا یا تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ خیال آئے گا تو یہ شرک ہو جائے گا اور اگر تحقیر کے ساتھ خیال آئے گا تو کفر ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں نماز نہ ہو گی نہ شرک اور نہ کفر کے ارتکاب سے چونکہ اس نظریے سے دیوبندیوں کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو ان کی اقتداء میں ہماری نماز کیسے ہو جائے گی۔

نماز کی حالت میں اگر ہمارا رُخ کعبہ سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحابہ کرام نے اپنا رُخ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیر کر

آپ کا دیدار کیا ان کی نماز فاسد نہیں ہوئی کیونکہ ان کا رُخ اگرچہ کعبہ سے پھر گیا ہے مگر اس نبی کی طرف پھرا ہے جو کعبے کا بھی کعبہ ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَۃُ الْمُوْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ حُرْمَۃً مِنْکَ

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے کعبہ میری امت کے ایک مومن کی عزت تجھ سے زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ ص 282)

پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایک مومن اور ولی کی عزت وحرمت اور شان کعبہ سے زیادہ لہٰذا آپ کی عزت اور آپ کا احترام کعبہ سے کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

حضرت سائب بن خلاد فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِقَوْمِہٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ۔

(مشکوۃ ص 71)

ایک آدمی نے ایک قوم کی امامت کرائی اس حالت میں اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ نماز ختم ہونے پر آپ نے فرمایا یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور کعبہ کے بے ادبی اور توہین کی جو کعبہ کی توہین کرے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو جو کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کہہ کر توہین کر کے کہ نماز میں نبی کا خیال آنے سے گدھے کا خیال آنا بہتر ہے اس کی اقتداء میں نماز کیسے ہوگی۔

نوٹ:۔ یہ عقیدہ لوگوں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اس مسئلے کی تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب ''خاموش مبلغ'' کا مطالعہ کریں۔

اب فرداً فرداً صحابہ کرام کا انداز محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انداز محبت:

ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے عرض کی ابا جان میدان بدر میں کئی مرتبہ آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹا تم نے تو مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں یہ نہ سمجھتا کہ یہ میرا لڑکا ہے بلکہ یہ سمجھتا کہ یہ میرے نبی کا دشمن ہے اور میری تلوار تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ رات کی تاریکی میں دونوں چلے جا رہے تھے۔ پیچھے سے کفار کے تعاقب کا خطرہ تھا مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر کوہ ثور تھا جہاں راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ پتھروں سے پاؤں زخمی ہوئے جاتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تکلیف دیکھی نہ گئی۔ آپ نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا آخر ایک غار تک پہنچے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو باہر ٹھہرایا خود اندر جا کر غار صاف کر دیا تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ بند نہ ہو سکا اس پر اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ کر بند کر

دیا اور بیٹھ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے زانوں پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتفاق کی بات اس سوراخ میں کوئی سانپ تھا۔ اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگوٹھے میں ڈس دیا آپ درد سے بے تاب ہو گئے مگر اُف تک نہ کی کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آ جائے درد کی شدت سے آنکھوں میں آنسو آ گئے ایک آنسو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پر گرا آپ بیدار ہوئے واقعہ کا علم ہوا آپ نے اپنا لعاب دہن لگا کر زہر کا اثر زائل کر دیا۔ چند اشعار پڑھیے۔

دیکھئے تو وہ غار کے اندر کون ہے بیٹھا گود میں لے کر سرور عالم کا سر انور رضی اللہ عنہ

ایڑھی رکھدی سانپ کے بل پر زہر کا صدمہ سہ لیا دل پر سب کچھ ہے یہ خاطر دلبر رضی اللہ عنہ

یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا منزل عشق و صدق کا رہبر رضی اللہ عنہ

جب غار سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ چلتے ہوئے کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے جاتے ہیں کبھی پیچھے آ جاتے ہیں کبھی دائیں طرف ہو جاتے ہیں اور کبھی بائیں طرف ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت فرمائی عرض کی جب آپ کے آگے آتا ہوں تو اس خیال سے اگر کوئی آپ پر حملہ آور ہو تو میں آپ کا دفاع کر سکوں پھر خیال آتا ہے کوئی پیچھے سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اس لئے پیچھے آ جاتا ہوں اور اسی نظریئے کے تحت دائیں اور بائیں جانب چلا جاتا ہوں یعنی صدیق اکبر آپ کے گرد اس طرح گھومتے ہیں جیسے شمع کے گرد پروانہ گھومتا ہے۔

عشق تے اگ دونویں اک برابر پر عشق دا سیک ودھیرا

اگ تے ساڑے لکھ تے کانے عشق ساڑے تن میرا

اگ دے تائیں پانی ٹھارے دسو عشق دا دارو کیڑا
بلھے شاہ اوتھے کچھ نہیں سمجھدا جتھے عشق نے لایا ڈیرا

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر نہایت اہم کاموں کو انجام دے رہے تھے۔ اچانک تمام کاموں کو چھوڑ کر مسجد نبوی سے نکل کر ملک شام کے راستہ پر چلے گئے اور کچھ دور جا کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے عرض کی آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملک شام تشریف لے گئے تھے اور بہت روز مدینہ سے غائب رہے پھر ایک دن اسی راستے سے آپ تشریف لے آئے تھے۔ اب بھی ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ آپ مدینہ میں نظر نہیں آئے خیال ہوا شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملکِ شام کی طرف تشریف لے گئے ہوں اور ادھر سے آپ اکیلے واپس چلے آتے ہوں اس لئے میں جناب کو لینے کے لئے ادھر چلا آیا مگر افسوس کہ آپ ابھی تک آئے نہیں۔

جلدی آ پیارے مینوں ٹھنڈ پوے وچہ سینے
عمراں وانگ دھاڑی لنگدی پل پل مثل مہینے

مرض وفات میں ایک طبیب کو بلایا گیا طبیب نے بہت غور سے آپ کو دیکھا کہا یہ مریض کسی کے عاشق ہیں اور ان کا محبوب ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کے غم میں یہ بیمار ہو گئے ہیں۔ ان کا علاج دیدار یار کے علاوہ اور کچھ نہیں جہاں تک ہو سکے جلد ان کا محبوب ان کو ملا دو ورنہ یہ بہت جلد مر جائیں گے۔

باہجھ تیرے دیدار دے سجناں خوشی نہ دسدی کائی
مکھ وکھائیں نہ چر لائیں آویں بری جدائی

لوگ یہ بات سن کر روئے کہ افسوس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو

اس جہاں سے تشریف لے گئے ہیں اب ان کے ساتھ آپ کی ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے مکان کی چھت کو دیکھا جل کر سیاہ ہوگئی ہے گھر والوں سے چھت کے جلنے کا سبب پوچھا محرمان راز نے عرض کیا کہ کبھی کبھی درد دل سے ایک آہ نکالتے تھے جس کی حرارت سے چھت جل گئی ہے اللہ اکبر کیا عشق کی آگ تھی جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھے۔

عشق دی اگ ہڈاں دا بالن عاشق بیٹھ سکیندے ہُو

گھت کے جان جگر وچہ آرا ویکھ کباب تلیندے ہُو

سرگرداں پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہُو

ہوئے ہزار عاشق باہُو پر عشق نصیب کہیندے ہُو

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا انداز محبت:

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ لینا تھا آپ نے اس یہودی سے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام نوع بشر پر فضیلت دی ہے تجھے نہ چھوڑوں گا جب تک تو میرا حق ادا نہ کر دے یہودی نے قسم کھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا اور امیر المومنین نے اس کو طمانچہ دے مارا کیونکہ:

ترے رتبے میں جس نے چون و چرا کی

نہ سمجھا وہ بد بخت رتبہ خدا کا

یہودی نے بارگاہ رسالت میں آکر شکایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے امیر المومنین کو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے اس کو راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ نجی اللہ اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں بلکہ اے یہودی اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے میری امت کا نام مسلمین رکھا ہے اللہ تعالیٰ مومن ہے میری امت کا نام مومنین رکھا ہے بلکہ اے یہودی:

اَنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ.

جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 11، ص 510)

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار ان کے
نہ جائیگی جنت میں امت کسی کی

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر نے مسجد نبوی میں چرمی فرش بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین ہمارا حق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کریں آپ نے فرمایا بڑی خوشی سے اور ایک ہزار درہم پیش کئے ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین تشریف لائے ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے پھر ان کے جانے کے بعد آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر آئے آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے حضرت عبداللہ نے عرض کی یا امیر المومنین

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں مَیں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسنین اس وقت بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو حسنین کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا ان کے باپ علی المرتضیٰ ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نانا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ نانی خدیجۃ الکبریٰ ہے، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، ماموں ابراہیم بن رسول ہیں، خالہ رقیہ ام کلثوم دختران رسول ہیں یہ سن کر حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

(الریاض النضرۃ، ج2، ص28)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت عمر بن خطاب نے امامین کریمین کو جو دوسروں سے زیادہ مال غنیمت عطا فرمایا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کو رسول خدا سے محبت تام تھی جس کی وجہ سے اس رعایت کو ملحوظ خاطر رکھا۔

(۲) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر کی نسبت اولاد رسول سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغیوں نے محاصرے میں لے رکھا تھا تو اس وقت آپ کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہ آئے اور عرض کی آپ امام المسلمین ہیں اور آپ جن حالات سے دوچار ہیں آپ خوب جانتے

ہیں میں آپ پر تین باتیں پیش کرتا ہوں اِن میں سے ایک مان لیں یا تو آپ باہر نکل کر ان سے لڑیں۔ آپ حق پر ہیں یہ سب اہل باطل ہیں آپ کے پاس افرادی قوت بھی موجود ہے یا پھر آپ دیوار پھاڑ کر ایک اور دروازہ نکالیں اور اس سے نکل کر آپ مکہ پہنچ جائیں وہ جائے امن ہے وہاں یہ باغی آپ کا تعاقب نہ کریں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں حضرت امیر معاویہ موجود ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا میں نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میری وجہ سے امت مسلمہ کی خون ریزی ہو اور جہاں تک مکہ جانے کا تعلق ہے وہ بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ لوگ وہاں بھی مجھے نہ چھوڑیں گے اور میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے ایک قریشی شخص ہوگا جو مکہ میں الحاد پھیلائے گا۔ اس پر تمام عالم کا نصف عذاب ہوگا میں نہیں چاہتا وہ میں بن جاؤں اور جہاں تک ملک شام میں حضرت امیر معاویہ کے پاس جانے کا تعلق ہے تو میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ تھا کہ یہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ انور ہے اس سے جدائی برداشت نہیں۔

ایسے جلوے پر کروں لاکھ حوروں کو نثار
کیا کروں کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو گئے اور ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی معیت میں گئے اور مکہ سے باہر لیک غار میں ٹھہرے اس شب کفار کا قصد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا تھا اس وقت خدا تعالیٰ نے جبرئیل امین اور میکائیل علیہما السلام سے فرمایا میں نے تمہارے مابین بھائی چارہ رکھا ہے اور تمہاری زندگی بھی ایک دوسرے سے دراز کی ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہِ الٰہی سے طلب کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبریل و میکائیل دیکھو علی کی بزرگی اور شرف ہم نے علی اور اپنے محبوب میں بھائی چارہ قائم کیا تو علی اپنے قتل اور موت کو قبول کر کے ہمارے حبیب کی خوابگاہ پر سو گیا ہے اور اپنی جان ہمارے حبیب پر فدا کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور کبھی ڈوب سکتی نہیں موجوں کی طغیانی میں
جن کی کشتی ہو محمد ﷺ کی نگہبانی میں

اب دونوں جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو چنانچہ دونوں مقرب فرشتے جبریل و میکائیل حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی کی خدمت میں زبان حال سے کہنے لگے۔

بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُکَ یَا ابْنَ اَبِی طَالِبٍ اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکَ عَلٰی مَلَائِکَتِہٖ ۝

زندہ باد اے علی اس ایثار میں تمہاری مثل کون ہے بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے اس ایثار کو ملائکہ میں پیش کر کے اظہار خوشنودی فرما رہا ہے اور آپ اپنی

خواب میں بے فکر سو رہے ہیں۔ اسی وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ.

اور بعض اللہ کے بندے وہ ہیں جو اس کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچتے ہیں اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر ج 2، ص 198، کشف المحجوب، ص 358)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھوک لگی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا علم ہوا آپ کسی کام کی تلاش میں نکلے تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھوک دور کرنے کے لئے کوئی معقول انتظام کریں۔ ایک یہودی کے باغ میں تشریف لے گئے اس کے باغ کو پانی دینے کے لئے کنویں سے سترہ ڈول پانی نکالا اور اس سے سترہ عجوہ کھجوریں حاصل کیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا اے علی یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو عرض کی مجھے آپ کی بھوک کا علم ہوا تھا میں نے مزدوری کر کے آپ کی بھوک دور کرنے کے لئے یہ کھجوریں حاصل کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے علی اس کی وجہ یہ ہے کہ تو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ یاد رکھو جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف سیل رواں سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اس کو مصیبت پر صبر کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ (ابن عساکر، ج 2، ص 208)

اللہ اللہ نبی کا گھرانہ یہ گھرانہ واراء الوریٰ ہے
اس میں حسنین ہیں فاطمہ ہے اس گھرانے میں مشکل کشا ہے

کعبۂ عشق کا ہوں نمازی ان کی نظر عنایت پہ راضی
میری تربت پہ لکھ دینا کاتب پنجتن کا یہ ادنیٰ گدا ہے

ایک اعرابی کی محبت:

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں ایک صبح ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک چوک میں کھڑے تھے۔ ایک اعرابی ایک اونٹ کی مہار پکڑے آیا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان الفاظ میں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اتنے میں ایک آدمی آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس اعرابی نے میرا اونٹ چرایا ہے۔ اس پر اونٹ بڑبڑایا آپ نے اس کی آواز سن کر فرمایا اے شخص تو جھوٹا ہے یہ اونٹ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے چل یہاں سے دور ہو جا پھر آپ نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تو میرے پاس آیا تھا تو تُو نے اپنی زبان سے کیا الفاظ نکالے تھے عرض کی میں نے یوں کہا تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی صَلَاةٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی بَرَکَةٌ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی سَلَامٌ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰی لَا تَبْقٰی رَحْمَةٌ.

اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتنا درود بھیج کہ درود ختم ہو جائے ان پر اتنی برکت نازل فرما کہ برکت ختم ہو جائے اتنا سلام بھیج کہ سلام ختم ہو جائے اور اتنی رحمت نازل فرما کہ رحمت ختم ہو جائے۔

• فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ نے تیرے حق میں گواہی دی اور اِنَّ

الْمَلَائِکَۃِ قَدْسَدُّوا الْاُفُقَ اور فرشتوں نے آسمان کے کناروں کو بھر دیا تھا۔

(طبرانی کبیر، ج5، ص141)

اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو کر ہدیہ درود و سلام پیش کیا جس کی بنا پر اونٹ نے اس کی برأت کی گواہی دی اور اعرابی کے ان دعائیہ کلمات کو لینے کے لئے اس قدر کثیر تعداد میں فرشتے نازل ہوئے کہ آسمان کے کنارے بھر گئے خدا تعالیٰ نے اس اعرابی کو کتنا بلند مقام عطا فرمایا۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زبانِ اللہ اللہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن سعد سے روایت ہے۔

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَامُحَمَّدَاہُ.

حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی آدمی نے ان سے کہا تو اپنے محبوب کو یاد کر اس نے کہا یا محمداہ انکا پاؤں درست ہو گیا۔

(ادب المفرد، ص193، نسیم الریاض، ج3، ص355)

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارا کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

زید بن حارثہ کی محبت:

حضرت زید بن حارثہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا

رہے تھے بنو قیس نے قافلہ کو لوٹ لیا جس میں زید بھی تھے ان کو مکہ کے بازار میں لا کر فروخت کر دیا حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خرید لیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ حضرت زید کے والد کو ان کے فراق کا بڑا صدمہ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی اور فراق میں اشعار کہے جن کی ترجمانی ان اشعار سے کی جا سکتی ہے۔

کر کر یاد سجن نوں رونواں مول آرام نہ ڈھوئی
ڈھونڈ تھکا جگ دیس تمامی رہیا مقام نہ کوئی
اک تگا در عشق ترے دا دوجی بری جدائی
دور وسندیا سجناں مینوں سخت مصیب پائی

ایک مرتبہ ان کی قوم کے چند لوگ حج کے لئے گئے انہوں نے مکہ میں زید کو پہچان لیا اور آپ کے والد کا حال سنایا۔ زید نے ان کے ہاتھ تین شعر لکھ کر بھیجے جن کا مفہوم یہ تھا کہ میں مکہ میں خیریت سے ہوں تم غم نہ کرو میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زید کے باپ کو اس کی خیر و خبر سنائی زید کا باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر زید کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے مکہ پہنچے اور حضور کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کی اے اولاد ہاشم تم لوگ اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو قیدیوں کو آزاد کرانے والے ہو بھوکوں کو کھانا کھلانے والے ہو ہم اپنے بیٹے کی تلاش میں آپ کے پاس آئے ہیں ہم پر احسان فرمائیں اور فدیہ قبول فرما کر زید کو آزاد کر دیں بلکہ فدیہ سے زیادہ رقم وصول کر

پس آپ نے حضرت زید کو بلایا اور اس کے باپ اور چچا سے فرمایا اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے لے جاؤ وگرنہ تو میں اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کہا اپ نے استحقاق سے زیادہ احسان فرمایا ہے۔ زید نے اپنے باپ اور چچا کو پہچان لیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زید تجھے میرا حال بھی معلوم ہے اب تمہیں اختیار ہے میرے پاس رہنا چاہو تو تمہاری مرضی والد کے ساتھ جانا چاہو تو تمہاری مرضی تمہیں اجازت ہے۔ حضرت زید نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو کیسے پسند کرسکتا ہوں۔ آپ میرے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ باپ اور چچا نے کہا کیا غلامی کو پسند کرتے ہو کہا میں ان کے حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ ان کے مقابلے میں کسی کو بھی پسند نہیں کرسکتا کیونکہ:

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا میں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا جب زید کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور خوشی سے زید کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(طبقات ابن سعد، ج3، ج41)

حضرت زید بن دثنہ کی محبت:

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کی ہے کہ جب اہل مکہ زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم اس بات کو پسند

کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوتے اور تمہاری بجائے ان کی گردن ماردی جاتی۔ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا۔

کہا او بیوقوف اور لذت ایماں سے بیگانے
محمد اور محمد کی محبت کو تو کیا جانے
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمد کی
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمد کی

اس پر ابوسفیان نے کہا: مَارَأَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ یُحِبُّ اَحَدًا کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا (زرقانی، ج6، ص291)

میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔

جس سے عشق ہو جائے اس کی رضا جوئی آدمی کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے چنانچہ صحابہ کرام ہر کام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منشا اور پسند کو ملحوظ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی سے بے حد گھبراتے تھے مثلاً حضرت سعد بہت سیاہ فام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے جاں نثاروں میں شمار ہونے لگے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی جاں نثاری پر خوش ہو کر فرمایا۔ سعد شادی کیوں نہیں کر لیتے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے جیسے کالے کلوٹے کو کون لڑکی دے گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار سے جا کر کہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھیجا ہے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو سعد نے جا کر

پیغام دیا سرداران کی صورت دیکھ کر بہت برہم ہوا کہ میں اپنی خوبصورت بیٹی کا نکاح اس شخص سے کردوں سعد مایوس ہو کر واپس جانے لگے پردے کی اوٹ سے آواز آئی اے جانے والے ذرا ٹھہر جاوہ ٹھہر گئے۔ پھر آواز آئی کیا رسول خدا نے تجھے میرے ساتھ شادی کے لئے بھیجا ہے اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے تو مجھے بسروچشم منظور ہے۔ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا اور کہا۔

تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پر مسرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے
کب میں کہتی ہوں کہ اس رنگ تو کالے کو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
مانا رنگت اس کی کالی حسن میں بھی ماند ہے
پر بھیجنے والا تو ابا چودھویں کا چاند ہے

اے میرے والد آپ نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ٹالا ہے جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگیں بیٹی کی باتوں کا باپ پر بڑا گہرا اثر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تسلی دی آخرکار اس نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت سعد کے ساتھ کردی۔

(سیارہ ڈائجسٹ، ج2،ص289)

حضرت سعد بن معاذ کی محبت:

غزوہ بدر کے لئے آپ نے مشورہ کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میری مراد تمہیں لوگوں سے ہے اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم میں برک الغماد کبھی گیا نہیں ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے۔ آپ پر ایمان لائے ہیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ آپ کی ہر بات مانیں گے۔ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو بھی ہم اس میں کود پڑیں گے ہم لڑائیوں میں بہادری کے جوہر دکھانے والے ہیں مصائب برداشت کرنے والے ہیں۔ ہمارا سب مال آپ کا ہے آپ جو چاہیں لے لیں اس جواب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر جانب بدر روانہ ہوئے۔

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

حضرت معاذ بن جبل کی محبت:

جب معاذ بن جبل کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصیت کرتے ہوئے اس کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ اس سال کے بعد تیری میری ملاقات نہ ہو گی اور جب تو واپس آئے گا تو میری مسجد اور قبر کے قریب سے گزرے گا۔ اس پر حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تصور فراق سے رونے لگے اور آپ کے رونے میں آواز تھی

فرمایا معاذ آواز سے نہ روؤ اس طرح رونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

(دلائل النبوت، ج 5، ص 404)

ہجر ترا جد پانی منگے میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صحابہ دن رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے تاکہ آپ کی ضروریات میں آپ کی خدمت کی جائے۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر نکلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں رونے لگا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مقدسہ کو قبض کرلیا ہے۔ پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور مجھے بلا کر فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کرلیا ہے۔ اب میں آپ کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ آپ نے فرمایا میرے رب نے انعام فرمایا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا اور دس گناہ مٹا دے گا۔ (الترغیب والترہیب، ص 495)

حضرت عکاشہ بن محصن کی محبت:

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات قریب ہوئی تو

آپ نے تمام مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا اے گروہ مسلم میری طرف سے جس پر کوئی زیادتی ہوئی ہے وہ قیامت کے دن بدلے سے پہلے آج مجھ سے بدلا لے لے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا آپ نے پھر فرمایا کوئی کھڑا نہ ہوا جب آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تو حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور وہ لوگوں میں سے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اگر آپ بار بار اعلان نہ فرماتے تو میں آپ کی خدمت میں نہ آتا میں ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح سے ہمکنار فرمایا اور ہم واپس آ رہے تھے۔ میری سواری آپ کی سواری کے قریب ہوئی میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے قریب ہوا تا کہ آپ کی ران مبارک کو بوسہ دوں آپ نے اپنی چھڑی میرے پہلو پر ماری نہ جانے آپ نے عملاً ایسا کیا یا آپ اپنی سواری کو مارنے لگے اور مجھے لگ گئی۔ آپ نے فرمایا اے عکاشہ میں اللہ کے جلال سے پناہ مانگتا ہوں کہ عملاً ایسا فعل مجھ سے سرزد ہو پھر فرمایا۔ اے بلال فاطمہ کے ہاں سے چھڑی لاؤ حضرت بلال مسجد سے نکلے اور ہاتھ سر پر رکھ کر کہا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات سے بدلا دینا چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا اے بنت رسول مجھے چھڑی دو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان چھڑی کس لئے طلب فرما رہے ہیں یہ نہ تو حج کا موقع ہے اور نہ ہی آپ کسی غزوہ کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ بلال نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھے کیا خبر کہ تیرے والد کس حال میں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور اپنی ذات سے بدلا دے رہے ہیں۔ فرمایا وہ کون ہے جو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اے بلال

حسن و حسین سے کہو کہ وہ بدلے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیں اور وہ دونوں رسولِ خدا کو بدلا نہ دینے دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور چھڑی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چھڑی عکاشہ کو دی جب صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بات دیکھی تو دونوں کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ ہم دونوں سے بدلا لے لو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا اے صدیق اکبر وعمر (رضی اللہ عنہما) خدا تعالیٰ تم دونوں کے مقام و مرتبہ کو جانتا ہے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے عکاشہ مجھے سو مرتبہ چھڑی مار لو لیکن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی بیٹھ جاؤ خدا تعالیٰ تیرے مقام اور تیری نیت کو جانتا ہے۔ پھر حسنین کریمین کھڑے ہوئے اور فرمایا تو جانتا ہے کہ ہم دونوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں ہم سے بدلہ لینا نبی سے بدلہ لینا ہے اس لئے تو ہم دونوں سے بدلا لے لے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بدلا نہ لے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹھ جاؤ خدا تعالیٰ تمہیں بھی خوب جانتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے عکاشہ اگر بدلہ لینے کا ارادہ ہے تو بدلہ لو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب آپ نے چھڑی ماری تھی تو میرے پہلو پر کپڑا نہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پیٹ ننگا کر دیا۔ اس وقت مسلمان زار و قطار رونے لگے اور کہا عکاشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھڑی مارے گا لیکن جب عکاشہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ کی

سفیدی دیکھی تو فوراً آپ کے پیٹ مبارک کو چوم لیا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کس میں طاقت ہے کہ آپ سے بدلا لے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا تو چھڑی مار لو یا معاف کر دو عرض کی میں نے معاف کر دیا تا کہ خدا قیامت کے دن مجھے معاف کر دے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا الشَّیْخِ

جو شخص جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔

اس پر مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت عکاشہ کی پیشانی کو چوما اور کہا تجھے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت مبارک ہو۔ (حلیۃ الاولیاء، ج 4، ص 73)

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

حضرت نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

مدینہ طیبہ میں ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام نعیمان تھا یہ شراب پیتا تھا۔ اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا جاتا۔ آپ اس کو اپنے جوتے سے مارتے اور صحابہ کرام کو حکم فرماتے تو وہ اس کو جوتے مارتے۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ جب مدینہ میں کوئی عمدہ چیز کھانے کی فروخت ہونے کے لئے آتی تو یہ ادھار خرید لیتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر

دیتا اور کہتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ آپ لے کر تناول فرما لیتے۔ پھر اس چیز کے مالک کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لے آتا اور کہتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وہ جو چیز آپ نے کھائی ہے اس کی قیمت اس آدمی کو دے دیں وہ میں نے اس سے لی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تو نے تو کہا تھا کہ یہ آپ کے لئے تحفہ ہے۔ وہ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس اس کی قیمت نہ تھی لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ اسے آپ تناول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکراتے اور اس چیز کے مالک کے لئے قیمت ادا کرنے کا حکم فرماتے۔

(الاستیعاب، ج3، ص577)

حضرت طلحہ بن براء کی محبت:

جب حضرت طلحہ بن براء حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملے تو آپ سے چمٹنا شروع کر دیا اور آپ کے دونوں قدم مبارک چومے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو کچھ آپ کو محبوب ہو مجھے حکم دیجئے۔ میں اس امر میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی اس بات پر تعجب کیا اس لئے کہ یہ بچے تھے آپ نے ان کے اس کہنے پر فرمایا جا اپنے باپ کو قتل کر دے چنانچہ حضرت طلحہ اس کام کے لئے پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو آواز دی ان سے کہا یہاں آؤ میں قطع رحم کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اس کے بعد حضرت طلحہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی عیادت کے لئے ایسے وقت میں تشریف لے گئے کہ سردی کا موسم سخت سردی اور مطلع ابر آلود تھا۔ آپ نے واپسی پر ان کے گھر

والوں سے فرمایا میں طلحہ میں آثار موت دیکھتا ہوں تم ان کے انتقال کی مجھے خبر دینا تا کہ میں آ کر اس کی نماز جنازہ پڑھوں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا یہاں سے نکل کر ابھی آپ بنی سالم بن عوف کی آبادی تک پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ کی وفات ہوگئی اور رات کا وقت آ گیا ان وصیتوں میں جو حضرت طلحہ نے کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میرے دفن میں جلدی کرنا اور مجھے میرے رب سے ملا دینا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ بلانا مجھے آپ پر یہود کی طرف سے خطرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ تشریف لائے اور طلحہ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں نے آپ کے ساتھ صف بنائی اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اے میرے اللہ تو طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ تو اس کی طرف دیکھ کر ہنسے اور وہ تیری طرف دیکھ کر ہنسے۔ (مجمع الزوائد، ج9، ص365)

ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار شریف کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لئے مزار شریف کھول دی تو وہ دیکھتے ہی روئی اور روتے روتے وہیں جان دے دی۔

(شفا شریف، ج2، ص19)

شراب عشق احمد میں عجب پُر کیف مستی ہے
کہ جاں دے کر اگر ایک بوند مل جائے تو سستی ہے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میری پردہ پوشی کے بعد میری امت سے ایسے لوگ ہوں گے جو میرے ساتھ سخت محبت رکھنے والے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ آرزو کرے گا کہ کاش وہ اپنے اہل وعیال فدا اور قربان کر کے مجھے دیکھ لیتا۔

(مسلم شریف، ج 2، ص 379، شفا شریف، ج 2، ص 17)

جان لو ایمان کی ہے جان حب مصطفےٰ
اور بجز ذکر نبی مردود ہے ذکر خدا

ایک انصاری خاتون کا باپ بھائی اور شوہر جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔ یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ اُحد میں گئے تھے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے۔ جس طرح تمہاری تمنا تھی آپ خیریت سے ہیں۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں تا کہ میں آپ کو دیکھ لوں جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ (زرقانی، ج 6 ص 29، دلائل النبوت ج 4، ص 265)

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''صراط مستقیم''

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

اور انعام یافتہ چار گروہ ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۝

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی معیت حاصل ہوگی جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء علیہم السلام صدیقین اور شہید اور صالحین ہیں۔

اب دیکھنا کہ ان چاروں گروہوں کا راستہ کیا ہے جو ان کا راستہ اختیار کرے وہی صراط مستقیم پر ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام کا راستہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِذَبْحِ اِبْنِکَ ۝ خدا تعالیٰ تجھے اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے پتہ چلا کہ بندے کو خدا کا اتنا

اطاعت شعار ہونا چاہیے کہ اگر خدا کی راہ میں اپنا پیارا بیٹا قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح خود کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دے۔

مثال:

غزوہ بدر کے موقعہ پر حضرت خثیمہ اور ان کے بیٹے کے درمیان غزوہ بدر میں شرکت کے لئے قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں ان کے بیٹے کے نام نکلا اور غزوہ بدر میں شہادت سے ہمکنار ہو گئے ایک دن انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی آج میں نے رات خواب میں اپنے بیٹے کو دیکھا ہے نہایت حسین وجمیل شکل میں ہے اور جنت کے باغات اور نہروں کی سیر وتفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے اے میرے باپ تم بھی یہاں آ جاؤ دونوں مل کر جنت میں رہیں گے اس نے مجھ سے کہا میرے پروردگار نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے بیٹے کی رفاقت کا مشتاق ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں ہڈیاں کمزور ہو گئیں اب تمنا ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جا ملوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں خدا مجھے شہادت کا مرتبہ اور جنت میں اپنے بیٹے سعد کی مرافقت نصیب فرمائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خثیمہ کے لئے دعا فرمائی اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت خثیمہ غزوہ اُحد میں شہید ہو کر اپنے بیٹے سے جا ملے۔ (زاد المعاء، ج2،ص96 / دلائل النبوت، ج3،ص249)

محمد مصطفٰے کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

مثال دیگر:

غزوہ اُحد میں عبداللہ بن عمرو کے بہنوئی عمرو بن الجموع بھی شہید ہوئے اور ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے یہ پاؤں سے لنگڑے تھے اور لنگڑا پن بھی شدید تھا ان کے چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہتے تھے۔ اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا میں بھی تمہارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ نے آپ کو رُخصت دی ہے آپ یہیں رہیں مگر یہ نہ مانے اور شوق شہادت میں اس درجہ بے تاب ہوئے کہ اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کے ساتھ میں جنت کی زمین کو جا کر روندوں گا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر جہاد فرض نہیں اور اس کے بیٹوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ان کو نہ روکو شاید اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گئے اور گھر سے نکلتے وقت انہوں نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ الشَّهَادَةَ وَلَا تُرَدَّنِيْ اِلٰى اَهْلِيْ خَائِبًا

اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور مجھے گھر والوں کی طرف واپس نہ کر

اسی غزوہ اُحد میں اس کے بیٹے خلاد بن عمرو بھی شہید ہو گئے عمرو بن الجموع کی بیوی ہندہ نے یہ ارادہ کیا کہ تینوں یعنی خاوند بھائی عبداللہ اور بیٹے خلاد کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائے اور وہیں ان تینوں کو دفن کر دے مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہے تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب اُحد کی طرف رُخ کرتی

ہے تو اونٹ تیز چلنے لگتا ہے۔

ہندہ نے یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا عمرو بن الجموع نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا عرض کی ہاں اس نے کہا تھا یا اللہ مجھے گھر واپس نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا اسی وجہ سے اونٹ نہیں اُٹھتا اور یہ فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَا بَرَّہٗ مِنْھُمْ عَمْرُو ابْنُ الْجَمُوْعِ وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَطَأُ بِعِرْجَتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کر دیتا ہے اور عمرو بن الجموع ان میں سے ہیں البتہ تحقیق میں نے اسے لنگ کے ساتھ زمین جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔ (الاستیعاب ج2، ص 504 ، البدایہ والنہایہ ج 4، ص 37، دلائل النبوۃ ج 3، ص 246)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

حضرت ایوب علیہ السلام کئی سال تک بیماری میں مبتلا رہے لیکن آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا لہٰذا اگر کسی کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے تو اسے حضرت ایوب کی طرح صبر سے کام لینا چاہیے اسی میں اس کی بہتری ہے۔

مثال:

ایک بزرگ ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بڑے عابد پر گزرے پھر کچھ عرصہ بعد گزرے دیکھا کہ اس کو شیر نے چیر پھاڑ کر

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا عرض کی یا اللہ یہ تو ترا عبادت گزار بندہ تھا تو نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے موسیٰ اس نے ایک بڑے مرتبے کی تمنا کی تھی یہ اپنی عبادت سے اس مرتبہ کو حاصل نہ کر سکتا تھا اس لئے میں نے اس ابتلاء میں ڈالدیا تا کہ اس کو وہ مرتبہ مل جائے۔

(شعب الایمان ج 7، ص 163)

حضرت مطرف بن عبداللہ جرشی فرماتے ہیں ایک جنازہ میں حاضر ہوا بعد میں ایک طرف ہو کر دو خفیف سی رکعتیں ادا کیں اور خفیف ہونے کی بنا پر میں نے ان کا ثواب اہل قبور کو نہ بخشا مجھے کچھ اونگھ سی آئی تو ایک صاحب قبر سے ملاقات ہوئی اور اس نے مجھ سے کہا تو نے خفیف ہونے کی بنا پر ان دو رکعتوں کا ثواب اہل قبور کو نہ بخشا میں نے کہا ہاں ایسی ہی بات ہے کہا تم جانتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے میرے نزدیک ان رکعتوں میں سے ایک رکعت کا ثواب دنیا و مافیھا سے بہتر ہے میں نے اس سے پوچھا اس قبرستان میں کون لوگ ہیں اس نے کہا سارے مسلمان ہیں اور سارے خیریت سے ہیں۔ میں نے پوچھا ان میں افضل کون ہے اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا میں نے خدا سے دعا کی اے اللہ اسے قبر سے نکال میں اس سے کلام کروں پس قبر سے ایک جوان نکلا میں نے اس سے پوچھا کیا آپ ان سب سے افضل ہیں اس نے جواب دیا لوگ اسی طرح کہتے ہیں میں نے پوچھا تجھے یہ مقام کیسے ملا تو کوئی زیادہ عمر والا بھی نہیں کہ میں کہہ سکوں تو نے زیادہ حج عمرے یا جہاد کیے ہوں اس نے جواب دیا مجھے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا تھا تو کمال صبر کا مظاہرہ کرتا تھا اسی سبب سے خدا نے مجھے سب سے افضل قرار دیا ہے۔ (شعب الایمان، ج 7 ص 248)

حضرت یوسف علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے اپنے حسن و جمال کی طرف راغب کرنا چاہا لیکن آپ گناہ کے تصور سے بھی پاک رہنے پتہ چلا اگر کوئی حسین وجمیل عورت دعوت گناہ دے تو قید و بند کے مصائب قبول کر لے لیکن گناہ کی طرف راغب نہ ہو بلکہ حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے خدا ایسے محفوظ رہنے والے کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا۔

مثال:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور اقتدار میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے دن بھر مسجد میں رہتا تھا عشاء کے بعد باپ کے پاس جاتا تھا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا وہ اس پر عاشق ہوگئی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی جوان نظر نہ فرماتا ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہولیا دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آ گیا بے ساختہ یہ آیت زبان پر جاری ہوگئی۔

اِنَّ الَّـذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ.

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی طرف سے پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا باپ منتظر تھا آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا دروازے پر بے ہوش پڑا پایا گھر والوں کو بلوا کر اندر لے گئے رات گئے ہوش آیا باپ نے

حال پوچھا کہا خیر ہے کہا بتا دے ناچار قصہ بیان کیا باپ بولا جان پدر وہ آیت کونسی ہے جوان نے پھر آیت پڑھی پڑھتے ہیں غش آیا جنبش دی مردہ پایا رات میں ہی نہلا کر کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا صبح کو امیر المومنین کو خبر ہوئی باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت کی عرض کی یا امیر المومنین رات تھی پھر امیر المومنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

يَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ يَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْهَا رَبِّىْ فِى الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ٥

اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جوان نے قبر سے آواز دی اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا فرمائی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 4، ص 272)

حضرت داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں ایک مرتبہ مقدمہ پیش ہوا کہ ایک گڈریے کی بھیڑ بکریاں ایک زمیندار کے کھیت میں چلی گئیں اور کھیت کی فصل کھا کر ویران کر دی آپ نے اس کا فیصلہ یہ دیا کہ کھیت کی فصل کی قیمت اتنی تھی جتنی بھیڑ بکریوں کی لہٰذا کھیت والا گڈریے کی بھیڑ بکریاں لے لے وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام بھی موجود تھے آپ نے کہا ابا جان اس سے بہتر ایک اور فیصلہ ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں پیش کروں فرمایا ہاں پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یوں کہا جائے کہ گڈریے کو کھیت دے دیا جائے وہ اس میں دوبارہ وہی فصل اُگائے اور فصل کے اُگ کر تیار ہونے تک زمیندار گڈریے کی

بھیڑ بکریوں کی اون اور ان کے دودھ سے فائدہ اُٹھاتا رہے جب فصل اتنی ہو جائے جتنی کہ بھیڑ بکریوں کے کھاتے وقت تھی تو کھیت والا اپنا کھیت واپس لے لے اور گڈریا اپنی بھیڑ بکریاں واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس فیصلے کو قبول کر کے اس کو جاری کر دیا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَدَاؤُدَ وَ سُلَیْمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شَاهِدِیْنَ○

ترجمہ: اور جب داؤد اور سلیمان دونوں ایک مقدمہ کا فیصلہ کر رہے تھے جبکہ لوگوں کی بکریاں کھیت میں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے۔

اس واقعہ سے یہ درس ملا کہ اگر قاضی یا حاکم بنایا جائے تو عدل و انصاف کے سامنے جھکنے میں عار محسوس نہ کرے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان کا فیصلہ اپنے فیصلے سے بہتر جان کر قبول کر لیا۔

مثال:

حضرت ابو حزن بن اسود فرماتے ہیں ایک عورت کے ہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کا ارادہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَحَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ○

حمل اور دودھ چھوڑنے کی مدت تیس مہینے ہیں اور دودھ چھڑانے کی مدت دو سال۔

یعنی چوبیس مہینے ہے باقی چھ ماہ حمل کے از روئے قرآن درست ہیں۔

فَتَرَکَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ.

(الریاض النضرہ ج2،ص 256)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم ترک دیا اور فرمایا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا:

یَارَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرِیْ.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بوسیلہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بخشدے۔

فرمان خداوندی ہوا تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا ابھی تک تو میں نے ان کو پیدا ابھی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اے خدا تو جانتا ہے کہ جس دن تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں روح پھونکی میں نے سر اُٹھایا اور ساق عرش پر لکھا دیکھا۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللـہ** اسی دن سے میں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری مخلوق سے محبوب ترین اور مقرب ترین ہے۔ فرمان ہوا جب تو ان کو میری بارگاہ میں وسیلہ لایا تو میں نے تیری مغفرت فرما دی اے آدم اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوت ج 5، ص 489)

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یَا آدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔ (زرقانی، ج 1 ص 62)

اے آدم اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمانوں

والوں اور زمین والوں کی بخشش کی دعا مانگتا تو ہم تمہاری شفاعت قبول فرماتے۔

(زرقانی، ج 1 ص 62)

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لئے میری ماں کے بعد میری والدہ کے قائم مقام تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اسامہ و ابو ایوب انصاری وعمر بن خطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے لحد تراش کر اس کی مٹی نکالی جب قبر تیار ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا اللہ زندہ کرتا ہے موت دیتا ہے خود وہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہ ہو گی۔ اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اس کو صحیح جواب سمجھا دے اور اس کی قبر کو فراخ کر دے میرے وسیلے سے اور پہلے انبیاء کے توسل سے تو ارحم الراحمین ہے اور فاطمہ بنت اسد پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی پھر لحد میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عباس اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتارا۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد ﷺ کا

(مجمع الزوائد ج 9 ص 256، طبرانی اوسط ج 1 ص 152)

ان دونوں احادیث سے پتہ چلا کہ انبیاء کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگنا یہ مسلک انبیاء ہے لہٰذا نبیوں کا صراط مستقیم یہی ہے جو نبی کے وسیلے سے روکتا ہے وہ صراط مستقیم سے روکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَاتَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ۝

اور تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

خیال رہے کہ تاکلون اور تدخرون مضارع ہے جس میں زمانہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال ہوتا ہے یا تو معنی یہ ہیں کہ جو تم سب لوگ کھا کر آؤ یا جو کچھ سال رواں کے لئے گندم وغیرہ جمع کرو وہ سب کچھ مجھ سے پوچھ لو یا ہر شخص عمر بھر جو کچھ کھائے گا یا جمع کرے گا آج ہی سب کچھ بتا سکتا ہوں یعنی ہر دانہ کے متعلق جانتا ہوں یہ کس کی قسمت کا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا وہ علم غیب بیان فرما رہے ہیں جو ان کو خدا نے عطا فرمایا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ انبیاء کرام کو علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب حضرت روح اللہ علیہ السلام کے علم کا یہ کمال ہے تو حضرت حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا کمال ہوگا۔ آیئے ذرا آپ کے علم پر دال چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ.

حضور ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہمیں ابتدائے آفرینش عالم سے خبر دینی شروع فرمائی یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ (بخاری شریف ج 1 ص 453)

حدیث نمبر 2.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ.

(مسلم شریف)

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک مقام پر قیام فرما ہوئے پس آپ نے وقت قیام سے قیام قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ کی خبر دے دی۔

حدیث نمبر 3.

مسلم شریف میں ہے کہ عمرو بن اخطب سے روایت ہے کہ رسول خدا نے صبح سے شام تک خطاب فرمایا ما سوائے اوقات صلوٰۃ۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

پس آپ نے ہر اس چیز کی خبر دے دی جو روز قیامت تک ہونے والی ہے۔

نوٹ:۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی احادیث کا تفصیلی

مطالعہ درکار ہو تو فقیر کی کتاب "کنز العلوم" کا مطالعہ فرمائیں جس میں فقیر نے دو سو احادیث نقل کی ہیں۔

ہم اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا ہے لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم ما کان وما یکون کلی طور پر تسلیم کرنا شرک ہے ان کے خیال میں خدا کے علم کے ساتھ برابری ہو جاتی ہے لیکن اس بات پر غور نہیں کرتے کہ خدا کا علم ذاتی ہے حضور کا عطائی ہے۔ خدا کا علم قدیم ہے حضور کا علم حادث ہے نیز یہ فرق بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بیضاوی کے حاشیہ میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائی ہیں۔ سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے۔ باقی قنادیل میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی البیضاوی ص 89)

لہٰذا قندیل واحد کا علم اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو خدا اور رسول کے علم میں برابری کیسے لازم آئے گی۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

ابھی تک انبیاء علیہم السلام کا صراط مستقیم بیان ہوا ہے اب صدیقوں کے سردار ابوبکر اور تین عظیم شہیدوں کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے یہ پڑھیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں، حضرت عمر و عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہید ہیں۔

دلیل اول:

حضرت علی المرتضٰی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں مجھے اللہ تعالیٰ وہ عزت واکرام عطا فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا ہوگا۔ پھر آواز آئے گی اپنے خلفاء کو قریب لاؤ میں کہوں گا وہ کون کہا جائے گا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میرے بعد میری امت میں سے صدیق اکبر قبر سے باہر آئیں گے ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اور آسان سا حساب ہوگا اور ان کو دو سبز حلے پہنائے جائیں گے۔ پھر آپ کو عرش کے سامنے کھڑا کیا جائے گا پھر پکارا جائے گا عمر بن خطاب کہاں ہیں۔ آپ کو اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا میں کہوں گا یہ کس نے کیا وہ کہیں گے مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے پھر ان کو خدا کی بارگاہ میں کھڑا کر کے آسان سا حساب لیا جائے گا پھر آپ کو بھی دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر حضرت عثمان کو اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون جاری ہوگا میں دریافت کروں گا یہ کس نے کیا وہ کہیں گے فلاں فلاں نے پھر آپ کو بھی خدا کی بارگاہ میں کھڑا کر کے آسان سا حساب لے کر دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس حال میں لایا جائے گا کہ آپ کے زخموں سے خون جاری ہوگا۔ میں پوچھوں گا اے علی یہ کس نے کیا وہ کہیں گے عبدالرحمن ابن ملجم نے پھر آپ کو بھی خدا کے حضور کھڑا کر کے آسان سا حساب لیا جائے گا اور دو سبز حلے پہنا کر عرش کے سامنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔

(کنزالعمال، ج 13 ص 233)

اس حدیث پر غور فرمائیں اس میں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے الصدیق کہا ہے۔

بھلا کون رتبے میں ہمسر نہ انکا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

(۲) اور باقی تین صحابہ یعنی فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس حال میں خدا کی بارگاہ میں لایا جائے گا کہ ان زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا اور جن لوگوں نے ان کو زخمی کر کے شہید کیا ان کے نام بتائیں گے معلوم ہوا یہ تینوں حضرات شہید ہیں۔

دلیل دوم:

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ایک کوفی آدمی نے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت عثمان شہید ہیں پولیس اس کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی اور کہا اگر آپ کی مخالفت نہ ہوتی تو ہم اس کو قتل کر دیتے۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔ اس آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اور آپ بھی گواہی دیں گے آپ کو یاد ہوگا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا آپ نے مجھے عطا فرما دیا پھر ابوبکر کے پاس جا کر ان سے مانگا۔ انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مانگا۔ انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مانگا انہوں نے بھی عطا کر دیا پھر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برکت کی دعا فرما دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

كَيْفَ لَا يُبَارِكُ وَقَدْ اَعْطَاكَ نَبِيٌّ وَّ صَدِيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ.

یہ تین مرتبہ فرمایا۔

(مسند ابی یعلی، ج 3 ص 177، مجمع الزوائد ج 9 ص 90)

اسی میں برکت کیوں نہ ہو گی یہ رقم تجھے نبی نے صدیق نے اور دو شہیدوں نے دی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور حضرت عمر و حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہم ہیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ان نفوس قدسیہ کا صراط مستقیم ان کا مسلک اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسلک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مؤذن کی اذان کی آواز سنی جب مؤذن نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو آپ نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّاوَّ بِالْاِ سْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا اور انگشتہائے شہادت کے پورے جانب باطن سے آنکھوں پر ملے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ فَعَلَ مِثْلُ مَافَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔

(مسند الفردوس)

جو ایسا کرے گا جیسا میرے پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ملا علی قاری نے فرمایا ہے۔

اِذَا ثَبَتَ رَفْعَهٗ اِلَى الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَيَكْفِيْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ.

جب صدیق کے فعل سے یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ بات عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اور میرے خلفاء کی سنت کولازم پکڑو۔

نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص موذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے۔

مَرْحَبًا بِحَبِيْبِىْ وَقُرَّةُ عَيْنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ وہ کبھی اندھا ہوگا نہ اس کی آنکھیں رکھنے آئیں گی۔ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ حدیث صدیق ضعیف ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

اَلضَّعِيْفُ يَعْمَلُ بِهٖ فِىْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ اِتِّفَاقًا یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔

ترمذی میں حدیث ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے بعد رومالی سے اعضاء مبارک صاف فرماتے تھے یہ حدیث ضعیف ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے گردن کا مسح والی حدیث ضعیف ہے۔

(موضوعات کبیر)

حدیث میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہس کہ چاند گہوارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ آپ جدھر انگلی کا اشارہ کرتے وہ ادھر ہی جھک جاتا تھا لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

خرقہ پوشی صوفیہ کرام اور یہ کہ حضرت حسن بصری نے امیر المومنین سے خرقہ پہنا۔ امام ابن الصلاح نے فرمایا یہ باطل ہے لیکن صوفیہ کرام میں یہ خرقہ

پوشی کی رسم چلی آ رہی ہے۔ ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ کر ایہ امید رکھنا کہ اس نے اپنی جان اللہ سے خرید لی ۔ یہ حدیث موضوع ہے لیکن اس پر دیابنہ اوراہل سنت کا عمل ہے۔

ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے لیکن علامہ ابن الحاج مکی نے بدھ کے روز ناخن کتروائے کسی نے کہا حدیث میں تو ممانعت آئی ہے فرمایا حدیث ضعیف ہے فوراً برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا تجھے اتنا ہی کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی ہے پھر نبی کریم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے جسم پر پھیرا شفایاب ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ.

میرے صحابی ہدایت کے ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے لیکن اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے۔

هٰذَا الْحَدِیْثُ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ مَقَالٌ عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ فَهُوَ صَحِیْحٌ عِنْدَ اَهْلِ الْکَشْفِ.

اس حدیث پر محدثین کو اعتراض ہے لیکن اہل کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ تمام بحث اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شہرۂ آفاق کتاب ''منیر العین'' سے لی گئی ہے۔ اب مقام غور ہے کہ جب اتنی ضعیف احادیث پر مخالفین اور موافقین عمل پیرا ہیں تو اذان کے وقت انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانے والی

حدیث زیادہ کیوں محسوس ہو رہی ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خداوند بزرگ و برتر نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بلا حساب جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا ہماری تعداد اور بڑھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائے اور لوگوں کو دکھائے ابوبکر نے پھر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری تعداد میں اور اضافہ فرما دیں۔ آپ نے پھر لپ بنا کر فرمایا اتنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا تعالیٰ ہمیں سب کو جنت میں داخل کر دے حضرت عصر نے کہا اگر خدا تمام مخلوق کو ایک مٹھی میں بھر کر یا ایک ہی مرتبہ داخل کرنا چاہے تو داخل کر سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ (مشکوۃ ج 3 ص 87)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ جتنے آدمیوں کو چاہیں بلا حساب داخل جنت کر سکتے ہیں کیونکہ خداوند قدوس نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔

امام ابن سبع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک بات یہ بیان فرمائی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ اَقْطَعَهٗ اَرْضَ الْجَنَّةِ يُعْطِي مِنْهَا مَاشَاءَ لِمَنْ شَاءَ

(مرقاۃ ج 2 ص 323)

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی زمین بطور جاگیر عطا فرما دی ہے اس میں سے

جس کو چاہیں جس قدر چاہیں عطا فرما دیں۔

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگ گیا آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اسی دوران آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیا اور کچھ لینا چاہا لیکن پھر رُک گئے۔ اختتام نماز پر صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا۔

اِنِّی رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَاo

میں نے جنت کو دیکھا میں اس میں سے خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

آپ نے خوشہ توڑنا چاہا لیکن بعد میں کسی خیال سے ایسا نہ کیا آپ کے اس قصد سے پتہ چلا کہ:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساتویں آسمان کے اوپر جنت کو دیکھا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنت کے مالک ہیں خدا کی عطا سے اگر مالک نہ ہوتے تو اس خوشہ کو توڑنے کا ارادہ نہ کرتے اس لئے کہ غیر کی ملکیت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔ مخالفین کے سرکردہ مولوی ابن تیمیہ نے لکھا۔

وَقَدْ اَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِی اَمْرِہٖ وَنَھْیِہٖ وَ اَخْبَارِہٖ وَبَیَانِہٖ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِی شَیْءٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ۔

(الصارم ص 41)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا قائم مقام بنایا ہے امر و نہی میں اخبار بیان میں لہٰذا یہ جائز ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ان امور میں سے کسی امر میں تفریق کی جائے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا تعالیٰ کے قائم مقام ہیں تو آپ کو خدا نے اختیار بھی ضرور دیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں جیسے کہ حضرت ربیعہ کو جنت میں اپنی مرافقت عطا فرمائی۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کا حکم دیا حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر ابوبکر سے کسی دن میرے لئے بازی لے جانا ممکن ہے تو وہ آج کا دن ہے میں کافی مال خرچ کر کے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے پوچھا گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا میں نے عرض کیا آدھا مال پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب کچھ لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے پوچھا ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے عرض کی۔

اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ میں نے ان کے لئے خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوڑا۔ (مشکوٰۃ ج3 ص240)

اس حدیث پر غور کریں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں گھر والوں کے لئے گھر میں خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوڑا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تو یہاں موجود ہوں مجھے گھر میں کیسے چھوڑ آئے ہو معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں چنانچہ خدا کا ارشاد ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ۔ ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا اور شاہد کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں۔ خدا فرماتا ہے جب کنوارہ لڑکا اور

کنواری لڑکی آپس میں بدکاری کا ارتکاب کرلیں تو:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ حاضر و ناظر ہو۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس کو پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا۔

اَفْتُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنَ.

میرے معاملے میں مجھے مشورہ دو میں نے کوئی قطعی فیصلہ کبھی نہیں کیا جب تک تم حاضر و ناظر نہ ہو جاؤ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کس مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں تو تفسیر مدارک میں ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ.

یعنی جس کے آپ رسول ہیں اس مخلوق پر آپ حاضر و ناظر ہیں اور آپ تو ساری مخلوق کے رسول بن کر آئے ہیں۔ مسلم شریف میں حدیث ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں جب ساری مخلوق کے رسول ہیں تو سب مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا

بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر تشریف لائے آپ پر جھک گئے آپ کو بوسہ دیا اور کہا:

بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ.

(بخاری ج 1 ص 95)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں خدا کی قسم اللہ آپ پر دو

موتوں کو جمع نہ فرمائے گا۔

دو موتیں کونسی ہیں ایک وہ ہے جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور دوسری موت قبر میں آتی ہے جب نکیرین کے سوالات کے جوابات دے دیئے جاتے ہیں۔ صدیق اکبر کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی موت تو آپ پر قانون قدرت کے مطابق طاری ہوگئی لیکن پھر قبر میں آپ پر موت طاری نہ ہوگی لہٰذا آپ اپنی قبر میں زندہ رہیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ خدا کا نبی اپنی قبر انور میں زندہ ہوتا ہے۔

معراج کی رات جب آپ کا شق صدر ہوا تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ کا قلب انور سینے سے باہر نکالا مگر آپ کی حیات میں فرق نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ زندگی کے لئے آپ دل کے محتاج نہیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو آپ اپنی حیات میں ہوا یعنی آکسیجن کے بھی محتاج نہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے اسی لئے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لئے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چاند سورج بلکہ عرش سے بھی اوپر گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہ تھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں دل اور ہوا کے محتاج نہیں آپ حیات کے لئے کھانے پینے کے بھی محتاج نہیں آپ نے صوم وصال رکھے جس میں نہ سحری نہ افطاری اور کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزار دیئے معراج کی رات آپ لامکاں تک پہنچے معلوم ہوا زندگی کے لئے مکان کے بھی محتاج نہیں سورج چوتھے آسمان پر ہے جس سے وقت کی گردش بنتی ہے۔ آپ وقت کی گردش سے باہر نکل گئے۔ معلوم ہوا آپ وقت کے بھی محتاج نہیں ہر چیز اپنے وجود میں ہر ذی روح اپنی

حیات میں زمان و مکان ہوا کھانے پینے کی محتاج ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کسی چیز کے محتاج نہیں۔

جب شق صدر ہوا تو دل باہر نکال دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ روح بھی باہر آ گئی کیونکہ انسانی روح کا مستقر انسان کا دل ہے اور یہ بات کسی نے نہیں لکھی کہ جب قلب انور سینے سے باہر نکالا گیا تو اس وقت آپ کی وفات ہو گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ زندگی کے لئے آپ روح کے بھی محتاج نہیں کیونکہ جس کا دل باہر نکالا جائے اور وہ زندہ رہے تو اگر اس کی روح باہر نکال دی جائے تو مردہ کیسے ہوسکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنی قبر انور میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لے جانا اور میرے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لینے کی غرض سے عرض کرنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیا آپ کے قریب انہیں دفن کر دیا جائے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں دفن کر دیا جائے ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے یارِ غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قرب میں دفن کر دیا جائے۔ انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت

مرحمت ہو تو ہم روضہ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں۔ صحابہ فرماتے ہیں اس وقت ہمیں ندا کی گئی انہیں عزت و اکرام کے ساتھ داخل کر دیا جائے ہم نے یہ کلام سنا مگر بولنے والا نظر نہ آیا۔ (خصائص کبریٰ ج 2 ص 281)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ کر پکارنا جائز ہے۔ نیز اس خطاب سے یہ بھی پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وفات کے بعد آپ کو اپنی قبر میں زندہ سمجھتے تھے کیونکہ اجازت زندوں سے لی جاتی ہے اور آپ کی قبر سے آواز آنا بھی قبر میں آپ کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۲) جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے روضۂ رسول پر لے جا کر کہنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی نے بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام نے آپ کے روضہ پر حاضر ہو کر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا تمام صحابہ کرام کا عقیدہ ہے۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ ﷺ
خدا کا کر لیا گویا نظارا یارسول اللہ ﷺ
لگا دو پار کشتی کو ہماری یارسول اللہ ﷺ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یارسول اللہ ﷺ

(۴) مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی صراط مستقیم ص 126 پر لکھا ہے کہ شیخ یا

اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر نبی کا خیال نماز میں آجائے تو وہ تعظیم کے ساتھ آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے۔ اب اس سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے واپس آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصلے پر کھڑے تھے نماز کی پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صف میں پہنچتے صحابہ تالیاں بجانا شروع کر دیتے حتیٰ کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی صف میں پہنچے تو پہلی صف میں موجود صحابہ بھی تالی بجانے لگے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پیچھے نہ ہٹو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے آگئے اور مصلیٰ خالی کر دیا جب نماز ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تم نے امامت کیوں چھوڑ دی عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال ہے کہ وہ محبوب خدا

کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرائے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی اور آپ کے لئے امامت کا مصلّٰی خالی کر دیا اگر آپ کی یہ تعظیم شرک ہوتی تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگاہ فرماتے اور اگر نماز میں شرک ہو جائے تو نماز تو ہوتی ہی نہیں۔ معلوم ہوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نماز کی حالت میں تعظیم رسول جائز ہے شرک نہیں اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں جھکا
سر خدا کے واسطے دل مصطفٰے کے واسطے

مسلک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

نمبر 1. خلافت فاروق اعظم میں ایک مرتبہ مدینہ میں قحط پڑ گیا اس سال کا نام عام الرمادہ یعنی جان و مال کی تباہی کا سال رکھا۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر عمرو بن العاص کو خط لکھا کہ یہ خط عمر بن خطاب کی طرف سے عمرو بن العاص کی طرف ہے سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو جب تو اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں۔

فَيَاغَوْثَاهُ فَيَا غَوْثَاهُ فَيَاغَوْثَاهُ.

ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد کو پہنچو۔

حضرت عمرو بن العاص نے جواب دیا یہ عرضی بندہ خدا امیر المومنین کو عمرو بن العاص کی طرف سے بعد سلام عرض ہے آپ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوں میں نے آپ کی خدمت میں وہ کارواں بھیجا ہے جس کا اول آپ کے پاس

ہو گا اور آخر میرے پاس اور آپ پر سلام ہو خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں حضرت عمرو بن العاص نے ایسا ہی غلے کا کارواں بھیجا مدینہ طیبہ سے مصر تک تمام منزلیں دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں آخری مصر میں تھا امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرما دیئے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بوجھ کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھاؤ اور کھال کے جوتے بناؤ جس کپڑے میں اناج بھرا ہے اس کا لحاف بناؤ یوں لوگوں کی مشکل رفع ہوئی۔ (صحیح ابن خزیمہ ج 4 ص 48)

اس حدیث پر غور کریں کہ امیر المومنین نے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص کو فریاد رس سمجھ کر اس سے فریاد کی اور ان کی مدد سے اہل مدینہ کی مشکل کو حل کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا کے برگزیدہ بندے مشکل کشا حاجت روا اور فریاد رس ہوتے ہیں۔

نمبر 2. ایک حدیث میں ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَ مَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَاتُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ. (بدائع الصنائع ج 1 ص 311)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر آ گئے اور انہوں نے دوسری دفعہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز جنازہ دھرائی نہیں جاتی مگر تم میت کے لئے دعا کر لو اور استغفار کر لو۔

معلوم ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد

میت کے لئے دعا مانگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ میت کیلئے دعا مانگنا جائز ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے بلکہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ فعل رسول مقبول ہے ملاحظہ ہو حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے اپنی بیٹی کی نماز جنازہ یوں پڑھی کہ:

فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَمَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُلَهَا وَيَدْعُوْ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔ (المستدرک ج 1 ص 340، سنن کبریٰ ج 4 ص 42)

اس پر چار تکبیریں کہیں پھر چوتھی تکبیر کے بعد دو تکبیروں کے وقفے کے برابر کھڑے رہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی اور دعا کی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

جو لوگ دعا بعد نماز جنازہ سے منع کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ هُوَالْعِبَادَةُ دعا عبادت ہے اور عبادت سے روکنا شیطان کا کام ہے۔

نمبر 3. حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ۔

(بخاری شریف ج 1 ص 453)

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں ابتدائے افرینش خلق سے خبر دینی شروع فرمائی یہاں تک کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے۔

فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ اَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِھَا اِلٰی اِنْتِھَائِھَا. (عمدۃ القاری ج7ص214)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام احوال کی خبر دے دی ابتدا سے انتہا تک۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کل مخلوقات کا علم غیب عطا فرمایا دیا۔

علوم اولین و آخرین کا کر دیا مالک
خدا نے عرش پر کی دھوم سے دعوت محمد کی

نمبر 4۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک لشکر نہاوند کی طرف بھیجا اور اس پر حضرت ساریہ کو امیر لشکر بنایا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکا یک آپ نے بلند آواز سے کہا۔ یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ اس واقعہ کے چند روز بعد لشکر سے ایک قاصد آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور ہم کو شکست دی ناگاہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلُ چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت پر لے لیا اور پھر خداوند تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔

جو ہے پردوں میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

(مشکوٰۃ ج3ص217)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رہ کر نہاوند میں جنگ کا نقشہ دیکھا حالانکہ نہاوند مدینہ طیبہ سے سولہ سو میل کے فاصلے پر تھا۔

(۲) آپ نے اتنی دور سے ساریہ کو آواز دے کر پکارا اور وہاں لشکریوں نے یہ آواز سن لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے برگزیدہ دور سے دیکھ بھی سکتے ہیں اور دور کی آواز سن بھی سکتے ہیں۔

نمبر 5. حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان بدر میں کافروں کی لاشوں پر آئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں:

هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّافَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُّ مَاوَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَكَلَّمُ اَجْسَادُ الاَ اَرْوَاحَ فِيْهَا قَالَ يَا عُمَرُ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعِ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا. (مسلم شریف)

کیا تم نے خدا اور اس کے رسول کے وعدے کو سچا پایا میں نے خدا کے وعدے کو سچا پا لیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ان بے جان جسموں سے بات کر رہے ہیں فرمایا اے عمر یہ میری بات کو تمہاری نسبت زیادہ سن رہے ہیں مگر ان میں جواب دینے کی طاقت نہیں۔

اس حدیث پتہ چلا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے یہ عقیدہ بن گیا کہ کافر بھی مرنے کے بعد سن سکتے ہیں یعنی سماع موتی کے آپ قائل تھے۔

اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر

مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانۃ کہہ کر پکارے بے شک وہ سنے گا لیکن جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ تیسری بار پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہ ہوگی اس وقت اسے کہو:

اُذْكُرْ مَاخَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةً اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكِرًا وَنَكِيْرًا يَاخُذُ كُلُّ اَحَدٍ مِّنْهُمَا بِيَدِهٖ صَاحِبَهٗ وَيَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَانَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لَقِنَ حُجَّتَهٗ. (مجمع الزوائد ج 2 ص 324)

ترجمہ: یاد کرو وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو نے اللہ کو پروردگار پسند کیا اسلام کو دین اور قرآن کو امام منکر نکیر ہر ایک کا پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

نمبر 6. حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلَاثٌ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (سنن کبریٰ ج 7 ص 334)

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو قبل از دخول طلاقیں دے دیں جب اس بات کا پتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چلا تو فرمایا تین طلاقیں ہوگئی ہیں اب یہ عورت اس پر حلال نہیں جب تک یہ حلالہ نہ کرائے۔

معلوم ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یکدم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں ایک حدیث اور سنیئے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت ہوئی اور ان کے بعد حضرت امام حسن خلیفہ بنے تو ان کی بیوی عائشہ بنت خلیفہ نے ان کو خلافت کی مبارکباد دی حضرت امام حسن نے فرمایا امیرالمومنین کی شہادت پر مبارک دے رہی جا تجھے طلاق ہے اس نے کپڑے سے پردہ کر لیا اور کہا یا اللہ میں نے تو بھلائی کا ارادہ کیا تھا حضرت امام حسن نے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار روپے بھیجے جب یہ رقم اس کے سامنے رکھی گئی اس نے کہا جدا ہونے والے محبوب کے مقابلے میں یہ مال بہت تھوڑا ہے یہ رقم لے جانے والے نے یہ بات اور عائشہ کا رونا حضرت امام حسن سے بیان کیا آپ نے فرمایا اگر میں نے طلاق مغلظہ نہ دی ہوتی تو میں رجوع کر لیتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو آدمی ہر طہر میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے یا ہر مہینے ایک طلاق دے یا یکدم تین طلاقیں دے۔

لَمْ تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

وہ اس پر حلال نہیں جب کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

(دارقطنی ج 4 ص 31)

مسلک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

اِشْتَرٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْجَنَّةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُوْمَةٍ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ.

(المستدرک ج 3 ص 107)

حضرت عثمان غنی نے دو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت خریدی بیئر رومہ خرید کر اور جیش عسرت کی امداد کر کے۔

بیئر رومہ کا واقعہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا بنی غفار میں سے ایک آدمی کے پاس بیئر رومہ نامی ایک شیریں چشمہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنتی چشمہ کے عوض فروخت کر دے عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اور میرے بچوں کی معاش اسی سے ہے مجھ میں طاقت نہیں یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ہزار روپے میں خرید لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَهٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّةِ اَنْ اَشْتَرَیْتُهَا قَالَ نَعَمْ.

جس طرح آپ اس شخص کو جنتی چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو مجھے بھی عطا فرمائیں گے فرمایا ہاں۔ (طبرانی کبیر ج 2 ص 41)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کا مالک سمجھ کر آپ سے جنت کا چشمہ خریدا معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ جنت کے مالک ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نمبر 1. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

لَمْ اَرٰی قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔ (مشکوٰۃ ص 517)

میں نے پہلے اور بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل دیکھا ہی نہیں

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل ہیں اور کوئی مخلوق ذات یا صفات میں آپ جیسی نہیں ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں مسلم شریف میں حدیث ہے۔

(۱) ایک مرتبہ آپ گھوڑی سے گر پڑے حتیٰ کہ آپ نے کچھ نمازیں بیٹھ کر پڑھائیں یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن معراج کی رات براق پر سوار تھے جس کا قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا اس قدر تیز رفتار سواری سے آپ گرے نہیں جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۲) غزوہ اُحد میں کافروں نے سنگ باری کی آپ کا ہونٹ زخمی ہوا خون نکلا یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں اور معراج کی رات شق صدر ہوا خون نہ نکلا جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آتی تھی جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن معراج کے سفر میں اٹھارہ سال لگ گئے۔ نیند نہیں آئی جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار بھی ہو جاتے تھے کیونکہ آپ خدا نہ تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیمار آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر شفایاب کر دیا جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۵) ایک مرتبہ آپ نے ایک یہودی سے قرض لیا جو بر وقت ادا نہ ہو سکا یہ اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن حضرت جابر بن عبداللہ کے کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے جس وجہ سے ان کا سارا قرض اتر گیا یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۶) بعض اوقات آپ کو سخت بھوک بھی لگتی تھی جو اشارہ تھا کہ آپ خدا نہیں

لیکن یوم وصال کے روزے بھی رکھتے تھے جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

(۷) آپ کو پیاس بھی لگتی تھی جو اشارہ تھا کہ میں خدا نہیں لیکن اپنی انگلیوں سے چشمے بہا کر لوگوں کو سیرات بھی کر دیتے تھے جو اس طرف اشارہ تھا کہ میں تم جیسا بھی نہیں۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

نمبر 2. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات مجھے اپنے سر انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت حیدر کرار فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن پہنا دیا گیا۔ میں سب سے پہلے جلدی سے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر دربار ہیں روضہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اُدْخُلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰی حَبِيْبِهٖ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَی الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ.

(خصائص کبریٰ ج 2 ص 282)

دوست کو دوست کے ہاں داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کر حضرت حیدر کرار نے نبی کی قبر انور پر کھڑے ہو کر عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' جو اس بات کا واضح ثبوت ہیکہ آپ کی وفات کے بعد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا جائز سمجھتے ہیں اور یہی آپ کا عقیدہ ہے۔

زمیں پر آ لگے خورشید محشر تو ہمیں کیا غم
ہمارے ہاتھ میں دامن تمہارا یارسول اللہ علیہ ﷺ

نمبر 3۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظور ہوتا تو نعم یعنی اچھا فرما دیتے اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے کسی کو لا یعنی نہ سے جواب نہ دیتے ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اس نے پھر سوال کیا آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی اس نے پھر سوال کیا آپ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا اے اعرابی جو تیرا دل چاہے مانگ لے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس اعرابی پر رشک ہوا ہم نے اپنے دل میں کہا اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا لیکن اعرابی نے کہا میں سواری کا اونٹ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زاد راہ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ذکر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ کو دریا اترنے کا حکم ہوا کنارہ دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ نے پھیر دیئے خود بخود واپس پلٹ آئے

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں سے کسی کو معلوم ہو تو بتا دو۔ انہوں نے کہا شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو۔ اس کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا اگر پتہ معلوم ہو تو بتا دو اس نے کہا ہاں معلوم ہے فرمایا تو بتا دو اس نے عرض کی:

لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی تُعْطِیْنِیْ مَا اَسْئَلُکَ.

خدا کی قسم نہ بتاؤں گی جب تک میرا سوال پورا نہ فرمائیں۔

آپ نے پوچھا تیرا سوال کیا ہے اس نے کہا:

فَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِی الدَّرَجَۃِ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِیْھَا فِی الْجَنَّۃِ.

میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجے میں جس میں آپ رہیں آپ نے فرمایا صرف جنت مانگ لے اس نے کہا نہیں میں تو آپ کی معیت مانگتی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰ جو یہ مانگتی ہے اسے عطا کر دو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کر دی۔ (طبرانی اوسط ج 8 ص 374)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ یہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا معلوم ہوا کہ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول خدا اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنت کے مالک و مختار ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ:

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"

بالکل ہی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

کیوں نہ امت پہ احساں احمد مختار کا ہے

وہ مالک خالق کونین کی سرکار کا

نمبر 4. حضرت سعید بن میسّب سے روایت ہے کہ ہم امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ مقابر مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولائے کائنات نے اہل قبر پر سلام پیش کیا اور فرمایا تم اپنی خبریں ہمیں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبریں دیں سعید بن میسّب فرماتے ہیں میں نے آواز سنی کسی نے حضرت علی کو سلام کا جواب دیا اور عرض کی یا امیر المومنین آپ بتایئے ہمارے بعد کیا گزری امیر المومنین نے فرمایا تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے تمہارے مال تقسیم ہو گئے اولاد یتیموں میں شمار ہوئی وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں تمہارے پاس کیا خبر ہے ایک مردے نے عرض کی کفن پھٹ گئے بال جھڑ گئے کھال پرزے پرزے ہوگئی آنکھ کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آ گئے نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی بہہ رہا ہے جو عمل آگے بھیجا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ (ابن عساکر ج 7 ص 344)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل قبور کو پکارنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آواز کو سنتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ سماع موتی کے قائل تھے۔

نمبر 5. ابوبکر ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر چار تکبیریں کہیں

یعنی نماز جنازہ پڑھی۔

ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی اَتَاہُ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ نَزَلَ بِکَ الْیَوْمَ فَاغْفِرْلَہٗ ذَنْبَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ۔

اے اللہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا آج تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے اس کے لئے اس کے تمام گناہ معاف فرما دے اور اس کی قبر کو فراخ کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دعا بعد نماز جنازہ کو جائز سمجھتے ہیں اگر یہ دعا ان کے نزدیک جائز نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی یہ دعا نہ مانگتے۔

صالحین

اب کچھ مشاہیر اور اکابرین صالحین کا صراط مستقیم اور مسلک بیان کیا جائے گا۔

نمبر 1. حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ:

آپ کا ارشاد ہے۔

لَوْ لَا لِجَامُ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ لَاَ خْبَرْتُکُمْ بِمَاتَاْ کُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ۔

اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہوتو جو کچھ تم گھروں میں کھاتے یا مرتے دم کھاؤ گے جو بچاتے یا مرتے دم تک بچاؤ گے میں تمہیں اس کی خبر دے دوں۔ (بہجۃ الاسرار ص 24)

معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ولیوں کو بھی کچھ علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔

نمبر 2. خواجہ محمد عثمان ساکن موسیٰ زئی:

مولوی حسین علی واں بھچراں جو مرید تھا خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی کا اور ان کی خدمت میں موجود تھا خواجہ صاحب نے ایک مرتبہ مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اولیاء الله همه می دانند ولکن مامور به اظهار نیستند.

(فوائد عثمانیہ ص 134)

اللہ کے ولی تمام اشیاء کو جانتے ہیں لیکن ان کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوتا۔

نمبر 3. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الانتباہ باب اشغال میں لکھا ہے۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لله.

ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے۔

نمبر 4. خواجہ معین الدین چشتی:

آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

عارفاں را مرتبہ ایست کہ چو بآں رسند جملگی عالم و آنچه در عالم است میان دو انگشت خود به بینند.

(اخبار الاخیار ص 23)

عارفوں کیلئے ایک مرتبہ ہوتا ہے جب اس تک رسائی حاصل کر لیں تو تمام جہان کو اور جو کچھ اس میں ہے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھ لیتے ہیں۔

نمبر ۵. حضرت مجدد الف ثانی:

آپ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

چوں وجود آں سرور علیہ السلام از عالم ممکنات

نباشد بلکہ فوق ایں باشد ناچار اورا سایہ نبود

(مکتوبات ج 3 ص 100)

چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے ارفع امکان سے پیدا کئے گئے ہیں اس بنا پر آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہ تھا۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا

سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ سایا تھا

صراط مستقیم پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا اب سنئے کہ انسان کا ازلی دشمن شیطان پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکے کیونکہ اس خبیث نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔

قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَا قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ٥

یعنی میں ان کے صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور ان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکوں گا۔ معلوم ہوا صراط مستقیم سے روکنا شیطان کا کام ہے۔

اب سنئے کہ انسانوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

آیت نمبر 1.

ایک مرتبہ اہل فارس نے قریش مکہ کو کہلا بھیجا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کہ جو جانور تم اپنی چھری سے ذبح کرتے ہو وہ حلال جانتے ہو اور

جس جانور کو خدا مار دے اس کو حرام جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے خدا نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَائِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ

بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تا کہ تم سے جھگڑا کریں۔ (ابن کثیر ج 8 ص 10)

یہاں پر اہل فارس کو شیطان کہا گیا۔

آیت نمبر 2.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذَالِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ.

اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے انسان اور جن شیطانوں سے۔

آیت نمبر 3.

خدا فرماتا ہے۔

وَاِذَا لَقُوْا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قَالُوْ آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ٥

اور جب (منافق) ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کرتے تھے۔

اس آیت میں یہودیوں یا منافقوں کو شیطان کہا گیا ہے۔

آیت نمبر 4.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

ترجمہ: جن اور انسان شیطان کے وسوسے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

چار آیتیں پیش کی ہیں تو چار احادیث بھی سن لیں۔

حدیث نمبر 1.

ایک منافق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی الشَّیْطَانِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی نَبِیْلِ ابْنِ الْحَارِثِ.

(جلوہ جاناں، ج 2 ص 186)

جو شیطان کو دیکھنا چاہتا ہے وہ نبیل بن حارث کو دیکھ لے۔

حدیث نمبر 2.

ایک دن حضور نے حضرت ابوذر غفاری سے فرمایا کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے عرض کی نہیں فرمایا اُٹھو دو رکعت نماز پڑھ لو۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں آپ کے قریب نماز پڑھنے لگا آپ نے فرمایا کیا تم نے شیاطین جن وانس سے تعوذ کرلیا ہے میں نے عرض کی یارسول انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں فرمایا ہاں یہ جن شیطانوں سے زیادہ شر انگیز ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر، ج 8 ص 3)

حدیث نمبر 3.

حضرت ابوسعید خدری سترہ لگا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ بنی معیط کا ایک جوان ان کے آگے سے گزرنے لگا آپ نے اسے ہاتھ سے روکا وہ پھر گزرنے لگا آپ نے اسے سختی سے روکا اس نے مروان سے شکایت کی مروان نے ابوسعید سے پوچھا آپ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

جوکوئی نمازی کے آگے سے گزرے اُسے رُوک دو۔

فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ۔ (مسند ابی یعلیٰ ج 2 ص 435)

اگر وہ نہ مانے تو اس کے ساتھ لڑو وہ شیطان ہے۔

حدیث نمبر 4.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ہم نے ایک آواز سنی پھر بچوں کا شوروغل سنائی دیا یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے اور باہر تشریف لے جا کر دیکھا تو ایک حبشی عورت اچھل کود رہی تھی اور بچے اس کے گرد جمع تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ آؤ تم بھی دیکھو چنانچہ میں آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر اپنی ٹھوڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔ تھوری دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ ابھی جی نہیں بھرا پھر تھوڑی دیر کے بعد یہی فرمایا میں نے کہا نہیں اس سے میرا منشا یہ تھا کہ میں یہ دیکھوں آپ کے دل میں میری کتنی محبت ہے اتنے میں حضرت عمر آ گئے تو لوگ منتشر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ.

(مشکوٰۃ ج 3 ص 245)

پس چار آیات چار احادیث سے ثابت ہوا کہ انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔

توسل نبی کا علم غیب نبی کا اور نبی کا حاضر و ناظر ہونا نبی کا اختیار حیات النبی مسئلہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماع موتی دعا بعد نماز جنازہ مجلس

واحدہ میں تین طلاقیں ہی واقعہ ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے مالک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثال ہیں نیز اولیاء کی نگاہ کی وسعت علم غیب جاننا یہ تمام وہ مسائل ہیں جن پر خدا کے انعام یافتہ گروہوں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کا عمل رہا اور یہی صراط مستقیم ہے لہٰذا جو لوگ ان مسائل سے روکتے ہیں وہ انسانوں کے شیطان ہیں ان سے بچنا چاہیے یہ لوگ جن شیطانوں کی نسبت زیادہ شرانگیز ہوتے ہیں۔

عرس شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرس شریف کے بعض اہم اجزاء مندرجہ ذیل ہیں جن کا ثبوت شریعت مطہرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) زیارت قبور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تَذْكِرُكُمُ الْمَوْتَ.

(مسلم شریف ج1، ص314)

قبروں کی زیارت کرو یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا.

(مسلم شریف ج1 ص285)

میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا پس تم ان کی زیارت کیا کرو۔

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

اِنَّ سَیَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ رُؤُسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءِ وَالْاَرْبَعَةِ هٰكَذَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥

(کبیر ج5 ص200)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شہداء کی قبور کی طرف تشریف

لے جاتے اور خلفاء اربعہ بھی ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔

سید محمد علی نبیرہ سید احمد بریلوی پیرو مرشد مولوی اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کی زبانی یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

ہمارا قافلہ وادیٔ سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب فروکش ہوا اتفاق سے کھانے پینے کی کوئی شے دستیاب نہ ہوسکی ہر شخص کے پاس روٹی کی طلب، میں دوڑا لیکن ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لاچار اور مجبور ہو کر مزار مبارک کی زیارت کے لئے حجرہ مبارک میں حاضر ہوا اور گداگر کے انداز میں صدا دی اور عرض کیا اے میری بزرگ ترین نانی جان میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنائت فرمائیں اور مجھے اپنے الطاف کریمانہ سے محروم نہ کریں۔ اسی وقت سلام پیش کیا سورہ اخلاص پڑھ کر اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح پر فتوح کو پہنچایا اس وقت بیٹھے ہوئے میں نے اپنا سر آپ کے مزار مبارک پر رکھا ہوا تھا کہ اچانک رزاق مطلق اور دانائے برحق کی طرف سے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھ پر گرے۔ عجب معاملہ یہ تھا کہ وہ سردی کے دن تھے اور کسی جگہ بھی تازہ انگور دستیاب نہ تھے میں حیرت زدہ ہو گیا اور ان دو میں سے ایک خوشہ وہیں بیٹھے کھا لیا پھر حجرہ مبارک سے باہر آ گیا اور دوسرے خوشہ سے ایک ایک دانہ سب رفقاء میں تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(مخزن احمدی ص 90)

(۱) مزار پر فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔

(۲) مزار والے سے مدد مانگنا جائز ہے سید احمد نے کہا اے نانی مجھے کچھ کھانے کے لئے دو۔

(۳) وفات یافتہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

مولوی معین الدین صاحب، حضرت مولانا یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام آجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالواؤں تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک مرتبہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بڑے تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔ (حکایات اولیاء ص 375)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) جب مولوی یعقوب اپنی قبر میں زندہ تھے تبھی تو صاحبزادہ نے خطاب کیا تو پھر اللہ والے بھی مرتے نہیں لہٰذا حضور غوث اعظم، داتا صاحب اور خواجہ معین الدین چشتی جیسے عظیم بزرگ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۲) جس صاحب قبر سے کوئی فائدہ ہوتا ہو اس کی قبر کی زیارت عوام الناس کا وطیرہ ہے۔

(۳) مولوی یعقوب کا کتنا بڑا اختیار تھا کہ قبر کی مٹی میں قوت شفا پیدا کر دی اور صاحبزادہ کے ناراض ہونے پر یہ سلب کر لی لیکن نبی اور حضرت کے بارے میں ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ چیز کا

مختار نہیں۔

(۴) لوگ مولوی یعقوب کی قبر پر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے جاتے تھے کسی دیوبندی کے مزاج پر یہ بات گراں نہیں گزری لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کی قبور پر جانے سے مشکل حل ہوتی ہے، شرک کی مشینیں چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ایک شخص (حضرت بلال ابن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْهَلَكُوْا ○

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 32)

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔

(۲) مشکل کشائی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جانا بھی صحابہ کرام کی سنت ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کے علم دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ بارش کب ہو گی۔

(۴) قبر شریف کی زیارت اور اس سے فیض حاصل کرنا بھی صحابہ کی سنت ہے۔

(2) زیارت صالحین:

حدیث نمبر 1. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ. (مشکوٰۃ ص 426)

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت ان کے لئے واجب ہو گئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشی کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 2. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ''بے شک جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالا خانے ہیں ان کے دروازے کھلے ہیں روشن ستارے کی مانند چمکتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کی ان میں کون بسیں گے آپ نے فرمایا۔

اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَلاقُوْنَ فِی اللّٰہِ.

(مشکوٰۃ ص 427)

جو اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 3۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمِیْنَ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَلَھُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا

جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص 401)

حدیث نمبر 4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی گاؤں میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے گیا خدا تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ اس فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے اس کے ساتھ ملاقات کا ارادہ ہے فرشتے نے اس آدمی سے کہا کیا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے کہا نہیں صرف میں اس سے مُحبت کرتا ہوں فرشتے نے کہا۔

فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ. (شعب الایمان ج 6 ص 488)

میں تیرے خدا کا فرستادہ ہوں خدا تعالیٰ تجھ سے اس طرح محبت کرتا ہے جس طرح تو اپنے اس بھائی سے محبت کرتا ہے۔

حدیث نمبر 5۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورزین سے فرمایا۔

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ۔ (شعب الایمان ج 6 ص 493)

جب آدمی اپنے گھر سے اپنی بھائی کی زیارت کے لئے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں جو اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 6۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! سنو، سمجھو اور

جان لو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نبی اور شہید نہیں لیکن نبی اور شہید ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے ان پر رشک کر رہے ہوں گے۔ وہ مختلف علاقوں اور قبیلوں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے ان میں باہمی کوئی رشتہ داری نہ ہوگی وہ خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور خدا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہوں گے خدا قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر بچھائے گا وہ ان پر بیٹھیں گے ان کا لباس نور کا ہوگا ان کے چہرے نورانی ہوں گے جب لوگوں کو خوف بپہ گھبراہٹ ہوگی تو ان پر کوئی خوف اور گھبراہٹ نہ ہوگی وہی لوگ اللہ کے ولی ہوں گے جن پر کوئی خوف وغم نہ ہوگا۔

(کنزالعمال ج9 ص15)

(3) کھانا کھلانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ٥

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکینوں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو۔

حدیث نمبر1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَطْعَمَ مُسْلِمًا جَائِعًا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّتِ.

(حلیہ ج8 ص134)

جس نے بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا خدا اسے جنتی پھل کھلائے گا۔

حدیث نمبر2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ مَلَائِكَتَهٗ بِالَّذِيْنَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ مِنْ عَبِيْدِهٖ.(الترغیب ج2ص48)

بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے جو اس کے بندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حدیث نمبر 3. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں اہل جنت کے چوبارے کی خبر نہ دوں ہم نے عرض کی ہاں ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں فرمایا جنت میں ایک چوبارہ ہے جواہرات سے بنا ہوا ہے اس کے مختلف رنگ ہیں اس کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے اور اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں صحابہ نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں وہ چوبارہ کن کے لئے ہے؟ فرمایا۔

لِمَنْ اَفْشَی السَّلَامَ دَوَامَ الصِّیَامَ وَاَطْعَمَ وَصَلّٰی وَالنَّاسُ نِیَامٌ.

(تاریخ بغداد ج 4 ص 178)

جو سلام عام کرے روزوں پر دوام کرے کھانا کھلائے اور جب لوگ نیند میں ہوں تو رات کو نماز ادا کرے۔

(4) کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا:

حدیث نمبر 1. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد قرض چھوڑ کر شہید ہو گئے میں نے تمام قرض خواہوں پر یہ بات پیش کی کہ تمام تازہ کھجوریں تمام قرضوں کے بدلے لے لیں۔ انہوں نے انکار کیا ان کو کھجوریں کم معلوم ہوئیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے فرمایا جب کھجوروں کو کاٹ کر تھلیان میں رکھ لو تو مجھے اطلاع کر

دینا میں نے اطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوروں پر بیٹھ گئے اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا قرضداروں کو بلا کر پورا پورا ادا کر دو تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا اور تیرہ وسن کھجوریں بچ گئیں۔ کلمات استدلالیہ یہ ہے۔

فَجَلَسَ عَلَیْهِ فَدَعَا بِالْبَرْکَةِ ۔ (بخاری ج1 ص374)

آپ کھجوروں پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی۔

حدیث نمبر 2. حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو میری والدہ (ام سلیم) نے کچھ کھانا بطور تحفہ و ہدیہ پکایا اور میرے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنا اور عرض کرنا اس موقع پر یہی کچھ حاضر تھا اسے قبول فرمالیں میں وہ کھانا لے کر آپ کے پاس پہنچا اور والدہ کا سلام و پیام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اے انس اسے رکھدو اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ میں بلاتا گیا وہ تین سو آدمی ہو گئے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔

وَتَکَلَّمَ بِمَاشَاءَ اور جو کلام چاہا پڑھا۔

بس وہ کھانا اس قدر برکت والا ہو گیا کہ لوگ شکم سیر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جو باقی بچا وہ لے جاؤ جب اس بقیہ کھانے کو دیکھا تو اندازہ نہ کر سکا کہ جو لایا تھا وہ زیادہ تھا یا یہ زیادہ ہے۔

(طبرانی اوسط ج2 ص281، مشکوٰۃ ص539)

حدیث نمبر 3. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

غزوہ تبوک میں لشکر کو بھوک نے بہت ستایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لشکر اسلام سے بچا ہوا کھانا منگوا کر دعائے برکت فرمایئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسترخوان بچھوا کر کھانا منگوایا صحابہ کرام میں سے کوئی مٹھی بھر کھجوریں کوئی روٹی کا ٹکڑا اور کوئی باقلا وغیرہ غرض جو کچھ کسی کے پاس بچا کھچا تھا وہ لایا اور دسترخوان پر کچھ تھوڑی سی چیزیں جمع ہوگئیں۔ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْبَرْكَةِ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔

(مشکوۃ ص538)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ کلام پڑھنا اور دعا مانگنا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لہٰذا کھانا سامنے رکھ کر جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو یقیناً شفاء اور رحمت کا اثر ظاہر ہوگا۔ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ حَاتِمٍ عَنْ لَيْثٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ شِفَاءٌ مِنَ السِّحْرِ تَقْرَأُ عَلٰى اِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ. (الاتقان ج 2 ص146)

لیث کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیات جادو سے شفا دیتی ہیں ان کو برتن میں پانی ڈال کر اس پر پڑھا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ کھانے اور پانی کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث پڑھنا جائز ہے ناجائز نہیں۔

(5) وعظ کرنا:

وعظ وتقریر کی ترغیب وتوصیف کے لئے چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

آیت نمبر 1. وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آیت نمبر 2. خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ○

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو وعظ کرو وعظ مومنوں کو فائدہ دے گا۔

آیت نمبر 3. خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

آیت نمبر 4. كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو تم لوگ نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو۔

احادیث:

حدیث نمبر 1. حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ رَای مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِo

(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

جو آدمی کسی ناجائز کام کو ہوتے دیکھے اگر اس پر طاقت ہو تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو پھر اس کو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

عرس کی محفل میں صاحب عرس سے متعلقہ علماء کرام تشریف لاتے ہیں مختلف موضوعات پر وعظ ہوتے ہیں لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہوتی ہے کتنے ہی فاسق و فاجر اور صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث لوگ راہ راست پر آجاتے ہیں گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں تہجد گزار بن جاتے شکل و صورت اور لباس میں اسلام کی جھلک آنے لگ جاتی ہے صوم و صلوٰۃ کی پابندی ہونے لگتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف راغب ہو کر اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کر لیتے ہیں۔ فقراء کے عرس پر سادگی کا درس ملتا ہے جو مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔

(6) ایصالِ ثواب:

عبادت کی تین اقسام ہیں۔

(۱) بدنی عبادت مثلاً تلاوت قرآن، تسبیح، تہلیل، دعا، استغفار، نماز، روزہ، درود شریف وغیرہ۔

(۲) مالی عبادت مثلاً زکوٰۃ صدقات اور خیرات وغیرہ۔

(۳) مرکب عبادت مثلاً حج عمرہ اور قربانی غلام آزاد کرنا وغیرہ۔

بدنی عبادت کا تعلق بدن سے ہوتا ہے مالی عبادت کا تعلق مال سے ہوتا ہے اور مرکب عبادت کا تعلق بدن اور مال دونوں سے ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی عبادت بھی بندہ مومن کرے تو خدا تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ مومن اس عبادت کا ثواب کسی وفات یافتہ کو پہنچائے تو وہ ثواب اس تک پہنچتا ہے اور اس ثواب کا فائدہ بھی اس وفات یافتہ کو ہوتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

بدنی عبادت:

تلاوت قرآن: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ کر کہے اے اللہ جو کچھ میں نے تیرے کلام میں سے پڑھا اس کا ثواب میں نے ان مومنین اہل قبور اور مومنات کو بخشا تو وہ تمام اہل قبور خدا کی بارگاہ میں اس کی سفارش کرتے ہیں۔ (شرح الصدور ص 123)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں پر گزرا اور اس نے سورہ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا اور اس کا ثواب تمام مردوں کو بخشا تو اس کو سب مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ہو گا۔ (شرح الصدور، ص 123)

حضرت حماد مکی فرماتے ہیں ایک رات میں مکہ مکرمہ کے قبرستان گیا اور وہیں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا خواب میں میں نے دیکھا کہ اہل قبور حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہمارے ایک مسلمان بھائی نے سورہ اخلاص شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا جس کو ہم ایک سال سے بانٹ رہے ہیں۔ (شرح الصدور، ص 123)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ اور آخری تینوں قل پڑھو اور ان کا ثواب تمام اہل قبور کو پہنچاؤ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔ (شرح الصدور، ص 123)

اسی عقیدے اور نظریے کے مطابق عامۃ الناس مسلمان اکابر اور رجلہ اولیاء کرام کے مزارات پر جا کر قرآن کی تلاوت کر کے اس کا ثواب صاحب مزار کو پہنچاتے ہیں چنانچہ حضور داتا صاحب کے مزار اقدس پر دن رات تلاوت کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

ارے میکساروں سویرے سویرے
خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے
ذرا اس طرف کو، تم آ کر تو دیکھو
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

تسبیح:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ان کو قبر میں اتارا اور ان پر مٹی ڈال دی بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر اور تسبیح پڑھی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا دیر تک پڑھتے رہے۔

قِیْلَ یَارَسُوْلُ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرَہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَنْہُ۔ (مشکوٰۃ، ص 26)

کسی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تسبیح وتکبیر

کیوں پڑھی فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی (ہماری تسبیح و تکبیر کے سبب سے) اللہ نے اس کو فراخ کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے اور فرمایا ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کے دو حصے کر لئے اور دونوں قبروں پر گاڑ دیئے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا ہے فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (مشکوٰۃ ص 42)

اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عالم برزخ کا حال پوشیدہ نہیں۔

(۲) اہل قبور اپنی زندگی میں جن گناہوں کا ارتکاب کر کے گرفتار عذاب ہوئے تھے آپ کو ان کا بھی علم تھا۔

(۳) آپ نے تر شاخیں قبروں پر رکھ کر ان کو تخفیف عذاب کا باعث قرار دیا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب صرف وہ شاخیں تھیں یا کچھ اور اگر صرف شاخوں کو قرار دیا جائے تو سوکھنے کے بعد بھی شاخوں کا قبر پر ہونا باعث تخفیف عذاب ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں معلوم ہوا عذاب کی کمی کا سبب وہ شاخیں نہیں بلکہ ان کی وہ تسبیح ہے جو وہ پڑھتی ہیں کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہو جاتی ہے لہٰذا ثابت ہوا تخفیف عذاب کا سبب شاخوں کی تسبیح تھی جب شاخوں کی تسبیح باعث تخفیفِ عذاب قبر ہے تو

بندوں کی تسبیح یقیناً باعث تخفیف عذاب قبر ہے اور چونکہ قرآن کی تلاوت شاخ کی تسبیح سے زیادہ باعث تخفیف عذاب قبر۔ ہے لٰہذا صاحب مزار کے لئے قرآن پڑھ کراس کی روح کو ایصال ثواب کرنا مستحب ہے۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے فقیر نے گیارہ فائدے نکالے ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب ''خطباتِ صدیقیہ حصہ اول'' ملاحظہ فرمائیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بندۂ مومن کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ تو نے ہمیں اپنے بندہ پر مقرر فرمایا تھا ہم اس کے اعمال لکھتے رہے اب تو نے اس بندے کو وفات دے دی ہے اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح بیان کر رہے ہیں وہ عرض کرتے ہیں ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے زمین بھی میری تسبیح بیان کرنے والی مخلوق سے بھری پڑی ہے تم یوں کرو کہ اس بندے کی قبر پر کھڑے ہو کر تسبیح وتہلیل اور تکبیر بیان کرو اور قیامت تک اسی میں مصروف رہو اور اس کا ثواب اس بندۂ مومن کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو۔

توشۂ اعمال اپنے ساتھ لے جاؤ اجی
کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

(شعب الایمان، ج 7 ص 184، شرح الصدور، ص 126)

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر کوئی آئے یا نہ آئے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات جب میں

سدرۃ المنتہیٰ پہنچا تو مجھے نور نے ہر طرف سے اپنے اندر لے لیا اور جبریل مجھ سے جدا ہو گئے میں نے کہا اے جبریل مجھے ایسے حال میں چھوڑ رہے ہو جبکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مقام قاب قوسین پر فائز ہونے والے ہیں جہاں کسی مقرب فرشتے اور رسول کی رسائی نہیں اتنے میں ایک فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح بیان فرما رہا ہے میں نے سنا خدا فرما رہا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَعْظَمُ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو یہ تسبیح پڑھے اس کو کیا ملے گا۔ فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اس کی روح قبض نہ ہوگی جب تک وہ اپنا جنتی ٹھکانا نہ دیکھ لے اور فرشتے زمین و آسمان کے درمیان صف بستہ اس پر درود بھیجتے ہیں اور ہر چیز تمام عمر اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہے۔

فَاِذَا مَاتَ وَکَّلَ اللّٰہُ بِقَبْرِہٖ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ وَیُعَظِّمُوْنَ اللّٰہَ وَیُھَلِّلُوْنَ اللّٰہَ وَیُکَبِّرُوْنَ اللّٰہَ کُلَّمَا فَعَلُوْا مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا کَانَ لَہٗ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ قَبْرٍ خَرَجَ آمِنًا مُطْمِئِنًّا لَا یَحْزِنُہُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُo (تاریخ بغداد ج 5 ص 13)

جب وہ مرجائے گا اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا جو خدا کی تسبیح پڑھیں گے اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں گے تکبیر کہیں گے اور اس کا ثواب صاحب قبر کے نامہ اعمال میں لکھیں گے جب وہ اپنی قبر سے نکلے گا تو امن میں ہوگا اسے اطمینان ہوگا اور اس کو فزع اکبر کا غم نہ ہوگا۔

دعا:

حدیث میں آیا ہے۔ اَلدُّعَاءُ هُوَالْعِبَادَةُ۔ (ابوداؤد شریف)
دعا عبادت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةُ ۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔

خدا فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔

وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کے اس مبارک فعل کو بطور استحسان وتعریف کے بیان فرمارہا ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان جہاں اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں وہاں اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعا مغفرت کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب ثابت ہو چکا کہ دعا عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے تو معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے یہ نہ مانا جائے تو پھر مسلمانوں کا اپنے وفات یافتہ بھائیوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا فضول اور لغو قرار پائے گا اور پھر یہ کہنا پڑے گا کہ قرآن معاذ اللہ فضول کاموں کو بطور تعریف بیان کرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ زندہ مسلمانوں کا مردہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت مردوں کی مغفرت اور رفع درجات کا موجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر بھی کیا ہے خدا فرماتا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ٥

اے ہمارے پروردگار مجھے میرے والدین کو اور مومنوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا یعنی عبادت سے اپنے والدین اور مومنوں کو فائدہ پہنچایا۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردہ کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف اس کو دعا پہنچے اور جب کسی کی دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیا ومافیہا سے محبوب ہوتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔ (مشکوٰۃ ص 559)

حضرت بشار بن غالب فرماتے ہیں کہ میں رابعہ کے لئے بہت دعائیں کیا کرتا تھا ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا انہوں نے کہا اے بشار تمہارے (دعاؤں کے) تحفے نور کے طبق میں رکھ ریشمی رومالوں سے ڈھکے ہوئے ہمارے پاس لائے جاتے ہیں میں نے کہا وہ کیسے رابعہ نے کہا جب زندہ مومنین مردوں کے لئے دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول ہوتی ہے اور اسے نور کے طبق میں رکھ کر اوپر سے ریشمی رومال سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور مردہ سے کہا جاتا ہے یہ فلاں کی طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔ (شعب الایمان ج 7 ص 17)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَايُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔ (شعب الایمان ج 7 ص 5)

جب کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جاتا اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں جو شرک نہیں کرتے اللہ ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرما لیتا ہے۔

نماز جنازہ مغفرت کی دعا ہے جب جنازہ پڑھنے والے اس میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو ان کی دعا کا فائدہ مرنے والے کو یہ ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

ہم اولیاء کرام کے عرسوں پر جا کر ان مقبولان بارگاہ الٰہی کے لئے دعا کرتے ہیں اور خدا کے صالح بندے کے لئے دعا ترقی درجات کا موجب بنتی ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں نیز یہ اولیاء کرام خدا کے محبوب ہوتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ۔ میرا بندہ بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل کر کے میرا محبوب بن جاتا ہے اور خدا کی رضا و خوشی ولی کامل کی رضا مندی اور خوشی میں مضمر ہے دلیل سنئے۔

صحابہ کرام اپنے ہدیے اور تحفے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرنے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو سبھی اپنے ہدیے اور تحفے بھیجتے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عمر کے اس حصے میں ازدواجی تعلقات کی خواہش نہیں صرف یہ چاہتی ہوں کہ

قیامت کے روز آپ کی زوجہ کی حیثیت سے میرا حشر ہو میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتی ہوں۔ حضرات صحابہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی غرض یہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خوش ہو جائیں گی تو اللہ کا رسول خوش ہو جائے گا اولیاء کرام کے لئے ہماری دعا کی غرض بھی یہ ہوتی ہے یہ محبوبانِ بارگاہ خداوندی خوش ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہو جائے گا۔

تہلیل:

ایک بزرگ حاجی حبیب صاحب جو سفر و حضر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھا اور آپ کی ملک میں دیا کہ اس کا ثواب آپ کی ملک میں دیتا ہوں آپ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور دعا مانگی دوسرے روز فرمایا کہ جس وقت میں نے دعا مانگی اس کلمہ کے ثواب کو لینے کے لئے اتنے فرشتے آئے کہ پاؤں رکھنے کو جگہ نہ تھی اور اس ختم نے مجھے بڑی مدد دی پھر آپ نے فرمایا ہزار دانے کی ایک تسبیح تیار کی جائے پھر آپ اس تسبیح سے کلمہ طیبہ پڑھا کرتے اور جمعرات ایک ہزار مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے تمام مریدین کی موجودگی میں آپ نماز تہجد کے بعد پانچ سو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا کرتے اور اپنی وفات یافتہ اولاد یعنی محمد عیسیٰ، محمد فرخ اور ام کلثوم کی روحوں کو اس کا ثواب ایصال کیا کرتے اور اب یہ حال ہو گیا کہ تہجد کے وقت محمد عیسیٰ کی روح آتی ہے اور مجھے بیدار کرتی ہے اور بعد ازاں جا کر محمد فرخ اور اپنی بہن ام کلثوم کو بلا کر لاتی ہے کہ والد صاحب بیدار ہو

چکے ہیں میں وضو کر کے نماز تہجد پڑھتا ہوں اور کلمہ شریف کا ختم شریف پڑھتا ہوں۔ وہ تینوں کی روحیں میرے ارد گرد بیٹھ جاتی ہیں اور کلمہ کا ثواب میں ان کو بخش دیتا ہوں تو وہ چلی جاتی ہیں۔ (حضرات القدس، ص 95)

ایک جگہ مکتوبات شریف میں آپ فرماتے ہیں۔

یاور اور دوستوں سے کہہ دیں کہ ستر ہزار مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ مرجومی خواجہ محمد صادق کی روحانیت کے لئے اور ستر ہزار مرتبہ ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روحانیت کے پڑھیں اور ستر ہزار کلمہ کا ثواب ایک کے لئے اور ستر ہزار کلمہ کا ثواب دوسرے کے لئے اور دوستوں سے فاتحہ اور دعا کی التماس ہے۔

(مکتوبات شریف)

شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ بَلَغَنِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سَبْعِیْنَ اَلْفًاغُفِرَلَہٗ وَمَنْ قِیْلَ لَہٗ غُفِرَلَہٗ.

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو آدمی ستر ہزار مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور جس کے لئے پڑھا اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اتنی تعداد میں کلمہ پڑھا ہوا تھا ایک دعوت میں اپنے احباب کے ساتھ حاضر ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جو اپنے کشف کی وجہ سے مشہور تھا کھانا کھانے کے دوران اس پر گریہ طاری ہوا میں نے اس کا سبب دریافت کیا کہنے لگا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں میں نے ذکر کردہ کلمہ کا ثواب دل ہی دل میں اس کی والدہ کی روح کو پہنچا دیا پس وہ نوجوان ہنسنے لگا یا کہنے لگا اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں ہے شیخ ابن عربی فرماتے ہیں حدیث کی صحت اس کے کشف کی صحت سے معلوم ہوگئی اور اس کے

کشف کی صحت حدیث کی صحت سے معلوم ہو گئی۔ (مشکوٰۃ ج 3 ص 98)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ:

حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر فرمایا کہ اس جوان کے کشف کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے۔ (تحذیر الناس، ص 28)

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

مولوی محمد قاسم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورہ بدھنا رکھا ہوا تھا میں نے اس کو اُٹھا کر کنوئیں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا ظہر کی نماز کے وقت حضرت کو ملا اور یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کنوئیں کا پانی تو کڑوہ نہیں میٹھا ہے میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کلمہ طیبہ جس قدر ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اس کے بعد بدھنا اُٹھا کر پانی پیا تو وہ شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی بعد میں حضرت نے فرمایا اس بدھنے کی

مٹی اس کی قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔ (حکایات اولیاء، ص 357)

اس واقعہ پر تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے انکشاف سے پتہ چلا کہ بدھنا اس قبر کی مٹی سے بنایا گیا تھا جس کو عذاب ہو رہا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ قبر کو عذاب ہو رہا تھا ان کے پاس کونسی دور بین تھی جس سے انہوں نے قبر کے اندر کے حالات معلوم کر لئے اگر کہا جائے کہ ان کو علم غیب حاصل ہو گیا تو یہ ان کے عقیدے کے خلاف کیونکہ یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے''۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص 333)

اگر ان کے لئے علم غیب کا قول کیا جائے تو یہ شرک ہو جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قبر کے اندر کے حالات کا معلوم ہونا ایک ایسا امر ہے جس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے گویا مولوی رشید احمد کا یہ کہنا کہ اس قبر کو عذاب ہو رہا تھا اپنی غیب دانی کا ایک خاموش دعویٰ ہے جو انہی کے فتوے سے شرک ہے لہٰذا مولوی صاحب اپنے ہی فتوے سے مشرک ہو گئے۔

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

اب تک کی کلمہ طیبہ کی بحث سے پتہ چلا کہ اگر کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب کسی وفات یافتہ کی روح کو بخشا جائے تو وہ پہنچتا بھی ہے اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔

ہور دوا نہ دلدی کاری کلمہ دلدی کاری ہُو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ہُو

کلمہ ہیرے لال جواہر کلمہ ہٹ پساری ہُو
ایتھے اوتھے دویں جہانی کلمہ دولت ساری ہُو

استغفار:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھانے والے ہیں اور اس کے اردگرد ہیں وہ تسبیح وتحمید کے ساتھ ساتھ: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا۔ مومنوں کے لئے دعائے بخشش کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ مومنوں کی مغفرت کی دعائیں بھی کرتے ہیں مقام غور ہے کہ دعائے بخشس مانگنے والے فرشتے ہیں اور اس کا فائدہ مومنوں کو پہنچے گا۔ اگر مسلمانوں کو فائدہ نہ ہوتا ہوتو فرشتوں کی دعا بیکار ہو گی حالانکہ فرشتوں کا کوئی کام بیکار نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ ایک کی عبادت کا فائدہ دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے نیک بندے کا درجہ بلند فرما دیتا ہے وہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا خدا فرماتا ہے۔ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ تیرے بیٹے نے تری مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ (مشکوۃ ص 256)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت، امت مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہو گی اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دے گا۔

(طبرانی اوسط، ج 2 ص 523)

حضرت عثمان سودہ کی والدہ بڑی عابدہ تھی یہاں تک کہ لوگ اس کو راہبہ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں جب ان کی موت کا وقت آیا تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے وہ ذات کہ تو میرا ذخیرہ ہے موت وحیات میں میرا سہارا تو ہے موت کے وقت مجھے رسوا نہ کرنا اور قبر کی وحشت سے محفوظ فرمانا پھر ان کا انتقال ہو گیا میں ہر جمعہ ان کے لئے استغفار کرتا اور تمام اہل قبور کے لئے بھی دعا مانگتا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی اے ماں آپ کیسی ہیں کہنے لگی اے بیٹا موت بہت سخت ہے لیکن الحمد للہ میں عالم برزخ میں اچھی حالت میں ہوں میرے نیچے پھولوں کی سیج ہے اور سندس اور استبرق کا قیامت تک مجھے تکیہ ملا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی آپ کو کوئی حاجت ہے اس نے کہا ہاں میں نے عرض کی وہ کیا حاجت ہے فرمایا ہماری زیارت اور ہمارے لئے استغفار نہ چھوڑنا تو جمعہ کے دن آتا ہے تو مجھے تجھ سے انس حاصل ہوتا ہے اور جب تو آتا ہے تو ہم تمام اہل قبور تیرے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان ج 6 ص 203)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْحَشْرِ لَمْ يَبْقَ شَيْئٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْهَوَامِ وَالرِّيْحِ وَالسَّحَابِ وَالطَّيْرِ وَالدَّوَابِّ وَالشَّجَرِ وَالْجِبَالِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْمَلَائِكَةِ اَلَّا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْا لَهُ فَاِنْ مَّاتَ مِنْ يَّوْمِهٖ اَوْلَيْلَتِهٖ مَاتَ شَهِيْدًا.

جو شخص سورہ حشر پڑھتا ہے اس کے لئے جنت و دوزخ عرش و کرسی زمین و آسمان حشرات الارض اور ہوا بادل اور پرندے چوپائے درخت پہاڑ

آفتاب و مہتاب اور فرشتے سارے کے سارے خدا سے اس بندے کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں اگر وہ بندہ اس دن یا رات فوت ہو جائے تو شہید ہے۔ (تفسیر قرطبی ج 18 ص 1)

خدا تعالیٰ متذکرہ ساری مخلوق کو سورہ حشر پڑھنے والے کے لئے استغفار کا حکم دیتا ہے اگر قاری سورت کو اس استغفار کا فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا حکم کرنا بیکار اور لغو ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل لغو نہیں قرار پا سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کے لئے استغفار کرے تو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

نماز:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا جبکہ وہ زندہ تھے اب ان کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ نیکی کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ مِنَ الْبِرِّ اِنْ تُصَلِّیْ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صِیَامِکَo (شرح الصدور ص 122)

اب تیرا ان کے ساتھ نیکی کرنا یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی (نفلی) نماز پڑھ اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی (نفلی) روزے رکھ۔

حضرت صالح بن درہم فرماتے ہیں کہ ہم حج کے واسطے مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ملے اور فرمایا تمہارے بصرہ کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام اُبلّہ ہے اس میں ایک مسجد عشار ہے لہٰذا تم میں سے کون

میرے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ اس مسجد میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھے۔
وَیَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ۔ (مشکوٰۃ ص 468)

اور کہے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے شہداء کو اُٹھائے گا جو شہدائے بدر کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں غور فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی فرما رہے ہیں کہ میرے لئے نماز پڑھنا اور یوں کہنا یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ بدنی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعرات کو قبرستان گیا میں نے دیکھا وہاں نور چمک رہا ہے میں نے خیال کیا اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے۔ غیب سے آواز آئی اے مالک بن دینار یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے جو انہوں نے قبروں والوں کو بھیجا ہے میں نے کہا تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ مسلمانوں نے کیا تحفہ بھیجا ہے اس نے کہا ایک مومن مرد نے اس رات اس قبرستان میں قیام کیا اس نے وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قُلْ یَآاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا اور کہا اے اللہ ان دو رکعتوں کا ثواب میں نے ان تمام اہل قبور کو بخشا پس اس کی وجہ سے اللہ نے ہم پر نور بھیجا ہے اور ہماری قبروں میں کشادگی اور فرحت پیدا ہوئی ہے حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں اس کے بعد میں ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر ہر جمعرات مومنین کو ایصال ثواب کرتا ایک رات میں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا اے مالک بن دینار جتنی مرتبہ تو نے میری امت کو نور کا ہدیہ بھیجا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے ثواب کیا ہے نیز اللہ نے تیرے لئے جنت میں ایک مکان بنایا ہے جس کا نام منیف ہے میں نے عرض کی منیف کیا ہے فرمایا جس پر اہل جنت جھانکیں۔

(شرح الصدور، ص 121)

روزہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں مرگئی ہے اور ایک ماہ کے روزے اس کے ذمے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے روزے رکھ۔ (مسلم شریف کتاب الوصایا)

ایک روایت میں ہے۔

مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ۔ (مسلم شریف)

جو اس حال میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے جب وارث اس کی طرف سے روزے رکھے گا تو اس کو بھی ثواب ملے گا اور جس کے ذمے روزے تھے وہ بھی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔

درود شریف:

ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضرت میری لڑکی فوت ہوگئی اور میں اسے خواب میں دیکھنا چاہتی

ہوں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار رکعتیں اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک مرتبہ پڑھو اور یہ عمل نماز عشاء کے بعد کرنا ہے پھر سونے کے لئے لیٹ جاؤ اور درود پڑھوحتیٰ کہ نیند آ جائے اس نے ایسا ہی کیا اور خواب میں دیکھا کہ اس لڑکی کو عذاب ہو رہا ہے اور اس پر تارکول کا لباس ہے اس کے ہاتھ بند ھے ہوئے ہیں اور پاؤں میں آگ کی زنجیریں ہیں صبح کو اس نے واقعہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنایا اور انہوں نے فرمایا اس کی طرف سے صدقہ دو شاید خدا تعالیٰ اس کو معاف فرما دے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ رات کو سوئے اور خواب دیکھا کہ آپ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں ایک تخت بچھا ہوا دیکھا اور اس پر ایک حسین و جمیل لڑکی جلوہ فرما ہے اس کے سر پر نور کا تاج ہے اس نے کہا اے حسن مجھے پہچانتے ہو آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا آپ نے فرمایا تیری ماں نے تیری حالت کچھ اور بیان کی تھی اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے آپ نے پوچھا اب یہ مقام تجھے کیسے ملا عرض کی ہم اس قبرستان میں ستر ہزار نفوس عذاب میں مبتلا تھے جیسے کہ میری والدہ نے آپ سے بیان کیا ایک صالح آدمی ہمارے قبرستان سے گزرا اور اس نے ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اس کا ثواب ہمیں پہنچایا خدا نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور خدا نے ہمیں عذاب سے نجات دی اس صالح مرد کی برکت سے اور اس کے نتیجے میں خدا نے مجھے یہ مقام دیا۔

(القول البدیع ص 131)

مالی عبادت:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر میرا باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں مرگئی ہے تو کونسا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا پانی تو حضرت نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ سعد کی ماں کے لئے ہے۔

اس حدیث پر ذرا غور کریں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کنواں کھدوایا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر کوئی صدقہ و خیرات کیا جائے اگر اس صدقے و خیرات پر مجازی طور پر اس کا نام لے دیا جائے تو جائز ہے نام لینے سے وہ صدقہ حرام نہیں ہو جاتا ورنہ تو یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی حرام تھا حالانکہ اس کا پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین نے پیا معاذ اللہ کوئی مسلمان تو ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا لہٰذا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی گیارہویں وغیرہ کا کھانا بھی حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کے مر جانے کے بعد اس کے گھر والے اس کے لئے صدقہ و خیرات کرتے ہیں تو جبریل اس صدقہ و خیرات کو ایک نورانی

طبق میں رکھ کر مرنے والے کی قبر پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ وتحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا ہے پس وہ قبر والا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے اور (دوسروں کو) خوشخبری دیتا ہے اس کے ہمسایے جن کے گھر والے نے ان کو کوئی ہدیہ نہیں بھیجا وہ غمگین ہوتے ہیں۔

(مجمع الزوائد ج3 ص139)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ دو قربانیاں کیا کرتے تھے۔ پوچھا گیا آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں فرمایا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیْ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْهُ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ایک قربانی ان کی طرف سے کروں لہٰذا ایک قربانی ان کی طرف سے کرتا ہوں۔

حضرت فقیہ ابواللیث نے لکھا ہے۔

ایک صالح مرد جمعہ کی رات مسجد کی طرف جا رہا تھا تا کہ نماز فجر ادا کرے اس کا گزر ایک قبرستان سے ہوا سوچا چلو طلوع فجر تک اس قبرستان میں قیام کریں پس قبرستان میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھیں پھر ایک قبر کے ساتھ ٹیک لگائی تو نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ تمام اہل قبور اپنی قبروں سے باہر نکلے اور حلقہ باندھ کر باہم گفتگو کرنے لگے مگر ایک جوان جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے ان سے الگ ہو کر بیٹھ گیا اور وہ غمزدہ تھا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہر اہل قبر کے لئے ایک طبق رومال سے ڈھکا ہوا آیا اور وہ طبق لے کر اپنی قبر میں داخل ہو گیا باقی صرف وہ جوان رہ گیا اس کے لئے کچھ نہ آیا وہ غمگین ہو کر قبر میں جانے کے لئے اُٹھا صالح مرد فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تو کیوں غمگین ہے اور

یہ میں کیسا منظر دیکھا ہے اس نے جواب دیا اے صالح مرد کیا تو نے طبق دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں لیکن یہ کہا ہیں کیا زندوں کی طرف سے مردوں کا تحفہ ہے جب وہ زندہ لوگ اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو یہ جمعہ کی رات ان مرنے والوں کے پاس آتے ہیں اور میں اہل سند سے ایک آدمی ہوں میری والدہ حج کے لئے آئی جب ہم بصرہ پہنچے تو میری وفات ہوگئی اور میرے بعد میری ماں نے دوسری شادی کر لی اور اپنے خاوند سے میرا ذکر نہیں کیا اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور مجھے کبھی ایصال ثواب سے یاد نہیں کیا اس وجہ سے میں غمگین ہوں۔ صالح مرد نے اس سے پوچھا اس تیری والدہ کا پتہ کیا ہے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں اس نے بتایا تو صالح مرد اس عورت کے ہاں پہنچا اور اس عورت سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تیرے اور میرے کلام کو کوئی نہ سنے میں اس کے قریب ہوا درمیان میں پردہ کر لیا صالح فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کیا تیرا کوئی لڑکا بھی تھا اس نے کہا نہیں پھر پوچھا تیرا کوئی لڑکا تھا پھر اس کا سانس پھولنے لگا اور کہا ہاں میرا ایک لڑکا تھا جو فوت ہوگیا میں نے سارا واقعہ بیان کردیا وہ روئی یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے اور کہا اے صالح وہ میرا بچہ تھا پھر اس نے ایک ہزار درہم مجھے دیئے اور کہا یہ میرے بچے کی طرف سے صدقہ دے دیں۔

حضرت صالح مرد فرماتے ہیں میں نے جاکر وہ درہم بطور صدقہ دے دیئے پھر جب دوسرا جمعہ آیا تو میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا اور پھر قبرستان میں آکر دو رکعتیں پڑھیں اور ایک قبر کا سہارا لیا کچھ اونگھ آئی میں نے دیکھا اہل قبور قبروں سے باہر آئے اس نوجوان کے کپڑے سفید تھے اور خوش تھا پھر وہ چل کر میرے قریب آیا اور کہا اے صالح خدا تعالیٰ تمہیں میری طرف سے بہتر صلہ

دے تمہارا ارسال کردہ تحفہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔(تنبیہہ الغافلین ،ص 143)

حضرت عبداللہ الشاعر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں لوگوں نے جہاد کیا ان کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آ گھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کئے جا سکتے تھے اب میں تو ان کو نہیں لے سکتا۔ اب تم قیامت کے دن ان کو خدا کی بارگاہ میں پیش کر دینا اب یہ آدمی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے پھر وہ دمشق آیا اور حضرت معاویہ سے کہا آپ قبول کر لیں لیکن وہ بھی انکار کر گئے وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا حضرت عبداللہ بن الشاعر کے قریب سے گزرا اس نے پوچھا کیوں روتا ہے اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ عبداللہ نے کہا تم میری بات سنو گے اس نے کہا ضرور کہا تم امیر معاویہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہا پانچواں حصہ آپ لے لیں یہ بیت المال کا حق ہے چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کر دو جو ان کے حقدار ہو سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات سے واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ امیر معاویہ نے کہا اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو یہ بات مجھے اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی۔ (سنن سعید بن منصور ج 2 ص 270)

مرکب عبادت:

یہ وہ عبادت ہے جس میں مال اور جسم دونوں کی شمولیت ہوتی ہے مثلاً حج یا غلام آزاد کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ بغیر حج کے مرگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں آپ نے فرمایا تو اس کی طرف سے حج کر۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَیْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عِتْقًا مِّنَ النَّارِ.

جو شخص اپنے والدین کی طرف حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

اور اس کو حج کامل کا ثواب ملتا ہے اور اس کے والدین کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ترین صلہ رحمی میت کی طرف سے حج کرنا ہے۔ (شرح الصدور، ص 122)

حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں ۔اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کَانَا یُعْتِقَانِ عَنْ عَلِیٍّ بَعْدَ مَوْتِهٖ ۔ امام حسن و امام حسین حضرت علی کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

(شرح الصدور ج 1 ص 122)

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو انصاری کہتے ہیں میری ماں نے ایک غلام

آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور اس کو آزاد کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ وہ مرگئی میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا اگر میں اپنی ماں کی طرف سے غلام آزاد کردوں کیا اس سے اس کو کوئی نفع پہنچے گا۔ قاسم نے کہا سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میری ماں مرگئی ہے اگر میں اس کی طرف کسی کو آزاد کردوں تو اس کو کچھ نفع پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں نفع دے گا۔ (مشکوٰۃ ج2 ص158)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم کو واجب کرلیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کردو اللہ تعالیٰ اس کے ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کردے گا۔ (ابوداؤد، نسائی)

اعتراض:

منکرین ایصال ثواب کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔ انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر ملتا ہے یعنی ایک انسان کے عمل کا اجر دوسرے انسان کو نہیں ملتا۔

جوابات:

جواب نمبر 1۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کا حکم قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ○

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی

ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کے سبب اولاد جنت میں چلی جائے گی۔ یہ عمل غیر سے فائدہ ہوا۔

جواب نمبر 2.. چار ہستیوں نے مومنوں کے لئے دعا مانگی ہے یعنی اپنی دعا سے مومنوں کو فائدہ پہنچایا ہے وہ چار ہستیاں یہ ہیں۔

(ا) حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے میرے رب میری میرے والدین اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو جائے اور مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ.

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور مومنوں کی مغفرت فرما دے جس دن حساب قائم ہو۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا مانگو۔

(د) فرشتوں نے دعا مانگی۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا ۝

عرش اُٹھانے والے اور جو اس کے اردگرد فرشتے ہیں وہ اپنے رب کی

حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور اس خدا پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

جواب نمبر 3. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ مسکرائے صحابہ کرام نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا اس آدمی کی حالت پر جس پر ایک اور آدمی کا حق تھا جس کا حق تھا اس نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی میرا حق اس آدمی سے لے دے خدا نے فرمایا اس سے کہ اس کا حق ادا کر دو اس نے عرض کی یا اللہ میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں حق والا عرض کرے گا یا اللہ میرے گناہ اس کو دے دے خدا تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اوپر اٹھاؤ اور دیکھو وہ حق والا جنت کے دروازے کھلے دیکھے گا وہ اس میں موتی یاقوت اور سونے کے محل دیکھے گا اور عرض کرے گا یا اللہ یہ محل کن کے لئے ہیں خدا فرمائے جو اس کی قیمت ادا کر سکے وہ عرض کرے گا اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ خدا فرمائے گا اس کی قیمت تیرے پاس موجود ہے وہ عرض کرے گا وہ کیا ہے خدا فرمائے گا اپنے بھائی کو معاف کرو۔ وہ تین مرتبہ کہے گا میں نے اسے معاف کر دیا خدا فرمائے گا اس کا ہاتھ پکڑ لو وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا پھر وہ دونوں داخل جنت ہو جائیں گے۔ جس پر حق تھا وہ حق والے کی معافی سے بخشا گیا۔ (تاریخ بغداد ج 9 ص 342)

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

جواب نمبر 4. خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

كَنْزَهُمَا.

ترجمہ: دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے تھے جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے تھا۔ ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ نکال لیں۔

جس خزانہ کا یہاں ذکر ہے وہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ تعجب ہے کہ جہنم کے عذابات کو ماننے والا ہنسی کھیل میں مشغول ہے تعجب ہے موت کا یقین رکھنے والا غفلت میں پڑا ہوا ہے اور آخر میں لکھا تھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ان دونوں یتیموں کو اپنے باپ کی نیکی کا فائدہ پہنچا۔

(تفسیر ابن کثیر ج 14 ص 4)

جواب نمبر 5۔ فرشتے اہل زمین کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں یعنی فرشتوں کی دعا سے اہل زمین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ۝

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

جواب نمبر 6۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۝

جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہ ہوگا۔ عامۃ الناس لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے یہ فائدہ پہنچا کہ وہ خدا تعالیٰ کے

عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

جواب نمبر 7. قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنے کبائر کی بنا پر داخل جہنم ہو چکے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے کام یوں آئیں گے۔ خدا تعالیٰ سے ان کے لئے شفاعت کی اجازت حاصل کریں گے۔ خدا تعالیٰ اجازت دے گا آپ اہل جنت کو ساتھ لے جا کر ان کو جہنم سے آزاد کرائیں گے۔ جب وہ دوزخ سے باہر آئیں گے تو ان کے جسم جل کر کوئلے کی طرح سیاہ بن چکے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے یا اللہ ان کو جنت میں جانے کے قابل بنا دے۔ خدا تعالیٰ رضوان جنت کو حکم دے گا نہر حیات کا رُخ ان کی طرف پھیر دو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو حکم دیں گے اس نہر میں غوطہ زن ہو جاؤ جب وہ غوطہ زن ہوں گے تو بدن جلے ہوئے ہوں گے لیکن جب غوطہ لگا کر اوپر آئیں گے تو چاند کی طرح حسین وجمیل ہوں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔ (احسن ص 101)

نوح کو بھی موج طوفاں سے کنارہ مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطف نظارہ مل گیا
اَلغرض ہر ایک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمد ﷺ کا سہارا مل گیا

ان گناہگاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت ملے گی۔

جواب نمبر 8. امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

جب مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر گھمسان کارن پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے آپس میں کہا کہ عہد رسالت میں تو ہم کفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے

تھے۔ دونوں نے اپنے لئے گڑھے کھود لئے اور جم کر دشمنوں کی طرف تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی حتیٰ کہ دونوں نے جام شہادت نوش کرلیا اس روز ثابت بن قیس نے ایک نفیس قیمتی زرع پہن رکھی تھی ایک شخص نے آپ کی وہ زرع اتاری اور جا کر چھپا دی حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور یہ خیال نہ کرنا کہ محض ایک خواب ہے سنو کل جب میں قتل ہو گیا تھا تو میری زرع فلاں آدمی نے اتاری تھی اس کی رہائش پڑاؤ کے آخری کنارے پر ہے اور اس کے خیمے کے قریب ایک گھوڑا چر رہا ہے جس کے پاؤں میں ایک لمبی رسی بندھی ہوئی ہے۔ اس نے میری زرع پر ایک ہنڈیا الٹی رکھی ہے اور اس کے اوپر اونٹ کا کجاوہ ہے تم صبح حضرت خالد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو اس آدمی سے میری زرع لے لے دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا ثابت پر اتنا قرض ہے وہ ادا کر دینا اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد کر دیں جب وہ شخص بیدار ہوا تو اس نے یہ سارا واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا انہوں نے زرع منگوالی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا قرض ادا کر دیا۔

حدیث میں ہے کہ شہید کو قرض جنت میں جانے نہیں دیتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا قرض ادا کر دیا اور اپنے عمل سے حضرت قیس کو فائدہ پہنچایا کہ ان کو جنت مل گئی۔

خاموش مبلغ

پیش لفظ:

جب میں برطانیہ کے مختلف شہروں میں مذہبی اجتماعات سے خطاب کرنے کے لئے حاضر ہوا تو بعض مقامات پر احباب اہلسنت نے دریافت کیا کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک پر چلنے والوں کی نماز دیوبندی امام کے پیچھے نہیں ہوتی؟ بنا بریں میں نے مناسب سمجھا کہ عوام اہلسنت کو ان وجوہات سے آگاہ کر دیا جائے۔

درحقیقت ہمارا کسی سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں، جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ نہیں زر اور زمین کی بنا پر کوئی مخاصمت نہیں۔ بات ہے تو عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھگڑا ہے تو تحفظ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ جو لوگ سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اُن کے پاؤں مبارکہ کی خاک ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے اور جو اس بے عیب ذات میں عیب جوئی کریں اُن سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ایسے لوگوں کو اہم اپنا امام نہیں بنا سکتے ایسے لوگوں کی چند گستاخانہ عبارات بطور نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فقط

محمد صدیق ملتانی

نمبر1.

بتقضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوقَ بَعْضٍ از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق دَرصورت گاؤ خرخوداست کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ خرکہ نہ آں قدر چسپید گی می بود نہ تعظیم بلکہ مہان ومحقرمی بود وایں تعظیم واجلال غیرکہ درنماز ملحوظ ومقصودمی شود بشرک می کشد۔ (صراط مستقیم ص 86)

ترجمہ: بعض ظلمتیں بعض ظلمتوں پر فوقیت رکھتی ہیں کہ اقتضاء کے مطابق زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی سے مجامعت (صحبت) کرنے کا خیال بہتر ہے اور پیر یا اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا اگر چہ رسالت مآب ہوں بہت ہی زیادہ بدتر ہے اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے اس لئے کہ ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ آتا ہے اور انسان کے دل سے چمٹ جاتا ہے بخلاف بیل اور گدھے کے خیال کے کہ نہ اس قدر دلچسپی ہوتی ہے نہ تعظیم بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور یہ تعظیم و اجلال غیر کہ نماز میں ملحوظ و مقصود ہوتی ہے شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔

اس ناپاک عبارت کو غور سے پڑھیئے کہ اس میں کس قدر گستاخانہ پہلو اختیار کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال کو بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر اس لئے بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال چونکہ تعظیم کے ساتھ آتا ہے اور نماز میں غیر کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والوں کی نماز کیسے ہو گی اس لئے کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے اور اگر قرآن شریف کی ایسی آیات یا سورۃ پڑھیں گے جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف یا اسم مبارک کا ذکر ہو گا تو آپ کا خیال ضرور آئے گا۔ خاص کر التحیات میں تو آپ پر سلام بھیجا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے اور پھر آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اس وقت تو آپ کا خیال ضرور آتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو سلام کیا جائے آپ کی رسالت کی گواہی دی جائے آپ پر درود پڑھا جائے اور آپ کا خیال دل میں نہ آئے؟

اب خیال کی دو ہی صورتیں ہیں تعظیم کے ساتھ آئے گا یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ آئے گا تو شرک ہو جائے گا اور اگر حقارت کے ساتھ خیال آئے گا تو کفر ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی تحقیر یقیناً کفر ہے اب اس کفر و شرک سے بچنے کے لئے تیسری صورت یہ ہے کہ التحیات ہی نہ پڑھی جائے مگر مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز نہ ہو گی کیونکہ نماز میں التحیات پڑھنا واجب ہے اور اگر واجب کو قصداً چھوڑ دیا جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی۔

اب بتائیے کہ ان لوگوں کی نماز کیسے درست ہو گی یعنی التحیات پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی نہ پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی جب ان کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو ان کے پیچھے اہل سنت و جماعت بریلوی لوگوں کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

اب ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہم کا عمل بھی ملاحظہ ہو!

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے واپس آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے پہلی رکعت تھی سرکار صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صف میں پہنچتے تو صحابہ کرام تالیاں بجانا شروع کر دیتے گویا تصفیق کا سلسلہ شروع ہو جاتا حتیٰ کہ جب سرکار پہلی صف میں پہنچے تو پہلی صف میں موجود صحابہ کرام بھی تالیاں بجانے لگے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے متوجہ ہوئے تاکہ معلوم کریں یہ کیسا شور ہے تو دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پیچھے نہ ہٹو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور مصلّٰی خالی فرما دیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی جب نماز ختم ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صدیق تم نے مصلّٰی کیوں چھوڑا امامت کیوں چھوڑی، پیچھے کیوں ہٹے۔

"تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرائے"۔ (بخاری شریف ج 1 ص 162)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کی خاطر پیچھے ہٹ آئے امامت چھوڑ دی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے امامت کا مصلّٰی خالی فرما دیا اور مقتدیوں نے تالیاں بجا بجا کر اپنے امام کو خبردار کیا عین نماز کے اندر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجا لائی جا رہی ہے نہ نبی پاک فرماتے ہیں کہ تم نے شرک کیا

ہے کیونکہ تم نے نماز کے اندر تعظیم کی ہے یہ تم سے بُرا فعل سرزد ہوا ہے نہ صحابہ کرام کو خیال آیا کہ ہم نماز کے اندر آپ کی تعظیم کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز کے اندر سرکار کی طرف متوجہ ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے تو پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سمجھایا کہ نماز کے اندر غیر کی تعظیم شرک بن جاتی ہے لہٰذا ایسی تعظیم نہیں ہونی چاہیے یہ تم نے غلط کیا ہے کہ نماز میں میری تعظیم کی اور نہ ہی یہ فرمایا کہ آئندہ ایسی تعظیم نہ کرنا بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ ''اے صحابہ! تم نے تالیاں کیوں بجائیں اگر نماز میں کسی کو ایسا معاملہ پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں ٹوکا کہ اے محبوب میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم لوگوں کو توحید سکھاؤ تم نے ان کو شرک میں مبتلا کر دیا ہے۔ نہ خدا نے ٹوکا نہ پیارے مصطفیٰ نے روکا۔ خدا و مصطفیٰ کا سکوت اور صحابہ کرام کا فعل اس بات کی دلیل ہے کہ عین نماز کی حالت میں تعظیم سے حضور علیہ السلام کا خیال شرک نہیں۔

عبارت زیر بحث میں ایک طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال اور تصور کو رکھ کر دوسری طرف اس کے مقابلے میں گدھے اور بیل کے تصور اور خیال کو ذکر کیا گیا ہے اور ان کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ اس موازنہ اور مقابلہ کے اندر سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی اور توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اسی طرح بخاری شریف جلد اول ص 153 پر حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قُلْنَا مَاهَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذِرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ٥

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز تہجد باجماعت ادا کی آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے بُرا ارادہ کرلیا حاضرین مجلس نے دریافت کیا کہ آپ نے کونسا ارادہ کیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔

علماء محدثین فرماتے ہیں کہ نماز تہجد اور دیگر نوافل باوجود قیام پر قادر ہونے کے بیٹھ کر ادا کرنے جائز ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس ارادے کو بُرا ارادہ کیوں قرار دیا؟

تو فرماتے ہیں کہ اس ارادہ میں بُرائی کا پہلو یہ ہے کہ بارگاہِ نبوی کا ادب و احترام ترک کرنا لازم آرہا ہے اور بظاہر مخالفت کے کہ آپ تو حالت قیامت میں ہوں اور حضرت عبداللہ حالتِ قعود میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کا خیال کیا اور حالت قیام میں رہے بیٹھے نہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد میں شامل ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دائیں جانب اپنے برابر کھڑا کرلیا مگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بار بار آپ کے اپنے برابر کھڑا کرنے کے باوجود جب پیچھے ہٹتے

رہے۔تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں تمہیں اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں تم فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہو۔تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کس شخص کی یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"اے اللہ! ان کو قرآن کے اسرار و رموز کا علم دے اور دین کی سمجھ عطا کر"۔(فتح الباری ج 1 ص 155)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عین نماز میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام اور تعظیم کو ملحوظِ خاطر رکھا جس سے خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ پوری امت ان کو رئیس المفسرین کے خطاب سے یاد کرتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ نماز میں حضور علیہ السلام کی تعظیم شرک نہیں۔

مولوی عبدالغفور نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بعض لوگوں کا فتویٰ پہنچا کہ کتے اور گدھے کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح عورت اگر آگے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔جب آپ نے عراق کے مفتیوں کا فتویٰ سنا تو فرمایا۔

یَـآاَھْـلَ الْـعِـرَاقِ وَالشِّـقَـاقِ وَالنِّـفَـاقِ قَـدْ قَـرَنْـتُـمُـوْنَا بِالْحُمِرِ وَالْکِلَابِ o

ترجمہ: او عراقیو! او بدبختو! او منافقو! تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں سے ملا دیا ہے۔(حاشیہ.......... ہدایہ ج 1 ص 138)

یعنی جہاں تم کتوں اور گدھوں کا ذکر کرتے ہو وہاں تم عورتوں کا ذکر کرتے ہو۔ جہاں عورت کا ذکر آئے گا وہاں ازواج مطہرات کا ذکر بھی آئے گا تم اس ضمن میں گویا ازواج مطہرات کا ذکر کر کے گدھے اور کتے کے ساتھ ان کی مماثلت قائم کر رہے ہو۔ جنہوں نے عورت کے ساتھ گدھے اور کتے کا ذکر کیا تو ام المومنین نے ان کو منافق کہا تو جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گدھے اور بیل کا ذکر کریں تو وہ کیوں نہ منافق ہوں گے۔ (بلکہ بدرجہ اولیٰ) اور ایسے منافقوں کے پیچھے ہم اہلِ سنت و جماعت کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

نمبر 2.

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔ (براہین قاطعہ ص 55)

اس عبارت میں دس کفریات ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ملک الموت کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ثابت کرنا

(۲) شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ثابت کرنا۔

(۳) ملک الموت کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔

(۴) شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔

(۵) وسعت علم میں شیطان کے شریک خداوندی ہونے کو قرآن و حدیث

سے ثابت کرنا۔

(۶) حضرت ملک الموت کے وسعتِ علم میں شریک خداوندی ہونے کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا۔

(۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اقدس کے وسیع ماننے کو نصوص قطعیہ کے خلاف کہنا۔

(۸) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم مبارک کو وسیع ماننے کو بلا دلیل کہنا۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کی وسعت ماننے کو قیاس فاسدہ کا مقتضیٰ ٹھہرانا۔

(۱۰) شیطان و ملک الموت سے زیادہ حضور علیہ السلام عالم ماکان وما یکون کے علم کے وسیع ماننے کو ایمان سے بالکل خالی بتانا کہ ایمان کا کونسا حصہ ہے۔

اس عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی خلیل احمد نے ساری زمین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تو شرک کہا مگر اسی شرک کو شیطان کے لئے نہایت خوشی کے ساتھ نص سے ثابت مانا۔ شیطان مردود سے ایسی خوش عقیدگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی سخت عداوت۔ اسی عداوت نے تو عقل کا جنازہ نکال دیا یہ بھی سمجھ نہ آیا کہ جس علم کا ثابت کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شرک کا خالص ہے تو وہ شیطان کے لئے کیسے ثابت ہو سکتا ہے وہ بھی قرآن وحدیث سے۔

اس کفریہ عبارت سے آگاہ ہو کہ جو مسلمان اس کو کفریہ نہ سمجھے اور جس نے یہ کفریہ الفاظ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کہے اس کو

کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ:

فَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِ کَافِرٍ فَھُوَ کَافِرٌ○

ترجمہ: جو کسی کافر کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور ایسے کافروں کے بارے میں قرآن مجید یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْھُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَکُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ○

ترجمہ: اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ان دونوں جنوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا دیکھا کہ ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں تا کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔

نمبر 3.

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص 15)

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور تمام جانوروں سے تشبیہہ دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت توہین کی گئی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کفر ہے۔

لیکن دیوبندی کہتے ہیں کہ یہ عبارت بالکل بے غبار ہے۔ اس میں

صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں تم سمجھتے نہیں ہو وہ تو حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات نہیں۔

ایسے لوگوں سے التماس ہے کہ اگر تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں تو ازراہِ کرم عبارت ذیل پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ پھر یہ کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں تھانوی کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ایرے غیرے بلکہ ہر نابالغ بچے اور ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں یعنی گھوڑوں، گدھوں وغیرہ اور ہر چوپائے یعنی کتوں بلوں سوروں وغیرہ کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔ اب تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب اور ان کے علم کی توہین ہے یا نہیں اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی بالکل بعینہ اسی قسم کی مندرجہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے علم شریف کی توہین ہے یا نہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق شائع کر دیں مگر حاشا وکلا دیوبندی ہرگز تھانوی کے بارے میں ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا کریں گے تو تھانوی صاحب کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہوگی۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب یہ عبارت تھانوی صاحب کے بارے میں گستاخی ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی کیوں نہیں ہے؟ بہرحال تھانوی کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی توہین و تنقیص بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے۔ دین و دیانت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ توبہ کی جاتی مگر سخن پروری اور شخصیت پرستی کا بُرا ہو جس کی وجہ سے تھانوی صاحب اس کفر صریح کو ایمان بنانے کی ناکام کوشش کرتے رہے اور شب و روز اسی فکر میں مبتلا رہے اور ان کی ساری معنوی ذریت لپٹ رہی ہے۔ دانتوں کو پیس رہی ہے مگر آج تک اس کفریہ عبارت میں کوئی بعید سے بعید پہلو بھی ایمان کا نہ نکال سکے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس عبارت کی تشریح میں اپنی کتاب بسط البنان میں لکھا ہے کہ:

''یہ خبیث مضمون میں نے کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کیونکہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ کائنات فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی''۔

ایک طرف وہ کفریہ عبارت اور ایک طرف یہ سفید جھوٹ دونوں کو ملا کر نتیجہ یہی نکلے گا کہ:

''تھانوی صاحب خود اپنے قول سے کافر ہو گئے''۔

کسی نے کیا خوب کہا:

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

اے دیو بندیو! آنکھیں کھولو! اللہ جل شانہٗ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کا دامن چھوڑو توبہ کا دروازہ کھلا ہے زندگی میں مہلت ہے۔ باز آؤ توبہ کرو ورنہ تمہارا انجام وہی ہوگا جس کے متعلق قرآن مجید یوں رطب

اللسان ہے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۝ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ۝

ترجمہ: جس دن وہ لوگ آگ میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے تو کہیں گے ہائے افسوس کیا اچھا ہوتا ہم خدا اور رسول کا کہا مانتے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ پس انہوں نے ہمیں راستہ سے ہٹا دیا۔ اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی پھٹکار فرما۔

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ:

نمبر 4.

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور ہی تجویز کیا جائے۔

(تحذیر الناس ص 25)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہ رہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبارت میں لفظ ہے اگر بالفرض لفظ خود ان کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں!

"تو اس کا جواب یہ ہے کہ "بالفرض" پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں۔ ہمارا اعتراض تو اس پر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی اور نبی کے پیدا

ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

''ہم کہتے ہیں کہ ضرور فرق آئے گا کہ اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں رہیں گے''۔

جیسے کوئی کہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کے بعد بھی کوئی اور خدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

تو بتائیے کہ آئے گا یا نہیں؟

ہم کہتے ہیں اور ہر عقلمند ہماری تائید کرے گا کہ ضرور فرق آئے گا۔ اس لئے کہ دوسرا خدا ہونے سے خدا تعالیٰ کا (واحد) ایک ہونا ختم ہو جائے گا۔

یا کوئی کہے اگر بالفرض کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ یعنی معبود ہونے کے بعد بھی کسی اور کو اِلٰہ (معبود) مانے تو اس کے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق نہ آئے گا تو بتائیے کہ فرق آئے گا یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ضرور آئے گا!

''کیونکہ اس صورت میں اس کا عقیدۂ توحید ختم ہو جائے گا اور وہ مشرک قرار پائے گا''۔

یا کوئی کہے کہ اگر بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہ آئے گا تو بتائیے کہ فرق آئے گا یا نہیں''۔

''ہم تو کہتے ہیں کہ ضرور فرق آئے گا''۔

اسی طرح کوئی کہے کہ اگر کوئی مسلمان زنا کرے تو اس کی پاکدامنی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو بتائیے کہ فرق آئے گا یا نہیں؟

تو ہم کہیں گے ضرور فرق آئے گا۔

اسی طرح اگر بالفرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔

''بس ثابت ہوا کہ نانوتوی کی یہ عبارت کفریہ ہے''۔

اور تمام دیابنہ کو اس کفریہ عبارت سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے کفر میں شک نہ کیا جائے۔ یہی وہ ناپاک عبارت ہے جس نے مرزائیوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ مرزائی اپنے دعویٰ میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہی خبیث عبارت ہے۔ چنانچہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر بھٹو کے دورِ اقتدار میں جب پاکستان میں مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی تو اس وقت مرزا ناصر کو قومی اسمبلی ہال میں بلایا گیا جس نے اسمبلی میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت کے ثبوت میں دیوبندیوں کی دو عبارات پیش کیں ایک یہی زیرِ بحث عبارت اور دوسری تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پیش کی۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی اور جن فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص 25)

اس موقعہ پر قائد اہلسنت حق و صداقت کی نشانی مولانا شاہ احمد نورانی نے مفتی محمود دیوبندی سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں کیونکہ یہ آپ کے بزرگوں کی عبارات ہیں تو مفتی محمود کی شرم کے مارے گردن جھک گئی لیکن کوئی جواب نہ بن پایا۔

جس سے پتہ چلا کہ دل اس کا بھی گواہی دیتا تھا کہ یہ عبارات ناپاک ہیں لیکن ستیاناس ہو شخصیت پرستی کا توبہ کی توفیق نہ ہوئی اور نہ ہی برائیت کا اظہار کیا۔

ایک مفتی محمود کیا تمام دیوبندی اب تک اس کتاب میں اس عبارت کو چھپاتے چلے آرہے ہیں کسی کے دل میں احساس کفر کی جوں تک نہیں رینگی۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دیوبندیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''تقویۃ الایمان'' جس کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ''اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے''۔

اب ذرا اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ ہوں اور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ اس کتاب میں کس قدر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی گئی ہے۔

نمبر 5.

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص 54)

اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا کون بدبخت منکر ہے لیکن عبارت میں یہ جملہ کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ذرۂ ناچیز اس قدر کمتر نہیں جس قدر انبیاء و اولیاء کمتر ہیں۔ (معاذ اللہ)

نمبر 6.

ہر مخلوق بڑا (نبی) یا چھوٹا (غیر نبی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 14)

اس عبارت میں بھی جملہ ''چمار سے بھی ذلیل ہے'' کس قدر گستاخانہ اور لرزا دینے والا جملہ ہے کہ چمار اتنا ذلیل نہیں جس قدر اللہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ o

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے عزت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا o

ترجمہ: وہ اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ o

ترجمہ: کہ وہ دنیا و آخرت میں عزت والے ہیں۔

نمبر 7

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ تعالیٰ ہے بندگی اس کو چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام و امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی ہے وہ بھی بڑے بھائی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص 58)

اس عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ چونکہ تمام انبیاء و اولیاء انسان ہی ہوتے ہیں اور سب انسان آپس میں بھائی ہوتے ہیں لٰہذا انبیاء کرام ہمارے بھائی ہیں اور ان کی صرف اتنی تعظیم کی جائے جتنی بڑے بھائی کی تعظیم کی جاتی ہے۔ انبیاء کرام خصوصاً سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا بھائی کہنا گستاخی و بے ادبی ہے اگر یہ بے ادبی نہیں تو درج ذیل عبارت پر غور فرمائیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی انسان ہی ہیں اور فرعون و ہامان نمرود و قارون، ابوجہل، یہودی اور عیسائی بھی انسان ہی ہیں اور انسان آپس میں سب بھائی ہیں لٰہذا تھانوی، نانوتوی، گنگوہی نمرود اور ابوجہل کے بھائی ہیں۔

اب ذرا عقل سلیم کا سہارا لے کر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ یہ علمائے دیوبند کی توہین اور گستاخی ہے یا نہیں اگر گستاخی نہیں تو دیوبندی اعلان کر دیں اور اگر یہ گستاخی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے توہین و تحقیر کے الفاظ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تحریر کئے جائیں اور گستاخی قرار نہ پائیں اس سے معلوم ہوا ان لوگوں کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ان کے مولویوں کے برابر بھی نہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا بھائی کہتے ہیں وہ ان باتوں پر غور کریں۔

اگر کوئی مسلمان اپنے بڑے بھائی کا دشمن بن جائے تو اس کے ایمان میں خلل واقع نہ ہوگا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن دائرۂ اسلام سے خارج ہے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے بھائی کیسے ہوئے۔ اگر کسی کا بڑا بھائی فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ سے نکاح جائز ہے لیکن نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد کوئی مسلمان نبی کی زوجہ سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ نبی کی زوجہ

تمام مومنوں کی ماں ہے۔

اگر کوئی اپنے بڑے بھائی کے میلے کپڑوں کو اہانتاً میلا یا گندہ کہہ دے تو وہ کافر نہیں بلکہ کچھ نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی مسلمان نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلے کپڑوں کو اہانتاً میلا کہہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اگر کسی مومن کی آواز اپنے بڑے بھائی کی آواز سے اونچی ہو جائے تو اعمال برباد نہ ہوں گے لیکن اگر نبی علیہ السلام کی آواز سے اس کی آواز اونچی ہو جائے تو اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی سمجھنا اور کہنا گستاخی و بے ادبی ہے۔ لیکن بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ جب خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ ٥ اپنے بھائی کی عزت کرو تو اگر ہم ان کو اپنا بھائی کہہ دیں تو کیا حرج ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ شخصیت اپنے بارے میں کوئی لفظ تو اضعاً استعمال کرے تو خادموں اور غلاموں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہی لفظ اس بزرگ کے بارے میں استعمال کریں مثلاً اگر کسی ملک کا صدر، وزیر اعظم یا کوئی بڑا آدمی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہے کہ میں تو آپ لوگوں کا خادم ہوں، آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قوم کا ہر فرد اس صدر وغیرہ کو اپنا خادم کہنا شروع کر دے کیونکہ ایسا کہنا اس کی توہین ہوگی اگر یہ توہین نہیں تو ذیل کی عبارت پر ذرا غور کریں۔

مولانا غلام محمد دیوبندی نے اپنی کتاب ''حیات اشرف'' میں لکھا ہے کہ تھانوی صاحب خود فرماتے تھے۔

ایک بار ایک صاحب ملنے آئے ان کے پاس اس وقت بھری ہوئی

بندوق تھی بار بار جی میں آتا تھا کہ ان سے کہہ دوں کہ خدا کے لئے فیر کر کے میرے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کر دو کیونکہ میں فرعون و ہامان سے بھی بدتر ہوں۔ (حیات اشرف ص 86)

مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا۔

''میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں''۔

(الافاضات الیومیہ ج 5 ص 287)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک مرتبہ خود فرمایا کہ یہ شیخ زادوں کی قوم بڑی ہی خبیث ہوتی ہے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادے ہیں تو بے تکلف فرمایا میں بھی خبیث ہوں۔

(الافاضات الیومیہ ج 5 ص 287)

ان عبارات سے پتہ چلا کہ تھانوی صاحب نے اپنے آپ کو فرعون، ہامان، کتا اور خنزیر کہا اور مولوی یعقوب دیوبندی نے اپنے آپ کو خبیث کہا اب کیا دیوبندی اجازت دیں گے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کو فرعون، ہامان، کتا اور خنزیر کہا جائے اور مولوی یعقوب کو خبیث کہا جائے اگر اجازت نہیں دیتے اور یقیناً اجازت نہ دیں گے کیونکہ ایسا کہنا توہین ہے اگرچہ انہوں نے خود اپنے متعلق یہ الفاظ استعمال کیے لیکن انہوں نے یہ الفاظ تو اضعاً کہے ہیں جو الفاظ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی یعقوب دیوبندی اپنے بارے میں تو اضعاً کہے وہ ان کے معتقدین کو کہنے کا حق نہیں تو جو لفظ اپنے بارے میں نبی تو اضعاً استعمال کرے وہ لفظ امتی کو نبی کے بارے میں کہنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

نمبر 8.

یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔ (تقویۃ الایمان ص 29)

اس عبارت میں بھی بلاشبہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی بے ادبی ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ جن انبیاء و اولیاء کو لوگ پکارتے ہیں وہ ناکارہ ہیں کسی کام کے نہیں علاوہ ازیں اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو "شخص" کہا گیا ہے حالانکہ لفظ شخص کا استعمال عام طور پر آدمی کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی "شخص" نہیں کہتا ہے مگر اس بے ادبی نے اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا آدمی بنا دیا۔

نمبر 9.

مولوی حسین علی شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "اور طاغوت کا معنیٰ لَهَا عَبْدٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَهُوَ الطَّاغُوْتُ۔

اس معنی بموجب طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کو بولنا جائز ہے۔

(بلغتہ الحیر ان فی ربط آیات القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طاغوت کہہ سکتے ہیں اور طاغوت کے معنی کیا ہیں۔ یہ مولوی اشرف علی تھانوی سے سنیئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ۞ اس کا ترجمہ تھانوی صاحب نے یہ کیا ہے۔ کہ "سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ طاغوت کے معنی شیطان کے ہیں جب طاغوت

کے معنی شیطان کے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کہنا جائز ہے تو مولوی حسین علی کی تحریر کردہ عبارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ (مَعَاذَ اللّٰهُ ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰهُ)

نمبر 10.

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص 5)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سجدہ کا جو درجہ یا مرتبہ ہے وہ امتی کی لاکھوں نمازوں کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بڑی شان ہے مگر آپ کے صحابہ کرام کے عمل کی یہ شان ہے کہ وہ تھوڑے سے جو راہِ خدا میں دیں اور کوئی دوسرا امتی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی دے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا۔

نمبر 11.

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 17)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا علم لازم وضروری نہ ہوا۔ بلکہ ممکن اور اختیاری ہے چاہے تو دریافت کر لے چاہے تو جاہل رہے۔ اس عبارت میں تین کفریہ باتیں ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کی۔

(۲) خدا تعالیٰ کے علم قدیم کو ازلی نہ ماننا۔

(۳) خدا تعالیٰ کی صفت کو اختیاری جاننا۔

جہاں تک خدا تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کرنے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

یَکْفُرُ اِذَا وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ بِہٖ اَوْنَسَبَہٗ اِلَی الْجَھْلِ اَوِالْعِجْزِ اَوِ النَّقْصِ٥ (عالمگیری ج2 ص298)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز یا جہل یا نقص کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

دوسری عبارت کے متعلق بھی اسی فتاویٰ میں یوں ہے کہ:

لوقال علم خدائے قدیم نیست یکفر٥

ترجمہ: جو علم خدا کو قدیم نہ مانے کافر ہے۔ (عالمگیری ص262)

تیسری عبارت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ:

صِفَاتُہٗ فِی الْاَزَلِ غَیْرِ مُحْدَثَۃٍ وَّلَا مَخْلُوْقَۃٌ فَمَنْ قَالَ اِنَّھَا مُحْدَثَۃٌ اَوْ وَقَفَ اَوْشَکَ فَھُوَ کَافِرٌ٥ (شرح فقہ اکبر ص29) .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی سب صفات ازلی ہیں۔ نہ وہ نو پیدا ہیں نہ مخلوق جو انہیں مخلوق یا حادث بتائے یا اس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

نمبر12.

جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص12)

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص14)

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص 7)

"آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے"۔

(تقویۃ الایمان ص 37)

یعنی شراب، پینا چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، حرام کھانا، حرام کرنا، حرام کرانا یہ سب باتیں حرام ضرور ہیں مگر انبیاء وملائکہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننا ان سب سے بدتر ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

دیوبندیو! وہابیو! کیا تمہارا یہی اسلام ہے۔

اب دیوبندی مذہب کی ایک اور قلابازی ملاحظہ ہو کہ مولوی اسماعیل قتیل تو کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ "اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ جو ان کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (تذکیر الاخوان ص 66)

سبحان اللہ! ایک کہتا ہے کہ جو صحابہ کو نہ مانے وہ دوزخی دوسرا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ بھی کافر و دوزخی ہے۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ماننا ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا ترجمہ ہے کفر کا۔ ملاحظہ ہو۔

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (سورہ بقرہ پ 1)

ترجمہ: تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے۔ (تفسیر موضح القرآن ص)

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○

ترجمہ: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔

(تفسیر موضح القرآن ص)

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اسماعیل قتیل کی متذکرہ بالا عبارات کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا چاہیے اور کسی چیز پر ایمان نہ لانا چاہیے اور یہ بات قرآن مجید کے ارشاد کے خلاف ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۝

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو پہلے نازل فرمائی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کو اور رسولوں کو اور کتابوں اور قیامت کو ماننے کا حکم دیا گیا اور جو نہ مانے اس کو انتہا کا گمراہ (کافر) فرمایا مگر مولوی اسمٰعیل قتیل قرآن کے خلاف کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو اور پھر یہ طوفان بکتا ہے کہ ہر رسول یہی حکم لایا۔

وہابیوں میں کوئی ہے جو بتائیے کہ کون رسول یہ حکم لایا ہے جو شخص خدا اور رسول پر بہتان باندھے اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ پھر خود اس نے یہ کتاب تقویۃ الایمان کیوں لکھی اس کو کون مانے گا جب خدا کے سوا کسی اور کا ماننا

شرک ہے تو اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کا ماننا کب جائز ہوگا یہ بھی تو شرک ہوگا۔ جولوگ مولوی اسماعیل قتیل اور تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں اور ایمان کی درستگی کیلئے اکسیرِ اعظم جانتے ہیں وہ سب اسی تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہوئے۔

نمبر 13.

پھر بھیجے گا اللہ ایک باوَ (ہوا) اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا۔ ایک رائی کے دانہ بھر ایمان سورہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر (پھر اس کے فائدہ میں لکھا) پھر اللہ آپ ایسی باوَ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا ایمان ہوگا مر جاویں گے (اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھا ہے) کہ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ (تقویۃ الایمان ص 36)

اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ہوا چل گئی اور روئے زمین پر کوئی ایمان دار اتنا بھی نہ رہا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو سب بے ایمان رہ گئے اس میں اسماعیل قتیل خود بھی شامل ہے اور اس کے تمام ماننے والے بھی سارے دیوبندی وہابی تقویۃ الایمان کے حکم سے کافر بُت پرست ہوئے۔

اس قول پر دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔

(ا) اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

مُسْلِمٌ قَالَ اَنَا مُلْحِدٌ یَکْفُرُ وَلَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ کَفَرَ لَا یُعْذَرُ بِھٰذَا o (فتاویٰ عالمگیری ج 2 ص 179)

ترجمہ: مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ اقرار کفر ہے تو یہ عذر نہ سنا جائے گا۔

(ب) تمام اُمت کو کافر بتانا کفر ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ:

نَقْطَعُ بِتَكْفِيْرِ كُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلًا يَتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى تَضْلِيْلِ الْاُمَّةِ○

(شفا شریف ص)

ترجمہ: جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔

فریب کاری یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا کہ ہوا دجال کے نکلنے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد آئے گی۔ تقویۃ الایمان میں بھی لکھا ہے کہ نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسٰی ابن مریم کو سو وہ ڈھونڈے گا اس کو پھر تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باوٴ ٹھنڈی شام کی طرف سے تو نہ باقی رہے گا کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔ (تقویۃ الایمان ص 37)

مگر باوجود اس کے لکھ دیا:۔

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"۔

یعنی وہ ہوا چل گئی نہ دجال نکلا نہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوئے اور ظالم نے اس ہوا کے چل جانے کا اپنی ہی طرف سے حکم لگا کر تمام دنیا کو بے دین قرار دے دیا۔

اب ذرا اس تقویۃ الایمان کتاب کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی رائے سنیئے۔

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشدیہ ص 352)

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہوا تو جس نے نہ رکھی نہ پڑھی وہ اسلام سے خارج ہوا تو لازم آئے گا کہ تقویۃ الایمان سے پہلے مع مصنف مولوی اسماعیل کے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کے بعد بھی جس کے پاس تقویۃ الایمان نہ ہو یا نہ پڑھے وہ مسلمان نہ ہوا۔ اس معیار سے دور حاضرہ میں کروڑوں مسلمان اسلام سے خارج ہو گئے۔

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا تینوں کو عین اسلام بتایا تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو تینوں کا مجموعہ عین اسلام ہے یا ہر ایک مستقل عین اسلام ہے۔ پہلی صورت میں تقویۃ الایمان کتاب کا گھر میں رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا تینوں چیزیں جمع ہوں گی تو اسلام پایا جائے گا۔ یعنی جس نے تقویۃ الایمان کو رکھا بھی پڑھا بھی عمل بھی کیا وہ مسلمان ہوا اور اگر نہ رکھا نہ پڑھا اور نہ عمل کیا تو اسلام نہ پایا گیا مثلاً کسی نے تقویۃ الایمان پر عمل تو کیا مگر رکھا اور پڑھا نہیں تو مسلمان نہ ہوا یا عمل کیا اور رکھا بھی مگر پڑھا نہیں تب بھی مسلمان نہ ہوا۔ یا رکھا اور پڑھا لیکن عمل نہ کیا تب بھی مسلمان نہ ہوا۔

دوسری صورت یعنی رکھنا بھی عین اسلام پڑھنا بھی عین اسلام اور عمل کرنا بھی عین اسلام یہ صورت پہلے سے بھی زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس صورت میں جس نے تقویۃ الایمان کو نہ رکھا نہ پڑھا نہ عمل کیا وہ مسلمان نہیں جس نے رکھا اور پڑھا اور عمل کیا وہ مسلمان جس نے صرف عمل کیا مگر نہ رکھا نہ پڑھا وہ مسلمان بھی اور کافر بھی کیونکہ تقویۃ الایمان پر عمل کرنا عین ایمان تھا وہ پایا گیا لہٰذا وہ مؤمن ہوا اور رکھنا اور پڑھنا عین اسلام تھا وہ نہ پایا گیا لہٰذا اسلام نہ پایا گیا جب اسلام نہیں تو ایمان نہیں کیونکہ اسلام اور ایمان ایک شئے ہے۔

شرح عقائد میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ وَالْاِسْلَامُ وَاحِدٌ یعنی ایمان واسلام

ایک ہی چیز ہے جب ایمان نہیں تو کفر ہوا۔ لہٰذا ایک شخص کافر بھی ہوا اور مسلمان بھی اسی طرح جس نے عمل کیا اور رکھا بھی لیکن پڑھا نہیں وہ بھی کافر اور مسلمان دونوں ہوا یوں ہی جس نے عمل کیا اور پڑھا بھی لیکن رکھا نہیں وہ بھی کافر ہوا اور مسلمان بھی۔

دیکھا یہ ہے گنگوہی فتوے کی بہار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہابیت اور دیوبندیت پر کفر عاشق ہو گیا ہے۔

دیوبندیت سے کفر نے پوچھا بتا تو کون ہے
ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

دیوبندیو! اس گنگوہی معیار سے ذرا مسلمانوں کو جانچو صرف اپنی ہی دیوبندی برادری کو پرکھو تو پانچ فیصدی بھی مسلمان ثابت نہ ہوں گے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے یہ بھی لازم آیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مگر قرآن مجید کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام نہیں اور تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے۔ لہٰذا تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن مجید سے بڑھ گیا۔

دیوبندی مولوی تقویۃ الایمان کے رکھنے، پڑھنے اور عمل کرنے کو عین اسلام اس لئے کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان نے اس کے ماننے والوں کو ہر آزادی کے ساتھ گناہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔ (تقویۃ الایمان ص 16)

دیوبندی مذہب میں صرف تقویۃ الایمان کے ماننے والوں کا ہی ایمان کامل ہے اور جب ایمان کامل ہوا تو اسماعیلی حکم سے ان کا گناہ وہ کام کرلے گا کہ دوسروں کی عبادت نہیں کرسکتی لہٰذا دیوبندیوں کو ترغیب ہوئی کہ اب کیا ہے توحید تمہاری کامل ہو ہی گئی اب خوب دل کھول کر گناہ کر چوری ڈاکہ زنی ولواطت، زنا اور شراب خوری وغیرہ جو چاہو کرو اور جب کوئی سُنی ہدایت کرے تو ڈانٹ کر کہہ دو یہ ہمارا ایمانی مسئلہ ہے کہ ہمارا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ تمہاری عبادت نہیں کرسکتی یعنی ہمارے ان تمام گناہوں پر وہ ثواب مرتب ہوتے ہیں کہ تمہاری نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر ہرگز نہیں ہوسکتے یہ ہے دیوبندیوں کا عین اسلام۔

"اسماعیلی اس عبارت پر غور فرمائیں کہ اس نے لکھا ہے کہ یہ فاسق مؤحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے"۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ متقی بھی مشرک ہوسکتا ہے یا مشرک بھی متقی ہوسکتا ہے۔ حالانکہ شرک اور تقویٰ اجتماع ضدین ہے جو کہ محال ہے لہٰذا جو متقی ہوگا وہ مشرک نہیں ہوسکتا اور جو مشرک ہوگا وہ متقی نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو شرک کبائر وفواحش سے بچے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ تقویٰ کی سات اقسام ہیں۔ کفر سے بچنا، ہر کبیرہ گناہ سے بچنا، صغائر سے بھی بچنا، شبہات سے احتراز کرنا، شہوات سے بچنا اور غیر کی طرف التفات سے بچنا۔

اس سے پتہ چلا کہ متقی ہونے کے لئے ایمان قبول کرنا شرط ہے۔ بے ایمان کافر، مشرک متقی نہیں ہوسکتا۔

خدا تعالیٰ نے متقیوں کی یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (البقرہ پ 1)

ترجمہ: وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) میں کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے وہ جو بن دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد نیک اعمال کرنے سے انسان متقی کہلاتا ہے نہ یہ کفر و شرک بھی کرتا رہے اور متقی بھی کہلائے لہٰذا قتیل دہلوی کا "متقی مشرک" کہنا عقل کا اندھا پن ہے۔ ہے کوئی دیوبندی وہابی قتیل دہلوی کی معنوی ذریت میں سے جو قرآن و حدیث سے ثابت کر سکے کہ مشرک بھی متقی ہو سکتا ہے یا تقویٰ اور شرک جمع ہو سکتے ہیں؟

نمبر 14.

مولوی اسماعیل قتیل نے اپنے پیر کے متعلق لکھا ہے کہ:

ایک دن حضرت حق جل وعلیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے یدِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی اور اَور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (صراط مستقیم ص 190)

ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"جب سالک کو یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے وہ مکالمہ کے مرتبہ پر کامیاب ہوتا اور کبھی کلام حقیقی بھی ہو جایا کرتا ہے۔ (صراط مستقیم ص 165)

ان عبارات میں صراحت اپنے پیر وغیرہ کو نبی بنانا ہے کیونکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ:

ہمکلامی با خدائے عزوجل مختص است بملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیر ایشاں راہرگز میسر نمیشود۔ (تفسیر عزیزی ص سورہ بقرہ)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی فرشتوں اور نبیوں کے لئے خاص ہے اور ان کے علاوہ اور کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوتا۔

نمبر 15.

"سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے"۔ (تقویۃ الایمان ص 37)

اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو گویا مکار بتایا جا رہا ہے۔ اس نابکار نا ہنجار نے کیسی کھلی گستاخی کی ہے۔ جاہل سے جاہل بھی ایسی بے ادبی کی جرأت نہ کرے گا یہ ہے بے دین کا ایمان۔

تعجب یہ ہے کہ یہ گستاخیاں اور بے ادبیاں دیکھ کر بھی دل کے اندھے اسی کا اتباع کئے جا رہے ہیں اور اس گستاخ رسول کی تعریف کے خطبے پڑھتے تھکتے نہیں اور اس کی ان متذکرہ خرافات سے آگاہ ہونے کے باوجود بھی اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کی مثال کچھ ایسی ہی ہے۔

کسی شہر میں کوئی حجام پہنچا ملاقات حجمان سے کر کے بولا
کہ بی بی تمہاری ہوئیں آج بیوہ میاں تم کو اس غم میں ماتم ہے زیبا
سنا جب انہوں نے بہت روئے پیٹے کہ افسوس بیوی ہوئی میری بیوہ
تو احباب نے ان کو آ کر بتایا کہ بیوہ ہوئی کیسے تم تو ہو زندہ
کہنے لگے قاصد بھی تو معتبر ہے پھر اس کو میں کس طرح سمجھوں گا جھوٹا

دیوبندیوں کے نزدیک مولوی اسماعیل دہلوی کا اعتبار اس سے بھی بڑھا ہوا ہے خدا بچائے اس اندھی تقلید سے۔

دیوبندیوں کی مذکورہ بالا ان عبارات کو بار بار پڑھیئے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ دیوبندی وہ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کی صفتِ علم کو اختیاری بتایا خدا تعالیٰ کو مکار بتایا اور نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے اور یہ کہ حضور علیہ السلام کا علم جانوروں اور پاگلوں کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ ذرۂ ناچیز سے کمتر، ناکارہ، چمار سے زیادہ ذلیل اور عام انسانوں کے بھائی ہیں۔ معاذ اللہ! رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی نبی آجائے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

ان کفریہ اور گستاخانہ عبارات سے مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے اور نبی علیہ السلام کی توہین اور گستاخی کفر ہے۔ اور جو نبی علیہ السلام کی توہین کرے اس کے پیچھے علمائے ربانی نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابی ابن کعب نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بلایا انہوں نے جلدی نماز ختم کی اور سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس پر سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خدا تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ○

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو ان کی آواز پر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نمازی کو اس حال میں یاد فرمائیں جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل کرے۔ بعد ازاں جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دے کیونکہ اس کی نماز نہیں ٹوٹی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ کعبہ سے رُخ پھیر چکا ہے لیکن اس نے اس رسول کی طرف رُخ پھیرا ہے جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ پھر نماز کیسے ٹوٹے گی۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور یہ آدمی کسی قبیلے کا امام تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قبیلے کے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اب یہ تمہارا امام نہ بنے کیونکہ اس نے کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے اور یہ کعبہ کی بے ادبی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے کعبہ کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اب توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب کعبہ کے بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے تو جو کعبہ کا کعبہ جناب محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و بے ادبی کرے تو اس کی اقتداء میں نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت (دیوبندی امام کے پیچھے) نماز نہیں پڑھتے کیونکہ

ہماری نماز ایسے گستاخ رسول امام کی اقتداء میں ہوتی ہی نہیں۔

لہٰذا تمام احباب اہلسنت کی خدمت میں التماس ہے کہ کسی بھی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے اس کے عقیدے کی تحقیق کرلیا کریں اگر معلوم ہو جائے کہ امام دیوبندی ہے تو ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ایسے بدعقیدہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ تنہا نماز ادا کرلی جائے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے:

مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کا فتویٰ:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْنَ اَجْمَعُ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْمُسْتَنْقِصُ لَهٗ کَافِرٌ وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ کَفَرَ ○ (اکفار الملحدین ص 51)

ترجمہ: محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ دیوبندی گستاخان رسول ہیں اور نبی علیہ السلام کی گستاخی کفر ہے۔

لہٰذا ہم اہل سنت وجماعت بریلوی ان کے آئمہ کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی ہماری نمازیں ایسے آئمہ کی اقتداء میں ہوتی ہیں۔

از

خطیب پاکستان مولنا محمد صدیق ملتانی

یادِ موت

دنیا ناپائیدار ہے اس کو ثبات نہیں ہر چیز کو آخر فنا ہے۔ آخر ایک دن موت آنی ہے۔ جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو وہاں کی تیاری کرنی چاہیے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر یا راہ گزر یعنی جس طرح مسافر راستہ کے کھیل تماشہ کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ اپنی منزل مقصود کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور دنیا کے تعلقات میں اتنا نہ پھنس جائے کہ اصلی مقصد کے حصول میں ناکامی ہو اور موت کو اکثر یاد کرتا رہے کہ اس کی یاد دنیا کی آلائشوں سے دور رکھتی ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کا ذکر زیادہ کیا کرو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ شہیدوں کے ساتھ کس کا حشر ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی تیاری کا موجب ہے۔ جو شخص دنیا میں ڈوبا رہتا ہے اور اس کے مغالطے میں سرگرداں ہے اور اس کے خوشنما جال میں پھنس جاتا ہے اس کا دل موت سے غافل رہتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو یاد نہیں کرتا اور اگر کوئی اس کو یاد دلائے تو نفرت کرتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠

ترجمہ: تم کہہ دو جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرنے والی ہے پھر پوشیدہ اور کھلا جاننے والے کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ پس وہ بتا دے گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہے۔ آپ نے فرمایا جو موت کو زیادہ یاد کرے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہر رات علماء کو اپنے پاس بُلا کر ان سے موت کا ذکر سنتے اور اس قدر روتے کہ گویا سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے۔ اس پر دنیا کے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ہر عقلمند کو موت سے خائف اور اندوہناک پایا۔

موت کی یاد کا طریقہ:

موت کو یاد کرنے کا مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے جو ہم عمر ساتھی اس جہانِ فانی کو چھوڑ گئے ہیں ان کی موت ان کی جدائی اور ان کے فراق کا خیال کرے اور سوچے کہ وہ کتنے حسین و جمیل تھے۔ تزک و احتشام اور کروفر کے ساتھ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ کیسے عالی شان بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہتے تھے۔ کیسی خوبصورت کاروں پر سفر کرتے تھے لیکن اب مٹی نے ان کی صورتیں خاک میں ملا دیں ان کے اعضائے جسمانی قبروں میں متفرق ہوئے۔

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
آج خاک ان کی پڑی اُڑتی ہے ویرانوں میں

ان کے عظیم الشان محلات پیوند زمین ہو گئے۔ کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے جس جگہ کبھی چہل پہل اور رونق تھی وہاں ویرانوں نے ڈیرے جما لئے وہ وحشت کدہ بن گئے۔

چشم عبرت سے ذرا تو دیکھ ان ویرانوں کو
جن میں چشم فلک نے دیکھا عظیم انسانوں کو

بڑے بڑے اس دار فانی سے کوچ کر گئے ان کی بیویاں بیوہ ہو گئیں بچے یتیم ہو گئے مال و دولت اوروں کے قبضے میں چلے گئے اور اب ان کے لئے قبر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ بس ایک ایک شخص کو یاد کرے اس کی موت کی کیفیت اس کی صورت کا تصور اس کی خوشی اور تردد زندگی اور بقا صحت اور مرض اس کا قوت و جوانی پر بھروسہ کرنا دنیاوی لہو ولعب میں مشغول رہنا پھر اچانک موت کا آدبوچنا غرضیکہ اس کی زندگی اور موت کا تصور ذہن میں رکھے اور یہ سوچے کہ وہ کیسے چلتا تھا لیکن اب اس کے دونوں پاؤں بلکہ سب جوڑ ٹوٹ چکے ہوں گے۔ وہ کیسے بولتا تھا لیکن اب کیڑوں نے زبان کھالی ہو گی۔ ہونٹ خاک نے چاٹ لئے ہوں گے اپنی خوشحالی کے لئے بڑا لمبا چوڑا پروگرام بنایا کرتا تھا لیکن موت نے ایک ساعت کی بھی مہلت نہ دی۔ جب یہ سب باتیں ذہن میں آجائیں تو اب یہ غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں میں بھی غفلت کا شکار ہوں انجام میرا بھی وہی ہونا ہے۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو ان میں شمار کر۔

موت کی سختی

موت کا مزہ بڑا تلخ ہے موت بڑی ہولناک چیز ہے اس کی طرف سے غفلت انسان کے خسران اور نقصان کا موجب ہے۔ موت کے وقت انسان کو تین مصائب سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔

(ا) جاں کنی کی سختی:

وفات کے قریب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے منہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتُ الْمَوْتِ ۝ الٰہی مجھ پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں آہ ابا جان آپ پر کتنی سختی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں فرماتے آج کے بعد تیرے باپ پر سختی نہیں ہو گی۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسے پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی جیسے لوہے کی گرم سلاخ تر روئی میں ڈال کر کھینچی جائے۔ ارشادِ ربانی ہوا کہ ہم نے تم پر آسانی فرمائی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئی تو خدا تعالیٰ نے پوچھا تو نے موت کو کیسے پایا عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا ہے کہ جیسے زندہ چڑیا کو گرم دیگچی میں ڈال دیں نہ مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اڑ جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھ پر موت کی سختی آسان فرمائے کیونکہ میں

موت سے اتنا ڈرتا ہوں کہ اس کے خوف سے جان جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے چند آدمی ایک قبرستان سے گزرے آپس میں کہا آؤ دعا کریں کہ ان میں سے ایک قبر والے کو خدا زندہ کر دے تا کہ اس سے حالات دریافت کریں۔ چنانچہ انہوں نے دعا مانگی تو ایک قبر سے ایک آدمی نکلا جس نے بتایا کہ موت کی سختی اور تلخی پچاس سال سے ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے۔

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت کی سختی تین سو تلواروں کے زخم کی طرح ہے۔ حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ ایماندار کے لئے دنیا اور آخرت میں موت سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں اور وہ آروں سے چیرنے قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں ابالنے کی سختی سے زیادہ ہے۔

اے غافل انسان غور کر جب انبیاء اور اولیاء کرام کا یہ حال ہے تو موت کے وقت تیری کیا کیفیت ہو گی۔ جب کہ تو دن رات خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب رہتا ہے۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کم تولنا، کم ناپنا، اشیاء میں ملاوٹ کرنا دھوکا اور فریب دینا تیرا طرۂ امتیاز ہے۔ جب کہ تیرے پیٹ میں لقمہ حرام کا ہے تن پر لباس حرام کا حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا ہر جائز و ناجائز طریقے سے کمائی کرتا ہے۔

(۲) ملک الموت کی صورت دیکھنا:

ملک الموت کی صورت ایسی خوفناک ہے کہ اگر سب سے زیادہ طاقتور اور قوی انسان ملک الموت کی وہ صورت دیکھ لے جس سے وہ گنہگاروں کی جان نکالتا ہے تو برداشت نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اپنی وہ صورت دکھاؤ جس سے تم بدکار کی روح قبض کرتے ہو۔ ملک

الموت نے کہا آپ اپنا منہ دوسری طرف پھیرلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا اور دوبارہ جو ملک الموت کو دیکھا تو دیکھا کہ ایک سیاہ آدمی ہے سب بال کھڑے ہیں کالے کپڑے ہیں اور منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آ گیا پھر جو ہوش آیا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت میں آچکے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر بدکار اور گنہگار کو اور کوئی عذاب نہ بھی دیا جائے تو تمہاری صورت کا دیکھ لینا ہی اس کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپڑی کے قریب سے گزرے اور اس کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اس نے کہا اے روح اللہ میں فلاں وقت کا بادشاہ ہوں ایک وقت تھا کہ میرے سر پر تاج شاہی تھا اور میرے تخت کے گرد نوکر چاکر موجود رہتے تھے لیکن اچانک ملک الموت کی نظر مجھ پر پڑی اور میرے سارے بند ڈھیلے پڑ گئے اور پھر میری جان اس کی طرف نکل پڑی۔

(۳) دوزخ کا دیکھنا:

گناہ گاروں کے لئے تیسری مصیبت یہ کہ مرنے سے پہلے اس کا ٹھکانہ دوزخ اس کو دکھایا جاتا ہے۔ بدکار گنہگاروں کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اس کو دوزخ کی خبر نہ سنا دی جائے۔ اور نیکو کار کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک اس کو جنت کی خبر نہ سنا دی جائے۔

مروان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس نزع کے وقت میں گیا اور کہا الٰہی اس پر آسانی فرما۔ آپ نے فرمایا الٰہی سختی فرما پھر آپ روئے اور فرمایا بخدا میں اس وجہ سے نہیں روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمہاری جدائی کا غم ہے۔ مگر میں اپنے رب کی طرف سے دو خوشخبریوں میں سے ایک پر نظر رکھتا ہوں خواہ جنت کی ہو خواہ دوزخ کی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

بَخُذَا وَاغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرْمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقْمِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ٥

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ امیری کو فقیری سے پہلے اور فراغت کو مصروفیت سے پہلے تندرستی کو بیماری سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ یہ حدیث نبی پاک علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے یہ حدیث اس حدیث کی تشریح ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جوامع الکلم سے مشرف فرمایا گیا یعنی ایسا کلام عطا ہوا جس کے الفاظ تھوڑے لیکن معانی اور مطالب زیادہ ہوں۔ چنانچہ اس حدیث کو لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو کیونکہ نیک کام جیسے احسن طریقے سے جوانی میں ہو سکتے ہیں۔ بڑھاپے میں نہیں ہو سکتے اس لئے کہ بڑھاپے میں انسان کی قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔ ضعف اور کمزوری کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کے برعکس جوانی میں قوائے انسانی ترقی پذیر ہوتے ہیں اس لئے ہر کام خوش اسلوبی سے سرانجام پا سکتا ہے لہٰذا جوانی کے لمحات کو غنیمت جانو اور ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر خدا و رسول کے اوامر و نواہی کی پابندی کرو تا کہ موت کے بعد تمہیں سرخروئی حاصل ہو۔ آگے فرمایا امیری کو فقیری سے پہلے غنیمت جانو یعنی خدائے تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تمہیں سیم و زر کی نعمت سے مالا مال کیا ہے اس دولت سے آخرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ کرو زکوٰۃ، صدقات، خیرات سے غربا، مساکین،

یتامیٰ اور بے سہارا لوگوں کی امداد کرو رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو دین اسلام کی اشاعت میں بھر پور حصہ لو مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر و ترقی کے لئے دل کھول کر خرچ کرو ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لئے حکومت سے مالی تعاون کرو۔ خود حج کرو دوسروں کو حج کراؤ غرضیکہ یہ سب نیک کام مال و دولت ہی سے ہو سکتے ہیں۔ غربت اور ناداری میں انسان ایسے کام کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ آگے فرمایا فراغت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو یعنی خدا تعالیٰ نے تمہیں فرصت کے لمحات دیئے ہیں تم پر کوئی دنیاوی بوجھ نہیں دنیا کے دھندوں سے آزاد ہو تو اس وقت کو ضائع نہ کرو بلکہ ہر قسم کی نیکی کے لئے سعی بلیغہ کرو قرآن کی تلاوت نوافل دینی علوم کی تحصیل حاجت مندوں کی امداد، معذوروں کی اعانت اور دیگر نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو مصروفیت میں انسان مجبور ہوتا ہے۔ ان نیک کاموں کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔

آگے فرمایا تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو یعنی تندرستی ہزار نعمت ہے۔ بیماری میں انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ صحت ہے تو ہر نیک کام سرانجام دے سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی مرض میں مبتلا ہے تو طبیعت میں ہر وقت پریشانی بے چینی اور قلق و بیقراری رہتی ہے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی کسی کام کی طرف طبیعت راغب نہیں ہوتی خود کوئی کام کرنا تو درکنار اُلٹا دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے۔ اس حدیث کا آخری ٹکڑا زیر نظر موضوع سے متعلقہ ہے اور وہ یہ کہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو یعنی جب یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے اور موت اٹل ہے۔ کسی دعا اور دوا سے ٹل نہیں سکتی بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اولیائے کرام بڑے بڑے شہنشاہ، وزراء، امراء، روسا، حکام کبیر و صغیر کہ ومہ اپنے پرائے، یگانے بیگانے آقا و غلام سبھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم

نے بھی یہاں سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہے تو پھر اس دنیا سے دل لگا کر آخرت کو کیوں بھولیں۔ بقول بہادر شاہ ظفر کیوں نہ کہیں۔

لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں

کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں

لہٰذا زندگی موت کی تیاری میں صرف ہونی چاہیے۔ شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے اصول اپنائیں رسولِ خدا کی اطاعت و اتباع کو اپنا شعار بنائیں تا کہ اس دنیا میں آنے کا مقصود و مطلوب پورا ہو جائے اور کل جب خدا و مصطفٰے کے سامنے حاضر ہوں تو خجالت و شرمندگی اور پشیمانی اور ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ بھی خوب جان لو کہ زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو کتنی ہی عیش و عشرت میں گزرے کتنی ہی قابل رشک ہو کتنے ہی سطوت اور دبدبے سے گزرے اس زندگی میں کتنا ہی جاہ و جلال ہو آخر کار زندگی کا انجام موت ہے یہ موت کا شیر انسان کے ہر وقت تعاقب میں ہے اس سے فرار کب تک اس سے بچنے اور چھپنے کی کوئی صورت نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ۝

ترجمہ: تم جہاں بھی ہوگے موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو۔

اے دنیا کے آرام و آرائش میں محو ہو کر زندگی بسر کرنے والے یہ مت بھول کہ موت بہت قریب ہے۔

جو چمن سے گزرے تو اے صبا یہی کہنا بلبلِ زار سے

کہ خزاں کے دن بھی قریب میں نہ لگا نہ دل کو بہار سے

یکم جمادی الثانی 1400ھ بمطابق 17 اپریل 1980ء بروز جمعرات

کفر اور شرک

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo

حرام چیزوں سے چوتھی چیز فرمایا وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ o وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو۔ اہلال کا معنیٰ ہے۔ رفع الصوت یعنی آواز کو بلند کرنا۔ چنانچہ حاجی کے احرام باندھنے کے بعد لبیک لبیک پکارنے کو اہلال التلبیہ کہتے ہیں۔ مقصد یہ کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو، نامزد کیا گیا ہو، وہ حرام ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے، تو وہ چیز حرام ہو جائے گی اور غیر اللہ کی نیاز دینے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگ ہم سے راضی ہو کر ہماری مرادیں پوری کریں گے یا کم از کم اللہ کے ہاں ہماری سفارش ہی کر دیں گے۔ یہ شرکیہ عقائد ہیں لہٰذا غیر اللہ کے نام سے منسوب کی جانے والی چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

بعض لوگوں کو اس مسئلہ میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ بعض تفسیروں میں بھی لکھا ہے کہ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اگر اللہ کے علاوہ غیر کا نام لیا جائے تو جانور حرام ہوگا اور اگر بوقت ذبح بسم اللہ کہا جائے تو ذبیح حرام نہیں ہوگا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ لات، منات، عزیٰ وغیرہ کے نام

پر جانور ذبح کرتے تھے اور اللہ کے نام نہ لیتے تھے لہٰذا وہ حرام ہیں۔ اس مسئلہ میں حقیقت حال یہ ہے کہ وہ جانور بدعقیدگی کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گیا کہ یہ فلاں پیر یا بزرگ کا بکرا ہے تو وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے اور پھر اُسے حلال سمجھنے لگے جو چیز بنیادی طور پر حرام ہے وہ اللہ کا نام لینے سے حلال نہیں ہو جاتی ہاں اگر متعلقہ شخص اس غلط عقیدے سے تائب ہو جائے تو پھر شرعی طریقہ سے ذبح کرنے پر جانور حلال شمار ہوگا۔ جانوروں کے علاوہ دوسری اشیاء کھانا، دودھ، مٹھائی وغیرہ بھی اگر غیر اللہ کی نیاز ہے تو وہ حرام ہے اور ان کی حرمت بھی غیر اللہ کے نام پر نامزدگی کی وجہ سے ہے۔ وَمَا اُهِلَّ کا یہی مطلب ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام اور ائمہ ملت حنفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر کسی چیز کی نامزدگی سے اُس چیز میں روحانی نجاست پیدا ہوتی ہے۔ مشرکین جانوروں کے متعلق اہلِ اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ تمہارا مذہب بھی عجیب ہے۔ جس جانور کو خدا تعالیٰ مار دیتا ہے اُسے مردار سمجھ کر حرام قرار دیتے ہو اور جسے خود ذبح کر کے مار دیتے ہو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ فرمایا مشرک لوگ اس قسم کی تاویلات سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت میں موت تو ہر حالت میں من جانب اللہ ہی ہوتی ہے خواہ کوئی جانور طبعی موت مر جائے یا اُسے ذبح کر دیا جائے مگر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے اس میں پاکیزگی آتی ہے جب کہ غیر اللہ کے نام سے اس میں نجاست آتی ہے۔ اگرچہ وہ نظر نہیں آتی۔ اس کی مثال خود مشرک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی مشرک لوگ ناپاک ہیں اگرچہ وہ نہا دھو

کر اچھے کپڑے پہن لیں اور خوشبو لگا لیں۔ وہ بظاہر تو پاک صاف ہیں مگر ان کی بدعقیدگی کی وجہ سے ان میں روحانی نجاست پیدا ہو چکی ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح اور بغیر ذبح کے مرنے والا جانور بہر حال حرام ہو گا اگر چہ اس کی نجاست نظر نہیں آتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلہ میں ایک نہایت اہم مکتوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں جو جانور غیر اللہ کے نام پر اس لئے نامزد کر دیا جائے کہ وہ راضی ہو کر ہماری مرادیں پوری کریں گے، تو وہ جانور حرام ہی رہے گا، خواہ بوقت ذبح اس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

احباب اہل سنت کی طرف سے مجھے ایک اشتہار ملا جو کسی بد عقیدہ کی بدعقیدگی کا مظہر اُتم تھا اس کا عنوان "کفر و شرک"

اس کی چند چیدہ چیدہ عبارات حسب ذیل ہیں۔

(۱) وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو۔

(۲) مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بُت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے تو وہ چیز حرام ہو جائے گی۔

(۳) جب وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گیا کہ یہ فلاں پیر یا بزرگ کا بکرا ہے تو وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا۔

(۴) جانوروں کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً دودھ، مٹھائی وغیرہ بھی اگر غیر اللہ کی نیاز ہے تو وہ حرام ہے۔

اب ان عبارات کا جواب ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو شے یا چیز کہتے ہیں۔ انسان، جنات، ملائکہ، عرش و کرسی، لوح و قلم، شمس و قمر، نباتات، حیوانات، جمادات، مفردات اور مرکبات غرضیکہ ہر مخلوق پر شے یا چیز کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ جب کسی چیز پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے تو اگر کوئی یہ کہہ دے کہ فلاں نام کی عورت خان صاحب کی بیوی ہے تو وہ حرام ہو جائے گی کیونکہ خاں صاحب خدا نہیں اللہ کا غیر ہے اور غیر اللہ کا نام جس چیز پر آ جائے وہ حرام ہے اور حرام عورت سے ازدواجی تعلقات کے نتیجے میں جو اولاد ہوگی وہ کیسی ہوگی اس کا آپ لوگ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح زید کا بکرا عمرو کی گائے، زید کا لڑکا، میرا گھر دیوبند کا مدرسہ،

امام بخاری وغیرہ یہ سب نسبتیں ناجائز ہو گئیں اور ان کا استعمال حرام ہو جائے گا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات غیر اللہ کی نسبت سے چیز کی قدرت ومنزلت اور قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا ایک چوب نضار کا پیالہ آٹھ ہزار درہم میں فروخت ہوا۔ حضور غوث پاک کا دستی لکھا ہوا قرآن حیدر آباد دکن میں موجود ہے انگریزوں نے دو لاکھ روپے میں لینا چاہا لیکن مسلمانوں نے نہ دیا۔ امریکہ میں ANTIQUES کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں اکثر چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کی نسبت بڑے لوگوں کی طرف ہوتی ہے۔

کسی حلال جانور کو اگر کسی بزرگ کی نذر و نیاز قرار دیا جائے تو وہ بھی حرام نہیں ہوتا تحقیق ملاحظہ ہو۔

نذر کی دو اقسام ہیں۔ نذر شرعی اور نذر عرفی۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین نے جو کسی زمانے میں مدرسہ دیوبند میں اہم علمی منصب پر فائز تھے اپنے رسالہ ''نذور'' میں لکھا ہے۔

نذر یکہ ایں جا مستعمل میشود بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز گویند۔

ترجمہ: جو نذر یہاں مستعمل ہے وہ شرعی معنی پر ہے اور عرفی نذر وہ ہے جو بطور نذر و نیاز بزرگوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک نذر کی دو اقسام ہیں نذر شرعی اور نذر عرفی فتاویٰ رشدیہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

اور جو اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے جو نذر بمعنی تقریب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ نذر کی دو اقسام ہیں نذرِ شرعی اور نذرِ عرفی۔

اولیاء اللہ کی جو نذر مانی جاتی ہے وہ نذرِ شرعی نہیں نذرِ عرفی ہے جس کا معنی ہے نذرانہ جیسے کوئی اپنے استاد سے کہے یہ سو روپے آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے۔ اولیاء اللہ کی نذر شرعی ماننا حرام ہے۔

نذر شرعی کی مثال:

ایک آدمی نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

یَارَسُوْلُ اِنِّیْ نَذَرْتُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکَ اَنْ اُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدَسِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ صَلِّیْ ھٰھُنَاo (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے خدا کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ سے سرفراز فرمائے گا تو میں مسجد اقصیٰ میں دو رکعتیں پڑھوں گا فرمایا مسجدِ حرام میں پڑھ لے۔

نذر عرفی کی مثال:

کسی غزوہ سے واپسی پر ایک سیاہ فام کنیز رسول خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنْ کُنْتَ نَذَرْتُ اَنْ رَدَّکَ اللّٰہُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالدَّفِo

ترجمہ: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ نذر عرفی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ غرضیکہ نذر کے دو معنی ہیں شرعی اور عرفی معنی سے نذر

بزرگان دین کے لئے جائز ہے بمعنی نذرانہ۔

نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں اس لئے شرعی معنی میں تو نذر اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ اور کسی کی نذر ماننا شرک ہے لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد شاہ ولی اللہ سے اپنے فتاویٰ میں ذیل کی عبارت نقل کی ہے۔

لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروحِ میت کہ امریست مسنون از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ماورد فی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہ ایں نذر مستلزم میشود پس حال ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب ہذا النذر الی روح فلاں و ذکر ولی برائے تعین عمل منذ و راست نہ برائے مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلاں آن ولی مے باشند از اقارب و خدام و ہمطریقاں و امثال ذالک وہمیں است مقصود نذر کنندگان بلا شبہ وحکمہ انہ صحیح یجب الوفاہ انہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔ (فتاویٰ عزیزی ج 1 ص 121)

ترجمہ: اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے حضرت سعد کی والدہ کے کنویں کا ذکر بخاری و مسلم میں موجود ہے اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے نذر میں ولی کا نام کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ اس نذر کا مصرف ہے اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار و خدامِ درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کرنے کے لئے لیا جاتا ہے۔ نذر کرنے والوں کا بلاشبہ بس یہی مقصد ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح

ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایسی طاعت ہے جو شرعاً معتبر ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ وقل ودرود خوانند تبرک می شود وخوردن بسیار خوب است۔ (فتاویٰ عزیزی ج1 ص78)

ترجمہ: وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

پس درخوبی ایں قدر امراز امور مرسومہ فاتحہ ہادر عراس ونذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست۔ (صراط مستقیم ص55)

ترجمہ: مروجہ فاتحہ بزرگان دین کے عرس اور وفات کے لئے نذرو نیاز دینے کی اس قدر خوبی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی وضاحت:

سلف صالحین اور علماء متقدمین کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے جس طرح مشرکین باسم اللات والعزیٰ کہہ کر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے چند تفاسیر کے حوالے ملاحظہ ہوں:

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَّ الْمُرَادَبِهِ الذَّبِيْحَةُ اِذَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ عِنْدَ الذَّبْحِ○

ترجمہ: سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (تفسیر احکام القرآن)

اَیْ رَفْعِ الصَّوْتِ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ لِقَوْلِھِمْ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی عِنْدَ ذِبْحِہٖo

ترجمہ: اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کرتے وقت کہتے تھے لات وعزیٰ کے نام۔ (تفسیر بیضاوی)

اَیْ ذَبَحَ بِاسْمِ غَیْرِہٖ تَعَالٰی۔ یعنی غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ (تفسیر جلالین)

یعنی مَاذُکِرَ عِنْدَ ذِبْحِہٖ غَیْرُ اسْمَ اللّٰہِo

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (تفسیر خازن)

وَکَانُوْ یَقُوْلُوْنَ عِنْدَ الذِّبَحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَحَرَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذٰلِکَo

ترجمہ: اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے باسم اللات والعزیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ مثلاً لات وعزیٰ یا نبیوں کے نام۔ (تفسیرات احمدیہ)

اَیْ ذَبَحَ لِلْاَصْنَامِ فَذَکَرَ عَلَیْہِ غَیْرُ اسْمَ اللّٰہِo

یعنی وہ جانور حرام ہے جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے پس اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ (تفسیر لباب التاویل)

وآنچہ آواز براوردہ شود بغیر اللہ از برائے غیر خدا بداں در وقت ذبح آں یعنی بنام بتاں بکشند۔

یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا یعنی بتوں کا نام لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ (تفسیر حسینی)

مَاذُبِحَ لِغَیْرِ اسْمَ اللّٰہِ عَمَدً اِلاَصنَامِO

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جو جان بوجھ کر غیر اللہ کے نام پر بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ (تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس)

مَاذُکِرَ عِنْدَ ذِبْحِہٖ اِسْمُ غَیْرِ اللّٰہِO

ترجمہ: وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (تفسیر مظہری)

بعض لوگوں نے اسلاف اور جمہور مفسرین کی متفقہ رائے سے اختلاف کیا ہے اور اس آیتِ زیر بحث وما اھل بہ لغیر اللہ سے ایک نیا مفہوم اخذ کر کے تکفیر کا دروازہ کھول دیا ہے ایسے لوگوں نے غیروں کو اپنا بنانے کی بجائے اپنوں کو بیگانہ بنادیا ہے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کے درج ذیل فرمان پر غور کرنا چاہیے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِیْرًا O

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ چیز بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا ہو کسی پیر یا بزرگ کے نام کا بکرا بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی حرام ہی رہے گا جیسے خنزیر کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہی رہے گا۔

لیکن جب اس قول کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو اس کا باطل ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مشکوٰۃ

میں یہ حدیث موجود ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے ان کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پانی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا۔ وَقَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ۔ اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔

اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے کوئی چیز حرام اور ناپاک ہو جاتی تو کنویں کا پانی بھی حرام ہونا چاہیے حالانکہ اس کنویں کا پانی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا صحابہ کرام اور تابعین نے پیا کیا کوئی مخلص مومن یہ جسارت کرسکتا ہے کہ وہ کہے کہ اس مذکورہ بالا ہستیوں نے حرام پانی پیا ہرگز نہیں کوئی مومن تو ایسا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اور جہاں تک کسی بزرگ کے نام کا بکرا بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں تحقیق انیق یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے بکرا حرام نہیں ہوتا حدیث میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ ٥ (ابو داؤد، مشکوٰۃ شریف)۔

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی تری عطا سے اور تیرے لئے ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کی طرف سے بسم اللہ واللہ اکبر کہا پھر ذبح کر دیا۔

اَنَّهٗ ضَحّٰی بِکَبْشٍ فَقَالَ هٰذَا عَمَّنْ لَّمْ یَضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔

(ترمذی شریف)

ترجمہ: آپ نے ایک مینڈھا ذبح فرمایا کہ یہ قربانی میرے اس امتی کی طرف

سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ ○

ترجمہ: بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی طرف سے قربانی کا حکم دیا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ یعنی ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا مینڈھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی دیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی کو ایصال ثواب کے لئے کسی شے پر اس کا نام مجازی طور پر لے دیا جائے تو وہ چیز حرام نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مینڈھے پر امت کا نام لیتے یا حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے غرض تو ایصالِ ثواب سے تھی اسی طرح کسی بزرگ کے نام کے بکرے کی غرض و غایت بھی اس کی روح کو ایصال ثواب ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَائِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: اللہ نے مقرر نہیں کیا کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

کافران چاروں جانوروں کو بتوں کے نام پر نامزد کرتے تھے یہ وہ جانور تھے جن کو اپنے بتوں کو نذر مانتے تھے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا اپنے اوپر حرام کر دیتے تھے حالانکہ اگر کوئی مسلمان ان کو اللہ کے نام پر ذبح کرے تو وہ

حلال ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے یا اس کی اجازت سے اس کے رسول کو۔ اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دیتا ہے تو وہ تشریع اور قانون سازی کا حق اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے اور حقوق ربانی میں مداخلت کرنے کا بدترین مجرم بن رہا ہے اس آیت میں ایسی مداخلت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور ان کفار کو پرلے درجے کا احمق کہا جا رہا ہے جنہوں نے خدا کے حلال کردہ جانوروں کو اپنی من گھڑت تجویزوں سے اپنے اوپر حرام قرار دیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحتہً یہ بات تحریر ہے کہ اگر کسی مجوسی نے اپنے آتشکدہ کے لئے یا کسی مشرک نے اپنے باطل معبودوں کے لئے کسی جانور کو نامزد کیا ہے اور کسی مسلمان نے اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔

عربی عبارت یہ ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِاَنَّهُ سَمِيَّ اللّٰهَ ۝ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الذبائح)

اگر کافر کا بتوں کے نام پر یا آتش پرست کے آتشکدہ کے نام پر نامزد جانور مسلمان کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ہے تو کسی بزرگ کے نام کا جانور بھی خدا کا نام لے کر ذبح کر لینے سے حلال ہے جو لوگ ایسے جانور کو حرام قرار دیں وہ کافروں کی طرح پرلے درجے کے بے وقوف ہیں۔ نیز خدا فرماتا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ

اِلَّا تَأْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ o

ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا ہے اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

معلوم ہوا ذبح کے وقت جس حلال جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ جانور حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا ایمان کی علامت ہے اور ایسے جانور کو اپنی قیاس آرائی سے حرام قرار دینا طریقہ کفار ہے کیونکہ جس کو اللہ نے حرام نہ کیا ہو اُسے حرام سمجھنا جہالت اور حماقت ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ o

ترجمہ: اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ o مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o

ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ملا جیون نے لکھا ہے:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ الْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ وَقْتَ الذَّبْحِ o

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا جس گائے کی اولیاء کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہلال کا معنی ہے رفع الصوت یعنی آواز کو بلند کرنا۔ چنانچہ حاجی کے احرام باندھنے کے بعد لبیک لبیک پکارنے کو اہلال التلبیہ کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اہلال ذبح کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ .... فصاحت و بلاغت کے امام سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَھَلَّ کو ذبح کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ آپ کا قول بلا اختلاف و حجت سند ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُھِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَاِذْلَمْ تَسْمَعُوْھُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھَلَّ ذَبَائِحِھُمْ وَھُوَ یَعْلَمُ مَایَقُوْلُوْنَo

(فتح البیان ج 1 ص 222)

ترجمہ: جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور نہ سنو تو کھا لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یُھِلُّوْنَ بمعنی یَذْبَحُوْنَ مستعمل ہے امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

وَالذَّابِحُ مُھِلٌّ لِاَنَّ الْعَرَبَ کَانُوْا یُسَمُّوْنَ الْاَوْثَانَ عِنْدَ الذِّبْحِ وَیَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَھُمْ بِذِکْرِھَاo (تفسیر کبیر)

ترجمہ: ذبح کرنے والوں کو بھی ''مھل'' کہتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب جانوروں کو ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔

علامہ علاؤ الدین نے لکھا ہے۔

حَتّٰی قِیْلَ لِکُلِّ ذَابِحٍ مُھِلٌّ۔ (تفسیر خازن)

ترجمہ: ہر ذبح کرنے والے کو مُھل کہا جانے لگا۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے۔

وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ھُوَ مَاذُبِحَ لِلْاٰلِھَۃِ۔ (لسان العرب)

یعنی وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کا معنیٰ یہ ہے کہ بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔

ہم اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔ جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔ حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔

اگر مسلمان کا حلال جانور مشرک نے ذبح کر دیا۔ مردار ہو گیا، حرام ہو گیا۔ اگر مشرک نے بُت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصالِ ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کے لئے محض اس جانور کا خون بہانے کو ہی وہ درجہ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا۔ کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان کو پیدا فرمایا اس لئے اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چیز کو کسی کے لئے قربان کرے۔

میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور نہ وہ محض خون بہانے کو وجہ تقرب سمجھتے ہیں بلکہ ان کے پیشِ نظر صرف ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

بفرضِ محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیے مبادا اس گمراہی میں اس کی موت آجائے نیز ان لوگوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہیے جو ہر مسلمان پر کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور اس کو اپنی سستی شہرت کے حصول کا آسان ذریعہ سمجھتے ہیں۔

آخر میں اپنے اہلِ سنت و جماعت مسلمان بھائیوں سے التماس کروں گا اور مفید مشورہ دوں گا کہ ایسے گمراہ اور گمراہ کنندہ مولویوں کے دامِ تزویر سے بچیں اور صرف صحیح العقیدہ سنی بریلوی علمائے حق کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اکتسابِ فیض کریں بوقت ضرورت اپنی مذہبی مشکلات کے حل کے لئے ان سے رجوع کریں ان کی اقتداء میں نمازِ جمعہ، عیدین اور پانچ وقت کی نماز ادا کریں ان سے دینی علم حاصل کریں۔

جو لوگ گمراہ اور گمراہ کنندہ اور بدعقیدہ مولویوں کی پیروی کرتے ہیں ان کا حال قیامت کے دن یہ ہوگا کہ:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يَالَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ ٥ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ٥ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ٥

ترجمہ: جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

خطیبِ پاکستان
محمد صدیق ملتانی

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بدمذہب راہ راست پر آگئے ... رسول و گستاخان صحابہ و گستاخانِ اہلِ بیت پر کاری ضرب لگائی ہے ... ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔

بدرالکبریٰ

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے ذہن میں جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے مسلمانوں کو ان کے اسلاف کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک عجیب ... جہاد کی اہمیت اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو رب سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہاں کی نمود و نمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کئے ... ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کر کے ان پر بحث کی گئی ہے مختلف ابحاث ... کے جوابات دیئے گئے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے پڑھنے سے ... سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب میں ... پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت گناہ ... معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے ... ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔

مقام سجدہ

... اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے ہیں ... سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ ... اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے ... رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے ...